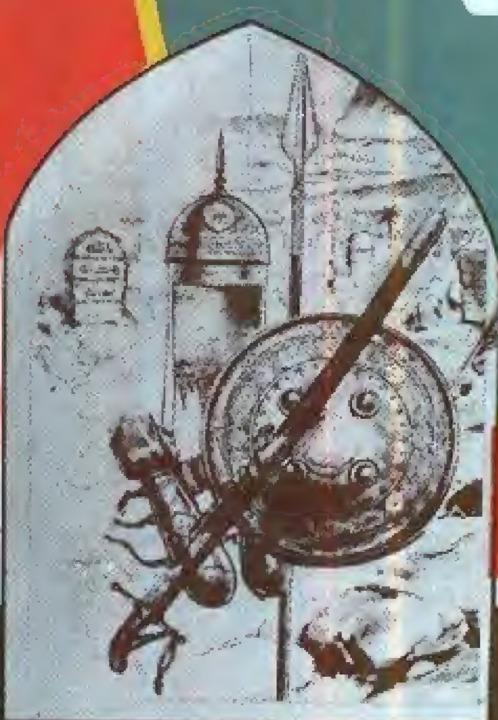
غزوۂ احزاب

علامہ محمد احمد باشمیل



نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

غزوۂ احزاب

محمد احمد باشمیل



اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ احزاب

تالیف

محمد احمد باشمیل

ترجمہ

اختر فتح پوری

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

نام کتاب	ــــــــ	غزوۂ احزاب
تالیف	ــــــــ	محمد احمد باشمیل
ترجمہ	ــــــــ	مولانا اختر فتح پوری
ناشر	ــــــــ	نفیس اکیڈمی کراچی
کتابت	ــــــــ	محبوب احمد خوشنویس
طبع اول	ــــــــ	دسمبر ۱۹۸۸ء
ایڈیشن	ــــــــ	آفسٹ
ضخامت	ــــــــ	۳۱۶ صفحات

ٹیلیفون ۲۱۳۳۰۳

مطبوعہ : احمد برادرز پرنٹرز۔کراچی

فہرست عنوانات

فصل سوم

فصل چہارم



مقدّمہ

سب تعریف خدائے واحد کے لیے ہے، اور اللہ تعالےٰ سیدالابرار ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپؐ کی طیبہ طاہر آل، اور آپؐ کے ان صحابہ پر جنہوں نے اللہ کی طرف ہجرت کی، اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی جو رات کو راہب اور دن کو راکب ہوتے تھے، رحمت فرمائے۔

اللہ تعالےٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہم نے (اس کی مدد اور توفیق سے) اپنی پہلی کتاب (غزوۂ بدر) اور دوسری کتاب (غزوۂ احد) پے بہ پے شائع کی ہے۔ یہ اس سلسلہ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کی دو کڑیاں ہیں، جس کی اشاعت کا ہم نے عزم کیا ہوا ہے۔

اور آج مجھے قارئین کرام کے سامنے اس جدید کتاب (غزوۂ احزاب) کو پیش کرتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے، اور یہ اس سلسلہ کی تیسری کتاب ہے اور اس کے بعد عنقریب انشاء اللہ چوتھی کتاب اس معرکے کے متعلق ہو گی، جس نے یہودی عنصر کا صفایا کر دیا۔ اور جزیرۂ عرب کو اس کے شر و آثام اور اس کی سازشوں سے نجات دلا دی، جو صرف اس خبیث عنصر کے اڈوں (خیبر اور مدینہ میں بنی قریظہ) پر مہلک ضرب لگانے سے ہی رک سکتی تھیں۔

یہ کتاب دونوں سابقہ کتابوں (غزوۂ بدر) اور (غزوہ احد) کی طرح صرف معرکۂ احزاب کے واقعات کی تفصیل پر اکتفا نہیں کرے گی بلکہ ان تمام سیاسی اور

فوجی واقعات کے دقیق ملخص پر حاوی ہوگی، جن میں مسلمان (غزوۂ احد اور غزوۂ احزاب) کے درمیان زندگی گزارتے رہے۔

اور ان میں سے وہ سات سریع اور فوجی حملے بھی ہیں، (جن میں سے اکثر کی کمان خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی) جو اسلامی فوج نے مسلمانوں کے مرکز کی مضبوطی اور ان کی اس ہیبت کو پختہ کرنے کے لیے کیئے جو دلوں سے اُکھڑ چکی تھی، اور معرکہ اُحد میں مسلمانوں کو جو فوجی سرنگونی حاصل ہوئی اس کے نتیجہ میں بدو مدینہ پر حملہ کرنے کی خواہش کرنے لگے۔

(۲)

عنقریب معزز قارئین پر (غزوۂ احزاب کے تتبع اور اس کے اسباب و مسببات اور بواعث و غایات کے مطالعہ سے) واضح ہو جائے گا کہ یہ خطرناک اور خوفناک غزوہ حقیقتہً ایک یہودی حملہ جیسے اسرائیلی اموال مہیا کیے گئے اور وہ اسرائیلی مفکرین کے دقیق اور محکم اور مضبوط طے شدہ خاکوں کے مطابق ہوا، جن کے دل اسلام اور نبی اسلام کے خلاف قاتل کینے سے لبریز ہیں۔

اور یہ اہم تاریخی غزوہ، اگر چہ (بظاہر) عربی چھاپ (قریشی اور غطفانی کا حامل ہے مگر اپنے عمیق اہداف اور دراز مقاصد اور پوشیدہ غایات میں (گوشت پوست کے لحاظ سے) ایک یہودی غزوہ ہے۔

پس تمام دلائل قاطعہ کا تسلسل بتاتا ہے کہ اس غزوہ کا — جب سے اسے مسلمانوں کے تباہ کرنے اور ان کے وجود کو بنیاد سے گرانے کے لیے شروع کیا گیا — حقیقی اور فعال محرک — ابتدا سے ناکامی تک — یہودا وہ صرف یہود تھے۔

(۳)

یہود، اسلام اور مسلمانوں کے تباہ کرنے کے قدیم سے خواہش مند ہیں، جتنی

یہودیت اور اسلام کے درمیان جنگ قدیم ہے اور یہ جنگ اس وقت سے شروع ہے جس وقت سے آفتابِ اسلام طلوع ہوا ہے۔

لیکن اس جنگ نے وضاحت اور سختی کی صورت اس وقت اختیار کی، جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اور یہود کے حلیف (اوس اور خزرج) سرعت کے ساتھ اسلام میں داخل ہونے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے، جس نے یہود کو ششدر کر دیا اور ان کے دلوں کو مضطرب کر دیا اور ان کے بستروں کو کھردرا کر دیا۔ اس لیے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یثرب پہنچنے سے ہی محسوس کر لیا کہ انہیں یثرب اور اس کے قرب و جوار کے باشندوں پر صدیوں سے جو فکری سیاسی اور مال اقتدار حاصل ہے وہ ڈگمگا گیا ہے کیونکہ یہود، جو ثقافت اور معرفت ادیان اور اقتصادی مہارت اور مال جمع کرنے کے اسالیب کی واقفیت سے مختص تھے، ان عربوں میں (خواہ وہ یثرب کے ہوں یا اس کے اردگرد کے علاقے کے ہوں) جاہلیت میں انہیں سُودی قرضے دے کر اپنی مرضی سے اقتصادی تصرف کرتے تھے اور سُودی قرضے ہر زمانے میں یہودی اقتصاد کا ستون رہے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ یہ یہودی (اسلام سے قبل) ان اعراب کے بہت سے روحانی استفسارات کا مرجع تھے اور یہ بات منطقہ میں ان کے اقتدار کا سرچشمہ تھی۔

اس لیے انہوں نے (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسد کے باعث) جھوٹ، تشکیک اور افواہوں کے مختلف وسائل سے عربوں کو دین جدید سے بھگانے کے لیے کئی کوششیں کیں اور یہ دعوت اسلام کی مقاومت کے لیے ان کی پہلی کوشش تھی لیکن وہ اس کوشش میں بڑی طرح ناکام ہوئے اور وہ یوں کہ ابھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یثرب آئے چھ ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس منطقہ کے عربوں کی اکثریت حلقہ بگوش اسلام ہو گئی اور وہ

اس کی حمایت و نصرت میں جانیں قربان کرنے لگے اس بات نے یہود کو سختی کرنے پر مجبور کر دیا۔

اور چار سالوں کے دوران، یہودیوں نے اسلام اور حامل رسالت اسلام سے نجات حاصل کرنے کے لیے متعدد مایوسانہ کوششیں کیں مگر یہ تمام کوششیں ناکام ہوئیں اور ان یہود پر ان کے اُلٹ نتائج پڑے یہاں تک کہ یہ دشمنانہ کوششیں ان یہود کے دو بڑے قبیلوں (بنو قینقاع، اور بنو نضیر) کے مدینہ سے جلاوطن ہونے کا سبب بنیں۔

اور یہودیوں نے جو آخری خطرناک دشمنانہ کوشش کی وہ بنو نضیر کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کرنا ہے حالانکہ آپ ان کے دیار میں امن سے رہ رہے تھے اس بات نے ان کا محاصرہ کرنے اور انہیں یثرب سے جلاوطن کرنے تک پہنچایا اور یہ واقعہ، معرکہ احزاب سے فقط چھ ماہ قبل ہوا اور بنو نضیر، خیبر شہر میں آگئے جو —— قدیم سے —— یہودی اکھٹ کا مرکز ہے۔

(۴)

بنو نضیر، یہود کے سرمایہ داروں میں سے سب سے بڑے سرمایہ دار تھے، اور وہ منطقہ یثرب اور اس کے اردگرد کے علاقے کے اقتصاد میں مکمل طور پر اپنی من مانی کرتے تھے اور اس کے علاوہ ان کے زعماء، دانشمندی، فریب کاری اور خاص طور پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شدید کینہ رکھنے

لہ ، عنقریب اس کتاب میں بنو نضیر کی جلاوطنی کا واقعہ تفصیل سے بیان ہوگا انشاء اللہ

میں ممتاز تھے[1]۔

اور جب محاصرے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ سے جلا وطن کیا تو آپ نے ان سے سخت سلوک نہیں کیا بلکہ انہیں اجازت دی کہ وہ جس قدر اپنے اموال اُٹھا سکتے ہیں اپنے ساتھ اُٹھائیں اور قدیم سے یہود کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ زیادہ تر سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔

لہ ۱۔ ابن اسحاق نے سیرت میں اُم المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور اور آپ بنو نضیر کے عظیم زعیم حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں آپ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے باپ اور اپنے چچا یاسر کو سب بچوں سے زیادہ محبوب تھی جب کبھی میں ان دونوں سے ان کے بچوں کے ساتھ ملی، انہوں نے انہیں چھوڑ کر مجھے پکڑ لیا، آپ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور قباء میں... بنی عمرو بن عوف کے ہاں اُترے تو میرا باپ حیی بن اخطب اور میرا چچا یاسر بن اخطب منہ اندھیرے آپ کے پاس گئے اور غروب آفتاب کے وقت واپس آئے اور دونوں تھکے ماندے، سُست گرتے پڑتے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آئے میں حسب عادت خوشی خوشی ان کے پاس گئی تو قسم بخدا ان دونوں میں سے کسی نے اپنے اپنے غم کی وجہ سے میری طرف توجہ نہ کی آپ فرماتی ہیں میں نے اپنے چچا یاسر کو اپنے باپ حیی بن اخطب سے کہتے سُنا، ـــ کیا یہ وہی ہے؟ (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے کہا ہاں قسم بخدا اس نے پوچھا.. کیا تم اس میں تورات کی بیان کردہ صفات کو پاتے ہو؟ اس نے کہا ہاں اس نے پوچھا تم اپنے دل میں اس کے متعلق کیا پاتے ہو؟ اس نے کہا خدا کی قسم جب تک زندہ ہوں آپ سے عداوت کروں گا۔

بنو نضیر کے ان دو سرداروں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے اس شدید بغض اور کینے کی حد واضح ہو جاتی ہے جو ان یہود کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ (باقی صفحہ ۲۲ پر)

لہٰذا ان یہود نے دسیوں اونٹوں پر بوجھ لادا اور جو سونا چاندی ان کی ملکیت تھا وہ سب اپنے ساتھ اُٹھا لے گئے اور وہ عظیم چیز تھی حتیٰ کہ ان کے ایک سردار (سلام بن ابی الحقیق) نے جلا وطنی کے وقت بڑا خزانہ (بیل کا چمڑا) سونے اور چاندی سے بھرا ہوا اٹھایا اور وہ اس خزانہ پر یہ کہتے ہوئے (گویا وہ مسلمانوں کو جنگ کی دھمکی دے رہا ہے) ہاتھ مارتا کہ (یہ وہ چیز ہے جسے ہم نے زمین کو زیر و زبر کرنے کے لیے تیار کیا ہے)

اور (مثلاً) یہود نے اپنے مالی اقتدار کے طریق سے زمین کو زیر و زبر کرنے کی کوشش کی اور ابھی انہیں جلا وطنی کی جدید جگہ (خیبر) میں قیام کئے چھ ماہ بھی نہ گذرے تھے کہ انہوں نے ایک خوفناک جہنمی منصوبہ تیار کیا جس کی تنفیذ کے پس پردہ، مدینہ میں مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کرنے کا مقصد کارفرما تھا تاکہ بنی اسرائیل (از سرِنو) دوبارہ منطقہ یثرب پر اپنا تسلط قائم کر سکیں۔

اور یہود نے خیبر میں مسلمانوں سے یثرب میں خلاصی حاصل کرنے کے لیے ایک بڑی جنگ کا منصوبہ تیار کیا جسے اسلام کے دشمن عرب قبائل (خصوصاً قریش اور غطفان) کی زبردست طاقتور متحدہ فوج بروئے کار لائے گی اور خیبر میں تیار کیے گئے اس اہم منصوبے کی تکمیل کے لیے یہود کے زعماء نے حیی بن اخطب کی سرکردگی میں جزیرہ کے مختلف اقالیم کی طرف سفر کیا اور مختلف قبائل میں گھومے اور ان کے زعماء سے انہیں اپنے عظیم منصوبے کی تفاصیل بتاتے ہوئے اور ان میں مسلمانوں کے متعلق روح عداوت بھڑکاتے ہوئے ملاقاتیں کیں سب سے پہلے انہوں نے اعراب کے زعماء کو بھڑکاتے اور انہیں رشوتوں سے خریدنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) اور آپ سے خلاصی حاصل کرنے کے شائق کی حد بھی معلوم ہو جاتی ہے خواہ وہ خلاصی کسی وسائل سے حاصل ہو۔

کے لیے، تاکہ وہ ان کی بات مان لیں، مال سے ۔ بار کو استعمال کیا جو ہر دور میں یہود کا بڑا ہتھیار رہا ہے حتیٰ کہ ان یہود نے نجد کے غطفانی قبائل کے لیے اس یہودی منصوبے کے قبول کرنے اور اس سے موافقت کرنے پر خیبر کے ایک سال کے تمام پھل دینے کا وعدہ کیا اور یہود کو اپنی اس مہم میں بڑی کامیابی ہوئی اور وہ یوں کہ قریش اور غطفان نے (جو جزیرہ کے سب سے بڑے اور طاقتور قبائل تھے) مدینہ کے جنگ کرنے کے یہودی منصوبے سے موافقت کرلی اور خیبر کا وفد دس ہزار جانبازوں کا سرخیل بن کر واپس لوٹا، حلیف تھے (جن میں سے چار ہزار، قریش اور ان کے حلیف اور چھ ہزار غطفان اور ان کے حلیف تھے)۔

یہود نے ان عظیم جیوش کو مدینہ کی اطراف میں آتارا اور از سرِ نو ان کے حواس پر مدینہ کی طرف واپس جانے اور اس پر قبضہ کرنے کے خواب مستولی ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جنگ کی یہ کارروائی ایک منظم اور خوفناک کارروائی تھی اور احزاب کی افواج کے پہنچنے پر بظاہر یہ بات اشارہ کرتی تھی کہ اس خوفناک منظم اور تباہ کن جنگ کے سامنے اسلامی ہستی کے دن گنے چنے ہیں۔

اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ ... عرب کے سواروں اور شجاعوں میں سے دس ہزار جانباز جو اچھی طرح مسلح تھے اور جن کی امداد خوفناک یہودی راس المال کر رہا تھا اور خبیث اسرائیلی سوچ ان کے لیے منصوبہ بندی کر رہی تھی، اور وہ ایمان باللہ کے سوا ان سے ہر چیز میں کم تھے لیکن اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔

(۵)

اذ جآءُوْکم...... وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیدًا

جب وہ تمہارے اوپر نیچے سے تمہارے پاس آ گئے اور نگاہیں پھر گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے وہاں مومنین کی آزمائش کی گئی اور انہیں زبردست جھٹکے دیئے گئے۔

بلاشبہ یہ آیت (جو غزوہ احزاب کے احوال کو بیان کرتی ہے) تفصیل سے زیادہ بلیغ اختصار کے ساتھ ـــــ اس غزوہ کی اہمیت کی حد کو صحیح طور پر بیان کرتی ہے اور اس میں مسلمانوں کو لاحق ہونیوالے عظیم کرب اور قلق و خوف اور گھبراہٹ کی شدت کی حد کو بھی بیان کرتی ہے اور انہیں گلا گھٹنے کی حد تک لے گئی تھی۔

قرآن کریم نے آزادی کے عظیم معرکوں (جیسے بدر و حنین اور اُحد) میں جن میں مسلمانوں نے اپنے نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں حصہ لیا ان کی بہت سی پریشانیوں کو بیان کیا ہے لیکن اس نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اسلامی فوج کی حالت ان کو کرب و شدت اور خوف کے اس درجہ تک لے گئی جس کا ذکر اس نے غزوہ احزاب میں کیا ہے۔

اگرچہ معرکہ احزاب میں بڑی جنگ نہیں ہوئی لیکن قرآن کریم کی شہادت کے مطابق یہ تاریخ اسلام کی خطرناک ترین جنگ تھی اور یہ حقیقتہً ایک قسمت کا معرکہ تھا۔

بلاشبہ (عملاً) یہ معرکہ ایسا نہ تھا جس میں نیزا و تلوار فیصلہ کرتے لیکن یہ ایک اعصابی معرکہ تھا اور اس میں مسلمانوں کو جس بڑے ہتھیار کا مقابلہ

کرنا پڑا وہ خوف، رعب، قلق، افواہ، انتقام اور فیصلہ کن گھڑیوں میں غداری کرنا تھا۔

اور (غالباً) معرکوں میں اس ہتھیار کا کردار، تیر، تلوار اور نیزے کے کردار سے زیادہ سخت ہوتا ہے اسلامی معرکوں کے واقعات سے دلچسپی رکھنے والوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کو اس درجہ کا خوف، شدت، قلق، گھبراہٹ اور اضطراب کبھی نہیں ہوا جیسا کہ انہیں غزوہ احزاب میں ہوا۔

اُم المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ ——— میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شامل ہوئی ان میں قتال وخوف ہوتا تھا . . . . المریسیع اور خیبر، اور ہم حدیبیہ، فتح مکہ اور حنین میں بھی موجود تھے لیکن ہمارے نزدیک ان میں سے غزوہ خندق (معرکہ احزاب) سے بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے والا کوئی معرکہ نہ تھا اور یہ بات یُوں ہے کہ مسلمان ایک چھوٹے درخت کی طرح تھے جس سے بڑا درخت ہر طرف سے لپٹا ہوتا ہے اور ہم قریظہ سے بچوں کے بارے میں بے خوف نہ تھے اور مدینہ کی صبح تک حفاظت کی جاتی تھی اور ہم اس میں . . . مسلمانوں کی تکبیر کی آواز سُنتے تھے حتیٰ کہ وہ خوف سے صبح کرتے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں بھلائی حاصل کئے بغیر ان کے غصّے سمیت واپس کر دیا۔

(۶)

اسی دوران میں کہ مسلمان عظیم کرب و شدت اور آزمائش میں پڑے ہوئے تھے کہ اچانک ان کے حلیفوں یعنی بنو قریظہ کے یہودیوں نے (جن کے گھر اسلامی فوج کی قطاروں کے پیچھے واقع تھے) حقارت و رذالت سے اس عہد کے توڑنے کا اعلان کر دیا اور وہ (تقریباً ایک ہزار جانباز تھے) اہتمام

کی چھوٹی سی فوج کے پچھلے حصے کو جس کی تعداد (صحیح ترین اندازوں کے مطابق) تقریباً ایک ہزار جانبازوں سے زیادہ نہ تھی، ضرب لگانے کے لیے دوسری فوج بن گئے اور وہ ساری فوج دس ہزار جانبازوں کے مقابلہ کے لیے کھڑی ہو گئی جس کی موجیں ہر لحظہ اسے غرق ہونے سے ڈرا رہی تھیں۔

اس طرح مسلمانوں کے کرب و مصیبت میں اضافہ ہو گیا اور آزمائش کی فصول مستحکم ہو گئیں بلکہ اللہ نے (جس کی حکمت وہ خود جانتا ہے) چاہا کہ مدنی فوج کا کرب و بلا اور آزمائش چوٹی تک پہنچ جائے۔

اور (ان خوفناک فیصلہ کن گھڑیوں میں) خود اسلامی فوج کے اندر ایک تیسری قوت نمودار ہو گئی جس نے تمرد کا اعلان کیا اور اس کے جوانوں نے جو حقیقت میں کانپنے والے بزدل تھے اس بات کا اظہار کیا جو ان کے اندر نہیں تھی اور وہ منافق تھے جو (قسمت کی فیصلہ کن گھڑیوں میں) عذر بنا کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑتے ہوئے فوج کی صفوں سے کھسکنے لگے اور آپ کے تھوڑے سے مخلص اصحاب تباہ کن آندھی میں گھر گئے۔

اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کو مصائب نے ازسرنو اپنی چھاننی میں سختی سے چھانا اور جو کمزور ایمان اس چھاننی کے سوراخوں میں سے گزرتے تھے وہ گر پڑے۔

اور ان خوفناک راتوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کے جوان رہ گئے کہ جب مصائب کی چھاننی حرکت کرتی تو وہ اس کے سوراخوں سے بڑے ہو جاتے اور وہ ان کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہو جاتے کہ وہ گر پڑیں کیونکہ وہ (اپنے ایمان و یقین کے ساتھ) ان مصائب سے بہت بڑے تھے اور اُن آزمائشوں اور دکھوں سے بھی بڑے تھے اور محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مخلص اصحاب ان احوال و مصائب کے سامنے جن سے دل اکھڑ جاتے ہیں، اپنے عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور انہوں نے اس خوفناک تباہ کن جنگ کا بے نظیر صبر و استقلال سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ اللہ کی مدد آگئی اور اس نے احزاب کو شکست دی اور غدار قریظہ نے اپنی غداری کے پھل چکھے اور اس غداری کی بھاری قیمت ادا کی جو آٹھ سو جوانوں کے سر تھے جنہیں عادلانہ محاکمہ کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں قطع کیا گیا

بلاشبہ احزاب کے خوفناک معرکہ کے واقعات میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مواقف پر دانشمندی اور سمجھداری کے ساتھ کھلی نظر ڈالنا ممکن ہے (بلکہ واجب ہے) ان تمام عقائد کے حاملین کے لیے (جو راستباز ہوں نہ کہ تاجر) ایک عام اصول بن جائے جو دعوت الی اللہ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جنگ کی ذمہ داری سنبھالنے کے خواہاں ہوں۔

اس زبردست معرکہ کے واقعات کی تفاصیل پر نظر ڈالنے سے، اسلام کے عقائدی نوجوان اور اس کے ادھیڑ عمر راستباز عنقریب دیکھیں گے کہ حق پہ... ثبات کیسے ہوتا ہے اور اس کی حمایت میں جنگ اور قربانی کیسے ہوتی ہے اور اس دعوت اسلامی کا جھنڈا کیسے اٹھایا جاتا ہے جس کے نام پر ہمارے زمانے میں بہت شور ڈالا جاتا ہے لیکن یہ شور، چکی کے شور کی طرح ہے، جو کانوں کو بہرہ کر دیتی ہے بغیر اس کے کہ لوگ اسے پیستا دیکھیں۔

پس صحیح اسلامی ترقی کی راہ میں راستبازی سے جنگ کرنے والے تمام حضرات (جہاں کہیں بھی ہوں اور جس رنگ کے بھی ہوں اور جس قوم کے بھی ہوں) کی خدمت میں ہم یہ کتاب پیش کرتے ہیں جو ان عظماء ابرار کی تاریخ کے بارے میں ہے جنہوں نے خدا سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ان کے صحیح

جہاد اور صحیح جنگ کے اصولوں پر تاریخ کی معروف اور بڑی عظیم اور عادلانہ حکومت قائم ہوئی، اور شاید، جنگ کرنے والے حضرات، پوتوں کو ان بانی اجداد کی تاریخ کے سبق سے مستفید کریں، واللہ الموفق وہو حسبنا ونعم الوکیل،

محمد احمد باشمیل

مکۃ المکرمہ، مملکت سعودیہ عربیہ

(ماہ صفر ۱۳۸۵ھ ——— جون، ۱۹۶۵ء)

فصلِ اوّل



معرکۂ اُحد اور احزاب کے درمیان مختصر عسکری اور سیاسی واقعات

- غزوہ احزاب سے قبل، اعراب کی تادیب کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ چند فوجی دستے،
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے بنو نضیر کی کوشش،
- مدینہ سے ان یہود کی جلاوطنی،
- مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے کے لیے منافقین کی کوشش،
- حدیث افک،

معرکہ اُحد کے بعد بُرا اثر معرکہ احد میں فوجی سرنگونی کے بعد، مسلمانوں کو جو سخت دھکا لگا اس کے باوجود وہ مکمل طور پر میدان کارزار پر کنٹرول کئے رہے خصوصاً ان سریع اور کامیاب فوجی کارروائیوں کے بعد — جو معرکہ احد کے بعد — مدنی فوج نے کیں،

معرکہ اُحد کے بعد — مسلمانوں کے لیے — جو سب سے اہم سیاسی واقعہ ہوا وہ یہ کہ منطقہ یثرب میں خصوصاً اور جزیرہ عرب میں عموماً ان کا مرکز بہت متاثر ہوا، اور یہ جنگ احد میں ان کی فوجی سرنگونی کا حتمی نتیجہ تھا۔

اور ان عرب قبائل کے دلوں میں جو بُت پرستی پر قائم تھے ان کی ہیبت کم ہوگئی اور ان یہود اور منافقین کے دلوں میں بھی ان کی ہیبت کم ہوگئی جن کے دل بدر کے مشہور معرکہ میں مسلمانوں کی تباہ کُن فتح کے بعد ان کے رعب اور خوف سے پُر ہوگئے تھے۔

اور یہ تلخ حقیقت مسلمانوں سے پوشیدہ نہ تھی اور مسلمان اپنی معمولی طاقت کو (عسکری اور سیاسی لحاظ سے) خرچ کرنے لگے تاکہ ان دشمنوں پر (عملاً) ثابت کردیں کہ بہت غلطی خوردہ ہیں جب کہ ان کا خیال تھا کہ ــــ معرکہ اُحد کے بعد ــــ مسلمان اس قدر کمزور ہو چکے ہیں کہ وہ ان سے بدلہ لینے کی سکت رکھتے ہیں اور یہ بھی ان پر ثابت کردیں کہ وہ (یعنی مسلمان) ہر اس شخص کو کچلنے کی قدرت رکھتے ہیں جس کے نفس کو ان پر زیادتی کرنے کی بات سوجھتی ہے پس انہوں نے سریع اور کامیاب فوجی کاروائیاں کیں اور انہوں نے دشمنوں کو ایسی ضربیں لگائیں جن سے ان کے مورال کو سخت دھکا لگا اور وہ . . . مسلمانوں کی عسکری قوت اور ان کے سیاسی اور معنوی ترابط کے بارے میں اپنے خطاکار مفاہیم کی درستی کرنے لگے، خصوصاً قریشی، اور یہودی پڑاؤ جنہوں نے (دوسروں سے پہلے) مسلمانوں کی شاندار اور کامیاب پہلی فوجی کاروائی دیکھی تھی تاکہ وہ اپنے دشمنوں پر ثابت کردیں کہ ان کا عسکری، سیاسی اور اعتقادی وجود ہمیشہ مضبوط اور طاقتور رہے گا اور جنگ احد کی سرنگونی کے واقعات کا اس وجود پر کوئی اثر نہیں ہے۔

حمراء الاسد کا دستہ

یہ کاروائی جس سے ہماری مُراد حمراء الاسد کا دستہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صبح کو تیار کیا جس میں احد کا معرکہ ہوا تھا پس اس نے اس کی فوج کا تعاقب کیا جسے اس دستہ کی خبر، . . . لچ الروحاء کے پڑاؤ میں ملی اور وہ مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے مدینہ کی طرف واپس جانے کا عزم کئے ہوئے تھی اور تعاقب کی اس دلیرانہ کاروائی کے باعث اس کے قائدین کے دلوں میں خوف سرایت کر گیا اور انہوں نے صرف مدینہ کی طرف بڑھنے سے ہی انحراف نہ کیا بلکہ ان پر خوف طاری ہوگیا اور

انہوں نے اس مدنی فوج سے ملاقات کرنے سے بزدلی دکھائی جوان کے تعاقب میں نکلی تھی اور جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ انہوں نے اسے معرکہ اُحد میں مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے۔

پس قریش کے قائدین الروحاء میں جمع ہو گئے اور انہوں نے اپنے معاملے کے بارے میں آپس میں سوچ بچار کی اور باوجود کہ انہیں علم تھا کہ مدنی فوج (جو ان کے تعاقب کے لیے نکلی تھی) ان سے چند میل کے فاصلے پر ہے انہوں نے مکہ کی طرف مسلسل ریٹائرمنٹ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور وہ اس غصہ ور مدنی فوج سے گتھنے پر، فرار کی عار کو ترجیح دیتے ہوئے مکہ واپس چلے گئے اور یہ فوج اس یقین پر قائم تھی کہ (اپنی چھوٹائی کے باوجود) جب وہ اس سے ٹکرائے گی تو وہ اس گولے کی طرح ہوگی جو ہر ٹکرانے والی چیز کو تباہ کر دیتا ہے۔

اس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سریع فوجی دستہ (حمراء الاسد کا دستہ) میں واضح کامیابی ہوئی اور آپ نے سریع اور عظیم فوجی فتح ریکارڈ کی، اس کے بعد مسلمانوں نے خصوصاً یثربی دائرہ میں اور عموماً جزیرہ عرب میں بڑی سیاسی فتح حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی اور اس فتح نے اس غلط نظریے کی تصحیح کر دی جو یہود اور منافقین معرکہ اُحد کی سرنگونی کے بعد اسلامی فوج کے متعلق رکھتے تھے۔

اور حمراء الاسد کے دستہ میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد (خصوصاً) مدینہ کے یہود اور منافقین کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کو اس قدر قوت اور صلابت حاصل ہے کہ کسی فوج کے لیے ___ خصوصاً یثرب میں ___ ان کے خلاف کوئی فوجی کاروائی کرنا خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو ___ محال ہو۔

اور یہ بات ان دشمنوں کے خیال کے اُلٹ تھی اس لیے جب انہیں اطلاع ملی کہ کی فوج ـــــ جسے انہوں نے اُحد میں مسلمانوں پر فاتح خیال تھا ـــــ معرکے سے پیچھے ہٹ گئی ہے اور اس مدنی فوج کے آگے بھاگ گئی ہے جس کے متعلق اُن کا یقین تھا کہ وہ جبل اُحد کی ترائیوں میں تباہ ہوگئی ہے اور انہوں نے اس فوج کو سربلند ہو کر مدینہ واپس آتے دیکھا تو انہیں حیرت اور تعجب ہوا اور وہ فوج اپنی زبان حال سے ان منتظر یہود سے کہہ رہی تھی کہ تمہارے لیے سکون اختیار کرنا بہتر ہے اور تمہاری طرف سے جو کاروائی بھی ہوئی اس کا انجام مکمل... تباہی ہوگا۔

اور عملاً... یہودیوں اور اُن کے خفیہ مددگاروں (منافقین) نے اپنے منصوبے کے بارے میں دوبارہ غور کیا اور اس منصوبے کی تنفیذ میں جلد بازی سے کام نہ لیا اور سکون اختیار کیے رہے اور اس کا فوری سبب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حمراء الاسد کے اس دلیرانہ دستے میں کامیاب ہوتا تھا، جس نے اسلامی فوج کی ہیبت کو دوبارہ قائم کر دیا اور دوبارہ...... اُسے یثرب میں پہلے کی طرح کسی جھگڑا کرنے والے کے بغیر موقف کا سردار بنا دیا حالانکہ معرکہ اُحد میں اسے جوانوں کے نقصان کی دُکھ اور مصیبت اٹھانی پڑی تھی

اعراب کے خلاف فوجی کاروائیاں

اسی دوران میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منطقہ یثرب میں امن و استقرار کے ستونوں کو مضبوط کر رہے تھے عرب کے دوسرے قبائل معرکہ اُحد میں مسلمانوں کو لگنے والی دردناک چوٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جیسے ان اعراب نے عرب

لے : حمراء الاسد کے دستہ کی تفاصیل ہماری کتاب غزوہ اُحد کے صفحہ ؟ اور اس کے بعد کے صفحات پر ملاحظہ

قائل خیال کیا تھا، منطقہ، حجاز اور نجد میں اپنے منصوبے تیار کر رہے تھے اور مدینہ پر حملہ کرتے اور اس میں مسلمانوں کو ضرب لگانے کے لیے اکٹھ کر رہے تھے۔

اور ان بت پرست اعراب نے مسلمانوں کے بارے میں لالچ کیا اور ان میں سے ہر کوئی ان کو ماننے اور ان پر حملہ کرنے اور ان کے اموال لوٹنے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے کے بارے میں سوچنے لگا۔

نبوی انٹیلی جنس کی سرگرمیاں

اور نبوی فوجی انٹیلی جنس بھی اس سوچ اور کارروائی سے غافل نہ تھی اور مسلمانوں کو توقع تھی کہ معرکہ احد میں نازل ہونے والی مصیبت کے بعد، اعراب ان کے خلاف سریع فوجی کارروائیاں کریں گے اس لیے مدینہ کی انٹیلی جنس نے ان اعراب کے علاقوں کی نگرانی کے لیے اپنی سرگرمیاں وسیع کر دیں تاکہ یہ اعراب مدینہ کے خلاف جس کارروائی کا بھی عزم کریں اسے اس کا پہلے ہی علم ہو جائے اور یہ انٹیلی جنس اس بارے میں جو نئی بات پائے اُسے پہلے پہل مدینہ میں ہائی کمان کی طرف منتقل کر دے اور یہ اعراب، مسلمانوں کے خلاف جس کارروائی کا بھی عزم کریں مدینہ کی کمان کو اس کا مکمل علم ہو اور مدنی انٹیلی جنس کی کارروائیوں نے بیدار مغزی اور سرعت کے ساتھ اس قبیلہ پر جو مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت کرتا تھا، ضرب لگانے میں کمان کی مدد کی اور یہ کام اس قبیلہ کے اکٹھ اور تیاری کی کارروائیوں سے قبل ہی ہو جاتا تھا۔

پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد سریع فیصلہ کن کارروائیاں بروئے کار لانے میں جلدی کی اور ان اعراب کی منازل تک سرعت کے ساتھ ان کی کمان کی اور ان کی خواہشات کے آگے ایک روک ڈال دی، اور انہیں ان کے ذریعے سخت عملی درس دیئے جن سے وہ مسلمانوں کی فوجی

قوت کے متعلق اپنے غلط مفاہیم کی تصحیح کرنے لگے جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ جنگ احد کی مصیبت کے نتیجہ میں کمزور ہو گئی ہے۔

اُحد اور احزاب کے درمیان فوجی حملوں کی تعداد

معرکہ اُحد اور احزاب کے درمیان سات فوجی حملے ہوئے جن میں مسلمانوں نے حملے میں پہل کی اعراب (خصوصاً نجد کے اعراب نے مدینہ میں۔۔۔ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے بارے میں سب سے پہلے سوچا اور جس بارے میں یہ سوچ رہے تھے اس کی تنفیذ کے لیے اکھٹا کرنے میں انہوں نے جلدی سے کام لیا اور سب لوگوں سے زیادہ جرأت کرنے والے بھی یہی تھے اور اکثر فوجی دستے جو مدینہ بھیجے وہ ان اعراب کے خلاف ہی بھیجے،

اور وہ اُن چھ فوجی دستوں کا ہدف تھے جن میں سے بعض کی کمان خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی غزوہ احزاب اور قریظہ سے قبل یہود صرف ایک فوجی دستے سے متعرض ہوئے تھے اور وہ دستہ، مدینہ کے نواح میں بنی نضیر کے یہود کے خلاف مسلمانوں نے تیار کیا تھا۔

اور ان اعراب کو ضرب لگانے اور ان کے گھروں میں انہیں سزا دینے اور فیصلہ کن طریق پر ان کی خواہشات کو روکنے میں شاید مدینہ کی کمان کی مدد اس بات نے کی کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کی سوچ میں ایک محاذ نہ تھے کیونکہ مدینہ پر حملہ کرنے کی سوچ کا باعث، اعتقادی اور سیاسی نہ تھا جو کسی طے شدہ منصوبے کے نتیجہ میں حاصل ہوا تھا بلکہ اس سوچ کا باعث لوٹ کھسوٹ اور قیدی بنانے کی رغبت تھا جیسا کہ دسیوں صدیوں سے جنگوں میں اُن کا قدیم دستور تھا۔

اور مدینہ پر حملہ کرنے سے ان کا مقصد اس پر قبضہ کرنا اور بالآخر۔۔

مسلمانوں سے نجات پانا نہ تھا جیسا کہ یہود اور مشرکین مکہ کا حال تھا جو مسلمانوں سے (عقائدی اور سیاسی منصوبوں کے مطابق) جنگ کرتے تھے جیسا کہ اس غزوہ احزاب میں ہوا جس کا منصوبہ یہود نے بنایا اور نجد کے بعض اعراب کو مالی لالچ دے کر اس میں اشتراک کرنے پر آمادہ کیا۔

اس لیے مسلمانوں نے (معرکہ احزاب سے قبل) ان قبائل کو مارنے اور ان کے اکٹھ کے مقام سے انہیں پراگندہ کرنے کی سکت پائی ہر قبیلہ انفرادی طور پر چھ فوجی دستوں میں آیا جنہیں اسلامی فوج نے تیار کیا اور وہ یہ ہیں۔

بنی اسد کی تادیب ..... (ذوالحجہ ۳ھ)

اعراب کے خلاف مدنی فوج نے جو پہلا تادیبی دستہ تیار کیا وہ ایک جنگی گشتی پارٹی تھی جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منطقہ نجد میں قبیلہ بنی اسد کو ضرب لگانے کے لیے بھیجا۔

مدینہ کی کمان کو اپنی فوجی انٹیلی جنس سے اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی اسد مشہور جنگجو طلیحہ بن خویلد[1] اور اس کے بھائی سلمہ کی کمان میں اکٹھ کر رہا ہے اور اس اکٹھ

---

[1]: الاعلام میں بیان ہوا ہے کہ طلیحہ بن خویلد اسدی، اسد بن خزیمہ سے تھا تفتنی شجاع اور فصحاء میں سے تھا اسے طلیحہ کذاب بھی کہا جاتا ہے (کیونکہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا) اور عرب کے بڑے بہادروں میں سے تھا اور نووی کے قول کے مطابق ایک ہزار سوار کا قائل شمار کیا جاتا تھا۔ یہ بنی اسد کے وفد کے ساتھ ۹ھ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ سب مسلمان ہو گئے اور جب یہ واپس گئے تو طلیحہ مرتد ہو گیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا تو آپ نے حضرت ضرار ... بن الازور کو اس کے مقابلہ میں روانہ فرمایا، تو حضرت ضرار نے قتل کے ارادے سے اسے

بقیہ صفحہ ۴۴ پر

کا مقصد مدینہ پر حملہ کرنا ہے اس لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً انصار اور مہاجرین سے ایک سو پچاس جوانوں کا ایک دستہ تیار کیا جس کی کمان ابو سلمہ بن عبد الأسد مخزومی کو عطا فرمائی ؎۲

اور اس دستہ میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت سعد بن ابی وقاص ؎۳ اور دوسرے کبار مہاجرین اور انصار شامل تھے اور یہ دستہ ماہ ذوالحجہ ۳ھ میں یعنی غزوہ اُحد کے تقریباً ایک ماہ بعد تیار ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستہ کے لیے

(بقیہ صفحہ گذشتہ)
تلوار ماری اور تلوار اُچٹ گئی تو لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ ہتھیار اس پر اثر نہیں کرتا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور اسد، غطفان اور طئی میں سے طلیحہ کے بہت پیروکار ہوگئے اور وہ کہا کرتا تھا کہ جبریل اس کے پاس آتا ہے اور اس نے لوگوں کو مقفیٰ کلام سنایا جس میں انہیں نمازمیں ترک سجود کا حکم دیا اور اسکا جھنڈا سُرخ تھا اور اس نے مدینہ پر قبضہ کرنے کا لالچ کیا اور اپنے بعض پیروکاروں کے ساتھ اس سے جنگ کی تو اس کے باشندوں نے انہیں واپس لوٹا دیا اور حضرت ابوبکر نے اس سے جنگ کی اور حضرت خالد بن ولید کو اس کے مقابلہ میں روانہ فرمایا پس طلیحہ نے بزاخہ (نجد کے علاقے) میں شکست کھائی اور وہ (مکہ کے راستے میں توز اور الحاجر کے درمیان) سمیرا میں ٹھہرا ہوا تھا اور حضرت خالد نے اس سے جنگ کی اور وہ شام کی طرف بھاگ گیا پھر اسد اور سارے غطفان کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوگیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور آپ کی بیعت کی اور عراق کیطرف چلا گیا اور اس نے فتوحات میں شاندار کارنامے کئے اور وہ قادسیہ میں شامل ہوا اور ایرانی علاقے میں معرکہ نہاوند میں وہ اور یمن کا سوار عمرو بن معدی کرب زبیدی شہید ہوگئے۔

؎۲ ابو سلمہ، آپ کا نام عبداللہ بن عبد الأسد بن ہلال مخزومی تھا آپ اسلام کے سابقون الاوّلون میں سے تھے اور آپ بدر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شمولیت کرنے والوں میں سے تھے۔

؎۳: ان دونوں کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے۔

ایک منصوبہ بنایا اور دستہ کے سالار حضرت ابو سلمہ کو حکم دیا کہ وہ اس پر عمل کریں اور اس منصوبے کا اہم پوائنٹ اکتمان، سرعت اور اکٹھا ہونے سے قبل، قبائل بنی اسد کو غفلت میں گرفت میں لے آنا تھا۔

اور نبوی حکم میں جو خاص طور پر دستہ کی کمان کے قائداعلیٰ حضرت ابو سلمہ کو دیا گیا بیان ہوا کہ .... آپ چلتے چلتے بنی اسد کے علاقے میں اتریں اور قبل اس کے کہ ان کی فوجیں آپ سے ملاقات کریں آپ ان پر حملہ کر دیں ... اور طے شدہ منصوبے کے مطابق اس دستے کے جوانوں نے دیار بنی اسد کی جانب جو ارض نجد میں تھے اور قطن کی جانب مارچ کیا ـــــ یہ ان کا ایک پہاڑ ہے ـــــ اور منصوبے نے اسی پوائنٹ کی تعیین کی تھی،

چونکہ کتمان (پوشیدگی) اس گشتی فوجی دستے کے لوازم میں سے تھا، سالار ابو سلمہ اپنے جوانوں کو رات کو نہایت تیزی کے ساتھ چلاتے اور دن کو انہیں چھپا دیتے اور آپ خوب چلتے آپ کا راستہ آن چلا تھا حتیٰ کہ آپ بنی اسد کی منازل تک پہنچ گئے اور اس کا مقصد اس دستہ کی خبر کو یوں چھپاتا تھا کہ دیار بنی اسد میں پہنچنے تک کسی کو اس کے متعلق پتہ نہ چل سکے،

اور عملاً یہ دستہ اپنے مقاصد کے پورا کرنے میں یوں کامیاب ہوا کہ اس کے جوانوں نے بنی اسد پر ان کے گھروں میں اچانک حملہ کر دیا اور قبل اس کے کہ وہ اکٹھ کو مکمل کر سکیں انہیں غفلت میں پکڑ لیا، مسلمانوں کی فوج نے فجر کے وقت اچانک ان پر حملہ کر دیا ان کی منازل کا گھیراؤ کر لیا اور وہ کسی قسم کی تیاری میں نہ تھے پس حیرت نے انہیں آ لیا اور وہ ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ کسی مقاومت کے بغیر پشت پھیر گئے اور مسلمانوں کی فوج نے ان کے گھروں پر قبضہ کر لیا اور سالار ابو سلمہ نے اپنے جوانوں کی دو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں ان لوگوں کے تعاقب میں روانہ کیں اور ان

کے جوانوں نے بنی اسد کی بہت سی بکریوں اور اونٹوں پر قبضہ کر لیا،

اسی طرح ایک ٹکڑی کے جوانوں نے تین غلاموں کو قیدی بنا لیا جو ان کے اونٹوں کے چرواہے تھے اور قبیلہ کے بقیہ جوان شکست کھا کر دُرّوں کے نشیب اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں پراگندہ ہوگئے اور یہ گشتی دستہ بنی اسد کی تادیب کرنے اور غیر متوقع صورت میں جس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے انہیں مارنے کی اپنی مہم میں کامیاب ہوا اور اس نے اپنے مقاصد کو پورا کیا، اس کے بعد، سالار ابو سلمہ کامیاب و کامران ہو کر... واپس مدینہ آگئے۔

اور اس گشتی دستے نے جو فوجی کارروائیاں کیں ان میں دس پندرہ دن صرف ہوئے اور پڑوسی قبائل کے دلوں پر جن کو مدینہ پر حملہ کرنے کی سوجھتی رہتی تھی اس کی کامیابی کا بڑا اثر ہوا کیونکہ بنی اسد کا قبیلہ نجد کے بڑے طاقتور اور سخت طبیعت قبائل میں سے سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں کا اس قبیلے کو مارنے اور اس کی جمعیت کو اس سرعت کے ساتھ پراگندہ کرنے میں کامیاب ہو جانا اس کے لیے جس کو اس قبیلے کی طرح زیادتی کی بات سوجھتی تھی، ایک فیصلہ کن انتباہ کے قائم مقام ہو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن انیس[1] کا دستہ ۲۵ محرم سنہ ۴ھ

حضرت ابو سلمہ سالار کے اپنے گشتی دستے کے جوانوں کے ساتھ نجد کے دیار بنی اسد سے کامیاب ہو کر واپس آنے کے فوراً

---

[1] عبد اللہ بن انیس الجہنی ابو یحییٰ، انصار میں سے بنی سلمہ کے حلیف، آپ اسلام کے سابقون میں سے ہیں آپ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور سب معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور آپ قبلتین کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والوں میں شامل ہیں اللہ نے آپ کو ۵۴ھ میں شام میں وفات دی،

بعد فوجی انٹیلی جنس نے سالار اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک خبریں پہنچائیں جو اس امر کا افادہ کرتی تھیں کہ مشہور ہذلی سالار خالد بن سفیان کو معرکہ اُحد میں مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت نے جرأت دلائی ہے اور وہ دوسرا شخص ہے جس نے سلب و نہب کی غرض سے مدینہ پر حملہ کرنے کی خواہش کی ہے اور وہ سامان تیار کر رہا ہے اور اس منطقہ (منطقہ عرنہ) کے اعراب کو اکٹھا کر رہا ہے جو قبائل ہذیل اور بنی اللحیان سے ہیں اور یہ سب کے سب حجاز کے ان قبائل میں سے ہیں جو قبائل قریش کے پڑوس میں رہتے ہیں۔

ہذلی فوج کے سالار کا قتل

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو فوراً ان دیار کی طرف معلومات حاصل کرنے اور اس بارے میں یقین حاصل کرنے کے لیے بھیجا کہ جو معلومات آپ کو ملی ہیں وہ درست ہیں یا نہیں پھر آپ نے اس خبر کی صحت کا یقین حاصل کرنے کے بعد اسے فوج کے سالار کو قتل کرنے کا حکم دیا اس لیے کہ اس سالار کا قتل مدنی فوج پر اُن دُور دَراز دیار تک فوجی حملہ کرنے کی ذمہ داری کو بڑھا دے گا۔

اور جس شخص کو اس مہم کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے منتخب کیا گیا وہ حضرت عبد اللہ بن انیس الجہنی تھے اور میرا یقین ہے کہ اس انتخاب کا سب سے اہم سبب یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن انیس ان قبائل کے مقامات کی واقفیت میں ممتاز تھے کیونکہ یہ قبائل آپ کی قوم (جہنیہ) کے پڑوس میں رہتے تھے اور مزید یہ کہ حضرت عبد اللہ بن انیس اعرب کے بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔

پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بلایا اور آپ کو دیار ہذیل کی طرف جانے اور ان کے سالار خالد بن سفیان کو کسی بھی ذریعے سے قتل کرنے کا حکم دیا چونکہ حضرت ابن انیس خالد بن سفیان کو شخصی طور پر نہیں جانتے تھے

اس لیے جب آپؓ کی جانب سے آپ کو روانگی کا حکم ملا، تو آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ خالد کی علامت مجھے بتائیں، آپ نے کہا یا رسول اللہ خالد کی علامت مجھے بتائیں!

تو آپ نے فرمایا ——— جب تو اسے دیکھے گا تو تو اس سے ڈر جائے گا اور تو شیطان کو یاد کرے گا ———

حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ میں جوانوں سے نہیں ڈرا کرتا تھا۔

اور حضرت ابن انیس نے اپنی مہم کو کامیاب بنانے کے لیے جو منصوبہ بنایا اس کا ایک حصہ یہ تھا، کہ آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بولنے کی اجازت طلب کی، نیز یہ بھی کہ آپ اسے تقاضائے امر کے مطابق اپنی مہم کو پورا کرنے کے لیے جھوٹ بولنے کی اجازت دیں، تو آپ نے اسے اجازت دے دی اور محارب دشمن پر حملہ کرنے اور اسے دھوکہ دینے کے لیے جھوٹ بولنا اسلام میں مباح ہے۔

حضرت عبداللہ بن انیس، دیارِ ہذیل کے منطقہ عرنہ کے اکھڑ کے مقام کی طرف جلدی سے روانہ ہو گئے اور جب آپ ان دیار میں پہنچے تو آپ نے خبر کو درست پایا۔

سالارِ ہذیل کا اپنے قتل کے نزدیک ہونا

اس جگہ پر آپ اپنی مہم کی تنفیذ کے لیے تدبیر کرنے لگے اور جب آپ ان دیار میں پہنچے تو آپ نے دشمن کو مزید فریب دینے کے لیے اپنے آپ کو خزاعہ قبیلہ کی طرف منسوب کیا اور آپ مسلسل موقع کی تاک میں رہے، حتیٰ کہ آپ نے فوج کے سالار سے ملاقات کی، جس کے قتل کی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی تھی، اور جب خالد نے آپ سے پوچھا، آپ کون شخص ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا میں خزاعہ کا ایک شخص ہوں، میں

نے سُنا ہے کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اکٹھ کر رہے ہو تو میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ کے ساتھ ہو جاؤں، سو خالد بن سفیان نے آپ کو یقین دلاتے ہوئے کہا ـــــ بیشک میں اس کے لیے اکٹھ کر رہا ہوں، اور اس نے اپنی فوج کے ساتھ آپ کے انضمام کو خوش آمدید کہا۔

اور حضرت ابن انیس نے خالد کو ہیبت کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق پایا اور بالفعل اس سے ڈر گئے، اور حضرت عبداللہ بن انیس نے اس شخص کی ہیبت اور اس کی شخصی قوت کے متعلق بیان کیا ہے کہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کے مطابق پہچان لیا اور میں اس سے ڈر گیا، اور میں نے اپنے آپ کو خوف سے عرق آلود دیکھا اور میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے۔

اور جب خالد بن سفیان، حضرت عبداللہ بن انیس سے مطمئن ہو گیا تو آپ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے، اور اس سے باتیں کرنے لگے، جنہیں اس نے شیریں خیال کیا اور آپ اس کے نزدیک ہو گئے، حتیٰ کہ اکٹھ کے مقام سے دُور اس کے ساتھ اکیلے رہ گئے، اور جب اس کے اصحاب میں سے اس کے خاص محافظوں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ اکیلا رہ گیا تو حضرت عبداللہ بن انیس نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے اپنی تلوار مارنے میں سبقت کی، جس نے اسی وقت اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا، پھر آپ مدینہ کو واپس لوٹ آئے، تاکہ ہذلی سالار کے اصحاب اس کے قاتل ابن انیس کے متعلق اطلاع نہ پاسکیں، آپ پہاڑ کی ایک غار میں چھپ گئے، اور ہذلیوں نے حضرت ابن انیس کی تلاش میں بڑی کوشش کی، لیکن وہ آپ کے متعلق اطلاع پانے میں ناکام ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن انیس ..... سالار خالد بن سفیان کے قتل کے واقعہ کو بیان

کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ....

"جب لوگ پُرسکون ہو گئے، اور سو گئے تو میں نے غفلت میں اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے سر کو لے کر پہاڑ کی ایک غار میں داخل ہو گیا، تلاش کرنے والے آئے، مگر انہیں کچھ نہ ملا، تو وہ واپس چلے گئے، پھر میں باہر نکلا اور میں رات کو چلتا تھا، اور دن کو چھپ رہتا تھا، حتّٰی کہ میں مدینہ آیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا اور جب آپ نے مجھے دیکھا، تو فرمایا مطلوب میں کامیاب ہو گئے ہو، میں نے کہا یا رسول اللہ آپ مطلوب میں کامیاب ہو گئے ہیں اور میں نے اس کے سر کو آپ کے سامنے رکھ دیا اور اپنا واقعہ آپ کو بتایا[1] اور اس کاروائی میں اٹھارہ دن صرف ہوئے،

اور اس کاروائی سے جہنی فدائی نے مسلمانوں پہ ان قبائل کی تادیب کے لیے مکمل توجہ حملہ کرنے کی مشقت ڈال دی، اور اپنے سردار اور سالار کے قتل ہونے سے قبائل ہذیل کے عزائم کمزور ہو گئے، اور ان کی جمع شدہ فوجیں منتشر ہو گئیں کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں کوئی فائدہ نہیں اور اس طرح بہادر فدائی حضرت عبداللہ بن انیس پوری فوج کے قائم مقام بن گئے،

بیرِ معونہ کا دردناک واقعہ (صفر ۴ھ)

اور ماہِ صفر ۴ھ میں جبکہ اُحد کی خوفناک سرنگونی پر ۴ ماہ دن بھی نہیں گذرے تھے، اسلامی بیڑا اُوپر ایک خوفناک اور دردناک مصیبت نازل ہوئی، جس میں مسلمانوں

---

[1] طبقات ابن سعد الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۵۱

نے اس تعداد میں اپنے جوان کھوئے جس تعداد میں غزوہ احد میں کھوئے تھے پس حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اصحاب میں ستر آدمیوں کو دیار نجد میں قتل کر دیا گیا۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی عامر کا ایک سردار جو مشہور سوار ابو براء[1] عامر بن مالک
بن جعفر الملقب (ملاعب الاسنۃ) تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو حضور نے
اس پر اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان نہ ہوا، لیکن وہ اسلام سے دور نہ ہوا، اور وہ یوں کہ اس
نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور تجویز پیش کی کہ آپ اپنے اصحاب کے ایک
وفد کو، ارض نجد کی طرف اس کے باشندوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے روانہ فرمائیں
اس نے کہا ـــــ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ اپنے اصحاب میں سے کچھ آدمیوں
کو اہل نجد کی طرف روانہ فرمائیں تو وہ انہیں آپ کے امر کی طرف دعوت دیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال پسند آیا، مگر آپ نے اہل نجد کی غداری کے
خوف کا بھی اظہار کیا اور کہا میں ان کے بارے میں اہل نجد سے خائف ہوں پس ملاعب الاسنۃ
نے اپنی اس استعداد کا بھی اظہار کیا کہ وفد نبوی اس کی امان اور ذمہ داری میں رہے، اس
نے کہا .... میں ان کو پناہ دینے والا ہوں آپ انہیں بھیجیے، اور وہ لوگوں کو آپ کے
امر کی طرف دعوت دیں، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب اور خاص طور پر

---

[1] ابو براء عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب عامری، عرب کے مشہور سواروں میں سے تھے اور مورخین نے آپ کے اسلام
کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور مرجح بات یہ ہے کہ آپ مسلمان ہو گئے تھے، اور بغوی، خلیفہ، ابن السکن، ابن
البرقی، العسکری، ابن القانع اور الباوردی نے آپ کا ذکر صحابہ میں کیا ہے اور دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ
آپ صحابہ میں شامل تھے، اور یہ عامر بن مالک اس غصے میں مر گئے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے بھتیجے نے
بیر معونہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے غداری کی ہے، حالانکہ وہ آپ کی امان میں تھے۔

انصار سے ایک وفد تشکیل دیا اور وہ سب کے سب نوجوان تھے اور ان کے رئیس المنذر بن عمرو انصاری تھے ۔

اور ذکر وہ بات جس نے اسلامی پڑاؤ کا نقصان عظیم حد تک پہنچ گیا یہ ہے کہ یہ دعوتی وفد، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص اصحاب اور ان کے بہترین دانشمندوں پہ مشتمل تھا اور وہ انہیں قراء کہتے تھے کیونکہ وہ اپنی قوم کے درمیان اپنے عسکری امتیاز کے علاوہ، دانشمندی سے بھی ممتاز تھے۔

اور قارئین کے لیے یہ سمجھنا کافی ہے کہ اس وفد کے جوان اس مشہور بہادر، جنگجو (الحارث بن الصمۃ) کی سطح کے تھے جو ان یکتا لوگوں میں سے ایک تھا جو اُحد کے روز ثابت قدم رہے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب کہ مسلمان سرنگونی کے بعد آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، شاندار دفاع کیا تھا اور یہ دانشمند بہادر ہیرو بھی ان قراء میں شامل تھا جو دیار نجد میں موت سے دوچار ہوئے۔

اس مصالحاتی دعوت کے وفد نے حرکت کی اور بنی عامر کے سردار، عامر بن مالک کی امان میں مدینہ کو چھوڑ دیا اور (طبعاً) یہ وفد جنگ کے لئے تیار نہ تھا کیونکہ وہ قبائل کو دعوت اسلام دینے آیا تھا اور اسے یقین تھا کہ اسے اپنی مصالحاتی مہم میں جو اس کے سپرد کی گئی تھی جنگ سے واسطہ نہیں پڑے گا، خصوصاً اس لیے بھی کہ وہ بنی عامر کے ایک سردار کی امان میں تھے۔

غم انگیز واقعہ کا مقام

دعوت کے وفد نے اپنا سفر مسلسل جاری رکھا حتیٰ کہ وہ بنی عامر کی منازل اور دیار

لے :۔ آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ اُحد میں دیکھئے،

بنی سلیم کے درمیان ایک مقام پر پہنچ گئے جسے بئر معونہ کہا جاتا تھا اور جب یہ وفد اس مقام پر پہنچا تو اس نے اپنے ایک ممبر حرام بن ملحانؓ [۱] کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے ساتھ جو اس وفد کے پاس تھا ان قبائل کے زعیم عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا جو ملاعب الاسنۃ کا بھتیجا تھا۔

اور یہ عامر، تندخو اور اسلام سے شدید عداوت رکھنے والا تھا اور جب ایلچی اس کے پاس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لایا تو اس نے اس پر غور نہ کیا بلکہ حامل خط پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا حالانکہ وہ ایلچی تھا اور ایلچی کے متعلق تمام لوگوں کے ہاں مسلّم ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جاتا۔

اور اس عہد شکن نے، دعوتی وفد کے ایلچی کو قتل کرنے کے بعد، قبائل بنی عامر سے مدد طلب کی اور ان سے اپیل کی کہ وہ مصالحاتی، تعلیمی، نبوی وفد کے تمام ممبران کے خاتمہ میں اس کے ساتھ مشارکت کریں۔

ہاں ان قبائل نے (باوجود اپنے شرک کے) اس عہد شکن کی بات نہ مانی اور اس تک یہ بات پہنچانے کے بعد کہ مصالحین لوگوں کو قتل کرنا ان کے لیے عار کی بات ہے اس کی اپیل کو مسترد کر دیا کیونکہ وہ ان کے زعیم عامر بن مالک ملاعب الاسنۃ کی امان میں تھے۔

اور جب عامر بن الطفیل، مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرنے میں اپنی قوم کی امداد سے مایوس ہو گیا تو وہ ناراض ہو کر اسی وقت قبائل رعل، عصیۃ، اور ذکوان کی طرف

---

[۱]: حرام بن ملحان بن مالک بن خالد النجاری الانصاری آپ اسلام کے سابقون الاوّلون میں سے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر و اُحد میں شامل ہوئے اور بئر معونہ کے حادثہ میں شہید ہو گئے جیسا کہ اس کتاب میں مفصل بیان ہوا ہے۔

گیا اور وہ بھی بنی سلیم میں سے تھے انہوں نے اس کی بات مان لی۔
اور جب غدر و خیانت کی افواج نے جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار سواروں تک پہنچی ہوئی تھی مارچ کیا تو مسلمانوں کو غفلت کی حالت میں آلیا اور وفد کے ممبران اپنے گھروں میں مطمئن ہو کر اپنے اس ایلچی کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے جسے انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے ساتھ عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا تھا اور ان کے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ان کی پناہ میں آنے والوں کے ساتھ ان کا عہد شکنی ظلم کی اس حد تک پہنچ جائے گی اور یہ وہ بات ہے جسے تمام عرب مسلمان اور بت پرست بُرا اور قبیح سمجھتے ہیں۔

وفد کے تمام آدمیوں کی تباہی

اسی دوران میں کہ اس علمی وفد کے مسلمان اپنے گھروں میں اطمینان سے موجود تھے کہ اچانک عامر بن الطفیل کے سواروں نے تمام اطراف سے ان کا گھیراؤ کر لیا، اور اعراب سلیم کی بیشمار افواج اس کی مدد کر رہی تھیں،
اسلامی وفد کے جوانوں کے لیے —— جن کی تعداد ستر تھی —— یہی چارہ کار رہ گیا کہ اپنی جانوں کے دفاع کے لیے جلدی سے اپنی تلواروں کو پکڑیں اور انہوں نے عہد شکنوں سے سخت جنگ کی لیکن بے فائدہ،
اور دشمن کی بے شمار جانباز، منظم اور تیار فوج نے انہیں کوئی موقع نہ دیا اور وہ تمام اطراف سے ان کے گھروں میں گھس گئی اور ان کی تلواروں نے باری باری انہیں لیا اور ان کے نیزوں نے انہیں اچک لیا، حتیٰ کہ وہ سب کے سب قتل ہو گئے، اللہ ان پر رحم فرمائے،
اور فقط دو آدمی قتل ہونے سے بچے ....

حضرت کعب بن زیدؓ اور عمرو بن امیۃ الضمری

حضرت کعب کو عہد شکنوں نے زخمی کرنے کے بعد، آپ کی حقیقت امر کو معلوم کیے بغیر، چھوڑ دیا آپ میں زندگی کی رمق باقی تھی اور آپ مقتولین کے درمیان پڑے رہے اور اس کے بعد زندہ رہے حتیٰ کہ معرکہ احزاب میں شہید ہوکر مرے اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری اس وفد کے ایک ممبر تھے جو مسلمانوں پر حملے کے وقت لوگوں کے مویشیوں میں تھے، آپ قیدی ہوگئے اور دشمن خدا — عہد شکنوں کے سردار — عامر بن الطفیل نے آپ کو آزاد کر دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ . . . . حضرت عمرو بن امیہ الضمری اور انصار کا ایک شخص لوگوں کے مویشیوں میں تھے اور انہیں لوگوں کی مصیبت کا پتہ ان پرندوں نے دیا جو فوج پر چکر لگا رہے تھے۔

ان دونوں نے کہا قسم بخدا ان پرندوں کی ضرور کوئی بات ہے وہ دونوں دیکھنے کے لیے آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے خون میں لت پت ہیں اور

---

[1]: کعب بن زید بن قیس بن مالک النجاری الانصاری آپ بدر میں شامل ہوئے اور غزوہ احزاب میں شہید ہوئے آپ کو ضرار بن الخطاب الفہری کا قاتل تیر لگا۔

[2]: عمرو بن امیہ بن خویلد بن ایاس الضمری آپ مشہور صحابہ اور اسلام کے سابقون میں سے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی روایت کرنیوالے ہیں اور آپ ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان کے نکاح کے سلسلہ میں حبشہ میں نجاشی کے پاس بھیجا تھا اور آپ ہی کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خبیب بن عدی شہید کے جُثہ کو اس لکڑی سے جس پر کفار مکہ نے آپ کو صلیب دیا تھا، لانے کے لیے بھیجا تھا آپ خلیفہ حضرت معاویہ کے زمانے تک زندہ رہے اور مدینہ میں وفات پائی ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے ۶۰ھ سے پہلے وفات پائی ہے۔

جن سواروں نے انہیں مارا تھا وہ کھڑے ہیں، انصاری نے حضرت عمرو بن امیہ سے کہا... آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر انہیں واقعہ سے آگاہ کریں، انصاری نے کہا میں تو اس جگہ کو چھوڑنے کا نہیں جس میں حضرت المنذر بن عمرو ــــ یعنی رئیس وفد ــ قتل ہوئے ہیں اور نہ ہی میں ایسا ہوں گا کہ جوان اس کے متعلق باتیں کریں پھر آپ نے لوگوں سے جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گئے۔

اور عمرو بن امیہ الضمری نے بھی جنگ کی حتیٰ کہ قید ہو گئے اور جب آپ نے انہیں بتایا کہ آپ مضر قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں تو عامر بن الطفیل نے آپ کو رہا کر دیا اور آپ کی پیشانی کے بالوں کو کاٹ دیا اور آپ کو اس گردن کے عوض آزاد کر دیا جس کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ اس کی ماں کے ذمے ہے اور مشرکین نے وفد کے رئیس کو امان کی پیشکش کی اور کہنے لگے... اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو امان دیتے ہیں مگر آپ نے انکار کیا پھر ان سے جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گئے۔

غم انگیز واقعہ کا مدینہ پر اثر

مدینہ نے اس مذکورہ واقعہ کی خبر شدید غم کے ساتھ حاصل کی جو اُحد کے غم انگیز واقعہ کے غم سے کم نہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اس کا بڑا اثر تھا جب آپ کو اس مذکورہ واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ــــ یہ ابو براء کا کام ہے ــــ یعنی عامر بن مالک نے آپ کے سامنے قرار کے اس وفد کو بھیجنے کی تجویز پیش کی تھی ــــ اور میں اسے ناپسند کرتا تھا اور اس سے خائف تھا اور ابن سعد نے اپنے طبقات الکبریٰ میں حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ ــــ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی پر اتنا متالم نہیں دیکھا جتنا آپ

اصحاب بئر معونہ پر متالم تھے۔

اور جس شخص نے اس دردناک واقعہ کی خبر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی وہ حضرت عمرو بن اُمیہ تھے جو اس خوفناک قتل سے بچ گئے تھے اور سیرت حلبیہ میں ہے کہ جب قراء کے وفد کو عامر بن الطفیل کے سواروں نے گھیر لیا تو وہ کہنے لگے .... اے اللہ ہم تیرے سوا تیرے رسول تک ہمارا سلام پہنچانے والا کوئی نہیں پاتے پس ہماری طرف سے انہیں سلام پہنچا دینا اور اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ منبر پہ چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا .... تمہارے بھائیوں نے مشرکین سے جنگ کی ہے اور انہوں نے ان کو قتل کر دیا ہے۔

اور ابن سعد نے اپنے طبقات الکبریٰ میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ — اللہ تعالےٰ نے بئر معونہ میں قتل ہونے والوں کے بارے میں قرآن نازل کیا جسے بعد میں منسوخ کر دیا گیا اور وہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے جو اس نے دھوکہ خوردہ شہداء کی جانب سے پہنچایا ہے کہ (ہماری قوم کے لوگوں کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے اور وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے اور ہم اس سے راضی ہو گئے ہیں)

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر جو مصیبت نازل ہوئی اس سے آپ متالم ہوئے حتیٰ کہ آپ (جیسا کہ صحیحین میں ہے) پُورا ایک ماہ پانچوں نمازوں میں قنوت پڑھتے رہے اور قبائل رعل، ذکوان اور عصیۃ کے ان لوگوں کے خلاف بددعا کرتے رہے جنہوں نے بئر معونہ میں آپ کے اصحاب سے غداری کی تھی۔

ضمری کا بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کرنا

حضرت عمرو بن امیہ الضمری جب مدینہ واپس آ رہے تھے تو وادی قناۃ میں (مدینہ کے قریب) آپ بنی کلاب کے عامر بن الطفیل کا قبیلہ ـــــ کے دو آدمیوں سے ملے پس آپ نے ان کے قریب ہو کر ان دونوں کو قتل کر دیا اور آپ کا خیال تھا کہ ان دونوں نے شورش پسندی کی ہے۔

آپ نے یہ کام کیا مگر آپ کو معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو امان دی ہے اس لیے جب آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کے قتل کے بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا، تو نے بہت بُرا کیا ہے انہیں میری طرف سے امان اور پناہ حاصل تھی میں ضرور ان دونوں کی دیت دُوں گا پھر آپ نے عہدو امان کے قانون کی تنفیذ کرتے ہوئے جو قبائل عرب پر حاوی تھا ان دونوں کی دیت ان کی مشرک قوم کو بھجوادی۔

اور ابو براء عامر بن مالک، اپنے بھتیجے عامر بن الطفیل کے فعل سے متالم ہوا اور اس عہد شکن شیطان کے ہاتھوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جو تکلیف پہنچی وہ اس پر گراں گزری تھی کہ ابو براء (جیسا کہ ابن برہان الدین نے بیان کیا ہے) اپنے بھتیجے کی اس شنیع خیانت کی کارروائی پر جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب سے کی جو اس کی پناہ اور امان میں تھے افسوس سے مرگیا۔

اور تاریخ نے بیان نہیں کیا کہ ملاعب الاسنۃ کے قبیلے نے، اپنے سردار کے خیال کو جو عامر بن الطفیل اور اس کی قوم سے انتقام لینے کا خیال تھا رد کیا ہو ہاں ابن ابی براء (اس کا نام ربیعہ تھا) نے اپنے باپ کے شرف کے لیے عہد شکن شیطان عامر بن الطفیل سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اس کی قوم کی مجلس میں اس کے

قتل کے ارادے سے اس پر نیزے سے حملہ کیا اور عملاً اس نے اسے نیزہ مارا مگروہ قاتلانہ ضرب نہ تھی کیونکہ وہ اس کی ران میں لگی تھی اور وہ اس سے نہ مرا، اور ابن الطفیل کا قبیلہ اس کے اور اس کے عمزاد کے درمیان حائل ہو گیا کہ وہ اسے دوسری سیدھی ضرب نہ لگائے اور انہوں نے ایسا کرنے سے قبل اسے گرفتار کر لیا۔ اور عامر بن الطفیل سے کہنے لگے اس سے قصاص لو اس نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ . . . اگر میں مرگیا تو میرا خون میرے چچا — یعنی ملاعب الاسنۃ ابو براء — کے لیے ہوگا اور اصحاب سیر نے روایت کی ہے کہ یہ ربیعہ بن مالک، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے افسوس کے اظہار کے لیے آیا کیونکہ آپ کے اصحاب کو اس کے باپ کی امان میں تکلیف پہنچی تھی اور آپ سے کہنے لگا — اگر میں عامر بن الطفیل کو تلوار یا نیزہ ماروں تو کیا میرے باپ سے یہ خیانت دُور ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا، ہاں، تو اس نے اسے نیزہ مارا جیسا کہ پہلے مفصل بیان ہو چکا ہے۔

مسلمانوں کی مسلسل آزمائش

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مصائب و آلام کی بھٹیوں میں ڈال کر اس اُمت کے مخلص لوگوں کی آزمائش کی اور انہوں نے ان کٹھن حالات میں ستر جوانوں کو کھو دیا جن کی انہیں بہت ضرورت تھی، لیکن اس آزمائش کے تسلسل نے اسے حق پر ثابت قدم رہنے اور باطل کے مقابل میں ڈٹ جانے میں مزید بڑھا دیا اور اس آزمائش سے اللہ کا بھی اُن سے یہی مقصد تھا۔ (ام حسبتم . . . . الا ان نصر اللہ قریب[1])

---

[1] سورۃ بقرہ ۲۱۵

ترجمہ:- کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو گے اور ابھی تمہارے پاس اپنے سے گذشتہ لوگوں کی مثالیں نہیں آئیں ان کو بھوک اور تنگی نے چھوا حتیٰ کہ رسولؐ اور اس کے ساتھ جو لوگ تھے کہنے لگے اللہ کی مدد کب آئے گی؟ آگاہ رہو بلاشبہ اللہ کی مدد قریب ہے۔

دوسری مصیبت ۔۔۔ الرجیع کا واقعہ (صفر ۴ھ)

جس وقت ستر آدمیوں کے قتل کی وجہ سے جو (غداری سے قبائل سلیم کے ہاتھوں) اپنی موت سے دوچار ہوئے تھے مدینہ پر غم و افسوس کے بادل چھائے ہوئے تھے اُسی وقت مدینہ کو غداری کے ایک دُوسرے غم انگیز واقعہ کی اطلاع ملی جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اصحاب میں سے مخلص لوگ اس کی قربانی بن گئے اور غداری کا یہ واقعہ (مکمل طور پر) بئر معونہ کے واقعہ سے مشابہت رکھتا ہے مسلمانوں کو غداری کے جس واقعہ سے پالا پڑا ہے اس میں اسلامی پڑاؤ نے بئر معونہ میں ستر شہیدوں کو کھویا اور یہ واقعہ نجدی قبائل کے ہاتھوں پیش آیا،

اور اب ہم جس واقعہ کو بیان کرنے والے ہیں وہ حجازی قبائل، اور بالذات حرم کے پڑوسیوں کی طرف سے ہوا اور یہ دُوسرا واقعہ ہے ــــ اگرچہ اس میں مقتولین کی تعداد بئر معونہ کے مقتولین سے کم ہے ــــ مگر عہد شکنوں نے اس میں نہایت گھٹیا قسم کی خیانت کی مثال پیش کی ہے۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ عضل اور القارۃ، جو الہون بن خزیمہ بن مدرکہ سے ہیں کا ایک وفد ماہ صفر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ وہی مہینہ ہے جس میں بئر معونہ کا واقعہ ہوا تھا اور انہوں نے آپ کے سامنے اظہار اسلام کیا اور آپ سے گذارش کی کہ آپ ان کے ساتھ اپنے معلم اصحاب

کا ایک ڈیلیگیشن بھیجیں تاکہ وہ انہیں دین اسلام کی تعلیم دیں انہوں نے کہا

یا رسول اللہ، ہم مسلمان ہیں ہمارے ساتھ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگ بھیجیں جو ہمیں سمجھائیں اور ہمیں قرآن پڑھائیں اور ہمیں احکام اسلامی کی تعلیم دیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گذارش کو قبول فرمالیا اور مطلوبہ تعلیمی ڈیلیگیشن کے ممبران کو مندرجہ ذیل طریق پر تشکیل دیا۔ حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی[1] ٹو ممبران کے رئیس تھے جن میں مشہور تیر انداز ہیرو حضرت عاصم بن ثابت بن الافلح[2] بھی شامل تھے جو اُحد کے روز اسلامی فوج کی جنگ کے ایک ستون تھے جن کے تیروں نے اس معرکہ میں قریش کے علمبرداروں کے دو آدمیوں کو قتل کردیا تھا۔

اس تعلیمی وفد نے جنوب کی طرف مکہ کی جانب منہ کیے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا اور اس کے ساتھ وہ غدار وفد بھی تھا جو مدینہ میں اظہار اسلام کرتے آیا تھا۔

ڈیلیگیشن کے جوانوں کے ساتھ خیانت

اور جب یہ لوگ ایک جگہ پر پہنچے جسے ذات الرجیع کہا جاتا ہے ——— یہ عسفان اور مکہ کے درمیان، ہذیل کا ایک پانی ہے ——— تو جن لوگوں نے اظہار اسلام کیا تھا انہوں نے ان کے ساتھ خیانت کی اور انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ

---

[1]:- آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے۔

[2]:- آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے۔

وسلم سے گذارش کی تھی کہ آپ انہیں ان کی قوم کی طرف اسلام کی تعلیم دینے کے لیے بھیجیں اس جگہ (ذات الرجیع) پر اس منطقہ کے قبائل نے (جو ہذیل سے تعلق رکھتے تھے) نہایت گھناؤنی خیانت اور کمینگی کے حد درجہ گرے ہوئے اسالیب کی مثال پیش کی۔

اسی دوران میں کہ اسلامی تعلیم کے ڈیلیگیشن کے جوان پانی کے اردگرد اپنے گھروں میں اطمینان سے بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ خائن وفد کے جوان بھی تھے کہ اچانک یہ خائن جوان یکے بعد دیگرے اسلامی تعلیمی ڈیلیگیشن کے جوانوں کے درمیان سے کھسکنے لگے پھر وہ قبیلہ ہذیل کی طرف متوجہ ہو کر ڈیلیگیشن کے پُر امن جوانوں کے خلاف ان سے مدد مانگنے لگے کہ وہ اس مصالحاتی علمی وفد کے ساتھ خیانت کرنے میں ان کے ساتھ مشارکت کریں جو جنگ کے متعلق مُطلقاً سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

اور ہذیل قبیلہ نے رذالت و خیانت کے اس داعی کی بات کو قبول کر لیا اور تعلیمی ڈیلیگیشن کے جوان جن کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی، صرف ان جوانوں سے خوفزدہ ہوئے جن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور انہوں نے تمام اطراف سے ان کا گھیراؤ کر لیا، پس ڈیلیگیشن کے دسیوں جوان اپنی جانوں کے دفاع کے لیے اپنی تلواروں کی طرف جلدی سے بڑھے لیکن جب بزدل عہد شکنوں نے شدت مقاومت وقتال کو دیکھا تو انہوں نے ان سے اپیل کی کہ وہ جنگ سے رُک جائیں اور انہوں نے اُن کے سامنے امان کی پیشکش کی اور کہا،

قسم بخدا ہم آپ کو قتل نہیں کرنا چاہتے اور تمہارے لیے اللہ کا عہد و میثاق ہے کہ ہم تمہیں قتل نہ کریں۔

ڈیلیگیشن کے جوانوں میں سے مقتولین

اس پیشکش پر ڈیلیگیشن کے جوانوں کے درمیان باہم اختلاف ہوگیا ایک فریق نے جس کی اکثریت تھی عہد شکنوں کی پیشکش کو مسترد کردیا اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم کبھی کسی مشرک کے عہد وعقد کو قبول نہ کریں گے،

اور اس فریق کے سرخیل حضرت مرثد بن ابی مرثد (ڈیلیگیشن کے رئیس) اور خالد بن ابی بکر اور عاصم بن ثابت بن ابی الافلح تھے اور انہوں نے ——— جن کی تعداد سات تھی ——— خائنوں پر حملہ کر دیا اور بہادروں کی طرح ان سے جنگ کی لیکن ہذلی مجرمین کی کثرت ان اصفیاء پر متغلب ہوگئی اور وہ سب کے سب قتل ہو کر گر پڑے اللہ ان پر رحم فرمائے،

اور نبوی ڈیلیگیشن کے دوسرے فریق ——— جن کی تعداد تین تھی ——— رائے یہ تھی کہ مقابلہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور انہوں نے اس امان پر اعتبار کر لیا جو قبیلہ ہذیل کے آدمیوں نے انہیں پیش کی تھی پس وہ تابعدار بن گئے اور خائنین نے ان کی مشکیں باندھ دیں اور یہ تابعداری کرنے والے حضرت زید بن الدثنۃ[1] حضرت خبیب بن عدی[2] اور اور حضرت عبداللہ بن طارق[3] تھے

---

[1] زید بن الدثنہ (دال کی زبر اور ث کی زیر کے ساتھ) بن معاویہ البیاضی الانصاری اسلام کے سابقون میں سے تھے اور بدر و احد میں شامل ہوئے، مشرکین نے آپ کو تنعیم مقام پر کریں باندھ کر قتل کیا جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی [2]، خبیب (پہلے حرف کی پیش اور دوسرے کی زبر کے ساتھ) بن عدی بن مالک اوسی انصاری اسلام کے سابقون میں سے تھے، بدر و احد میں شامل ہوئے، اہل مکہ نے آپ کو قتل کر دیا اور حضرت زید بن الدثنہ کے ساتھ تنعیم میں آپ کو صلیب دیا جیسا کہ ابھی اس کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہوگی انشاء اللہ [3] عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک البلوی اور معاہدے کی رو سے انصاری، موسیٰ بن عقبہ نے آپ کو بدریوں میں شمار کیا ہے۔

ان تینوں کے قیدی ہو جانے کے بعد، ہذلی جلدی سے انہیں مکہ لے گئے تاکہ قریش کے وہ مشرکین انہیں ان سے خرید لیں جن کے متعلق ہذیل کو علم تھا کہ انہیں یہ بات بہت خوش کرے گی کہ ان کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اس قسم کے آدمی ہیں۔

ہاں ان تینوں میں سے ایک ـــــ حضرت عبداللہ بن طارق ـــــ اپنی تابعداری پر پشیمان ہوئے اور آپ نے زنجیر سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا پھر اپنی تلوار اٹھالی اور لوگوں سے جنگ کرنے لگے لیکن بزدلوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور ان میں سے کسی نے آپ کے ساتھ تلوار سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کی بلکہ وہ آپ کو پتھر مارنے لگے حتیٰ کہ آپ نے زندگی کو خیرباد کہہ دیا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

ہذیل کا دو قیدیوں کو قریش کے پاس فروخت کرنا

حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن الدثنہ کو ہذیل مکہ لائے اس وقت مکہ اور مدینہ کے درمیان جنگ کی حالت تھی، مکہ کے کفار کو ان دو قیدیوں کی آمد نے خوش کیا اور وہ ان دونوں کی خریداری کے لیے اس مقصد کے پیش نظر ہذیل سے سودے بازی کرتے لگے کہ وہ ان دونوں کے قتل سے مدینہ کے پڑاؤ سے انتقام لیں گے اور یہ سودے بازی اس بات پر ختم ہوئی کہ قریش، قبیلہ ہذیل کے دو قیدیوں کو جو کسی گذشتہ جنگ میں جو دونوں قبیلوں کے درمیان ہوئی تھی، اہل مکہ کے قبضہ میں آگئے تھے ان کے سپرد کر دیں اور ہذیل نے ـــ اس کے بالمقابل ـــ قریش کو یہ دو صحابی دے دیئے اور قریش نے ان دونوں کے بارے میں قتل کا حکم نافذ کر دیا، ابن سعد نے اپنے طبقات الکبریٰ میں بیان کیا ہے کہ صفوان بن امیہ الجمحی[1]

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے۔

نے حضرت زید بن الدثنہ کو خرید لیا اور آپ کو اپنے باپ اُمیہ بن خلف کے بدلے میں قتل کر دیا جسے مسلمانوں نے معرکۂ بدر میں قتل کیا تھا اور حجیر بن ابی اہاب نے حضرت خبیب بن عدی کو خرید لیا اور آپ کو اپنے بھانجے عقبہ بن الحارث بن عامر کے سپرد کر دیا کہ وہ آپ کو اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر دے جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا،

چونکہ یہ واقعہ حرمت والے مہینوں میں ہوا تھا، بلاشبہ مشرکین مکہ نے ان دونوں صحابیوں کے بارے میں قتل کے حکم کی تنفیذ کو بڑی بات قرار دیا، حتیٰ کہ یہ مہینے گزر گئے جن میں عرب خونریزی نہیں کرتے۔

اس لیے قریش نے ان دونوں قیدیوں کو، حرمت والے مہینوں کے ایام کے گزرنے کے انتظار میں، قید خانے میں ڈال دیا اور جب یہ مہینے گزر گئے تو مشرکین مکہ نے اپنے دونوں قیدیوں کو نہایت بُرے اور وحشیانہ طریقے سے قتل کر دیا۔

قریش نے دونوں قیدیوں کو کیسے قتل کیا؟

چونکہ مشرکین ان دنوں حدودِ حرم کے اندر خون ریزی کو جائز نہیں سمجھتے اس لیے وہ ان دونوں قابلِ تعریف صحابیوں کو حدودِ حرم سے پرے لے گئے، اور وہاں متصلہ تنعیم میں مشرکین نے حضرت زید بن الدثنہ اور حضرت خبیب بن عدی کو قتل کر دیا۔

اور حضرت زید بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے غلام نسطاس[۵] کے سپرد کر دیا اور

---

۵ نسطاس، صفوان بن امیہ کا غلام، احد میں مشرکین کے ساتھ شامل ہوا اور اس نے اپنے آقا صفوان کو اس وقت موت سے بچایا جب اس نے ایک مسلمان کو، جو صفوان بن امیہ کو قتل کرنے والا تھا، خنجر مارا اللہ کے اسلام کی طرف اس کی راہنمائی کی، اور اس کے اسلام لانے کی تاریخ معلوم نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اس نے فتح کے سال اسلام قبول کیا ہے۔

اسے آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اس نے ایسے ہی کر دیا، اور اس گھناؤنے جرم کی تنفیذ کے لیے زعماتے مکہ اپنی بیویوں، بچوں اور غلاموں کے ساتھ حاضر ہوتے۔ اور ان میں ابو سفیان بن حرب بھی شامل تھا،

اور ان دونوں صحابیوں نے عقیدہ پہ کئی قسم کے ثبات و شجاعت کا اظہار کیا، جس نے انہیں صدیقین اور شہداء کی اعلیٰ سطح پہ قائم کر دیا اور جب حضرت زید بن الدثنہ کو قتل کے لیے آگے کیا گیا تو ابوسفیان نے آزمائش کے طور پہ آپ سے کہا اے زید میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں ـــ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ اب ہمارے پاس آپ کی بجائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور ان کو قتل کر دیا جاتے، اور آپ اپنے اہل میں ہوں ؟

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا جواب تھا . . . . نہیں خدا کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ پہ ہوں جس پہ وہ ہے اور آپ کو اذیت دینے والا کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے اہل میں بیٹھا ہوں۔

ابوسفیان نے کہا میں نے کسی شخص کو کسی سے اس طرح محبت کرتے نہیں دیکھا ـــ جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے بعد نسطاس نے حضرت زید کی طرف بڑھ کر آپ کو قتل کر دیا۔

اور قبل اس کے کہ نسطاس حضرت زید کو قتل کرتا، مشرکین حضرت زید کی تعذیب کے لیے تیار ہو گئے اور انہوں نے آپ کو باندھ لیا۔ اور آپ کے نازک مقامات پہ تیر مارنے لگے کہ شاید آپ فتنہ میں پڑ جائیں اور اپنے دین سے رجوع کر لیں، مگر اس بات نے آپ کو اپنے رب کے حضور ایمان و تسلیم میں بڑھا دیا اور انہوں نے آپ کو قتل کر دیا۔ اللہ آپ پہ رحم فرماتے۔

اور حضرت خبیب شہید کے قتل پہ کفارِ مکہ کا، حضرت زید بن الدثنہ کے قتل سے بھی

بڑا اجتماع ہوا، آپ نے اپنے قتل ہونے کو قبول کیا، اور انہوں نے آپ کو نیزے سے مارنے کے لیے لکڑی پر صلیب دینے کے بعد، آپ سے آپ کے دین کے بارے میں سودے بازی کی اور آپ کو آپ کے ایمان سے ہلانا چاہا، اور انہوں نے آپ کو پیشکش کی کہ اگر آپ اپنے دین سے رجوع کر لیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار بیزاری کریں تو وہ آپ کو قتل نہیں کریں گے ۔ انہوں نے آپ سے کہا ــــ اپنے دین کو چھوڑ دیجیے، ہم آپ کا راستہ چھوڑ دیں گے، اور اگر آپ نے رجوع نہ کیا تو ہم ضرور آپ کو قتل کریں گے،

اور آپ کا جواب اس مومن صادق کا جواب تھا، جو راہِ خدا میں موت کو شیریں خیال کرتا ہے ..... بلاشبہ راہِ خدا میں میرا قتل ہو جانا ایک معمولی بات ہے . . . اور آپ نے اس سودے بازی کو مسترد کر دیا۔

اور قتل کے حکم کی تنفیذ سے قبل حضرت خبیب نے کفارِ مکہ سے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، تو انہوں نے آپ کو مہلت دے دی، آپ نے ان دو رکعتوں کو نہایت اچھی طرح پڑھا، پھر مشرکین کے پاس آکر کہنے لگے، قسم بخدا! اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرتے کہ میں نے قتل سے گھبرا کر ان دو رکعتوں کو لمبا کر دیا ہے، تو میں نماز کو لمبا کرتا..... ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت خبیب بن عدی پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت ان دو رکعتوں کی سنت جاری کی ہے۔

مشرکین نے حضرت خبیبؓ کو کیسے قتل کیا؟

جب کفارِ مکہ نے حضرت خبیب کو لکڑی پر صلیب دیا، تو اس کے بعد آپ نے مصلوب ہونے کی حالت میں دُعا کی ..... اے اللہ اس جگہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں جو تیرے رسول کو میرا سلام پہنچا دے، پس تو میری طرف سے انہیں سلام پہنچا دینا، اور جو سلوک ہمارے ساتھ ہو رہا ہے اس کی بھی آپ کو اطلاع کر دینا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مظلوم شہید کی دعا کو قبول فرمایا اور جو کچھ حضرت خبیب سے ہوا اس کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ــــ حضرت اسامہ نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جس دن حضرت خبیب کو قتل کیا گیا) اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور ہم نے آپ کو کہتے سنا.. وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر فرمایا یہ جبریلؑ تھے، جو مجھے سلام کہتے تھے ــــ خبیب کو قریش نے قتل کر دیا ہے۔

پھر حضرت خبیب نے اللہ کے حضور دعا کی ــــ اے اللہ ان کے عدد کو شمار کر اور ان کو متفرق کر کے مار، اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ۔

اور ابن اسحاق نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے بیان کیا ہے کہ حضرت خبیب کے قتل ہونے میں وہ بھی اپنے باپ کے ساتھ حاضر تھے، حضرت معاویہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خبیبؓ نے ان کے خلاف بددعا کی تو میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ وہ مجھے حضرت خبیب کی دعا کے خوف سے زمین پر پھینکتا تھا اور ان کا یقین تھا کہ جب آدمی کے خلاف بددعا کی جائے تو وہ اپنے پہلو کے بل لیٹ جائے تو اس بددعا کا اثر اس سے زائل ہو جاتا ہے۔

پھر قریش نے ان چالیس جوانوں کو بلایا جن کے آباء کو مسلمانوں نے بدر کے روز قتل کیا تھا، اور ان میں سے ہر ایک کو نیزہ دیا اور کہنے لگے اس نے تمہارے آباء کو قتل کیا تھا، پس وہ ان نیزوں سے آپ کو مارنے لگے، حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو پارا پارا کر دیا۔ رضی اللہ عنہ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عقبہ بن الحارث نے حضرت خبیب کو قتل کیا تھا اور وہ چھوٹا بچہ تھا ایک قرشی نے اس کے ہاتھ میں نیزہ دے دیا پھر اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اس سے حضرت خبیب کو مارا، حتیٰ کہ اس نے آپ کو

قتل کر دیا، اور عقبہ بن الحارث[1] (مسلمان ہونے کے بعد) کہا کرتے تھے — قسم بخدا میں نے حضرت خبیب کو قتل نہیں کیا، کیونکہ میں تو بہت چھوٹا تھا، اس بات کو ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں بیان کیا ہے۔

اس جرم کے آثار

اور مشہور درویش اور متقی حضرت سعید بن عامر الجمحی[2] بھی مسلمان ہونے سے قبل حضرت خبیب شہید کے قتل کے موقع پر حاضر ہونے والوں میں شامل تھے اور اس کے بعد جب کبھی آپ کے دل میں حضرت خبیب کے قتل کا خیال آتا تو آپ بے ہوش ہو جاتے۔

ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضہ نے حضرت سعید کو شام کی بعض نواح پر گورنر مقرر کیا اور حضرت عمر کو بتایا گیا کہ بعض اوقات مجلس امارت میں آپ بے ہوش ہو جاتے ہیں، حضرت عمر رضہ نے ایک دفعہ اپنے پاس آنے پر آپ سے پوچھا — آپ کو یہ کیا تکلیف ہو جاتی ہے؟ آپ نے کہا یا امیر المومنین! قسم بخدا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے لیکن میں ان لوگوں میں شامل تھا، جو حضرت خبیبؓ کے قتل کے وقت حاضر تھے، اور میں نے

---

[1] عقبہ بن الحارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف، ابو سروعہ، آپ نے اسلام قبول کیا اور آپ کو صحبت حاصل تھی، آپ نے حضرت ابن زبیر کی خلافت میں وفات پائی۔

[2] سعید بن عامر بن حدیم بن سلامان، القرشی الجمحی کبار صحابہ اور فضلاء میں سے تھے، آپ دیر سے مسلمان ہوئے، حتی کہ غزوہ خیبر سے قبل اور اس کے بعد کے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے، آپ زہد و صلاح میں مشہور تھے، اسی وجہ سے حضرت عمر آپ کو پسند کرتے تھے اور آپ نے شام کی بعض نواح پر آپ کو امیر مقرر کیا آپ نے حضرت عمر رضہ کی خلافت میں سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی۔

نے آپ کی دُعا کو سُنا، اور قسم بخدا! جب اس کا خیال میرے دل میں آتا ہے اور میں مجلس میں موجود ہوتا ہوں تو میں بے ہوش ہو جاتا ہوں، سو اس بات نے حضرت عمرؓ کے ہاں آپ کو بلاتی میں بڑھا دیا۔

اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا ہے جو ایک مشہور مثل بن گیا ہے۔
"جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ راہِ خدا میں میرا پچھڑنا کس پہلو کے بل ہو گا۔

مُصیبت پر یہود اور مُنافقین کی خوشی

اسلامی ڈیلیگیشن کو ہذیل کے ہاتھوں جو تکلیف پہنچی اس سے یہود اور منافقین کو خوشی ہوئی، اور وہ ان سے ٹھٹھا مذاق کرنے لگے، اور وہ ان نیک شہداء کے بارے میں (دل ٹھنڈا کرنے کے لیے) کہنے لگے، ہائے ان ہلاک ہونے والے پاگلوں پر افسوس، نہ وہ اپنے اہل میں بیٹھے اور نہ انہوں نے اپنے آقا کی پیغامبری کی، پس اللہ تعالےٰ نے منافقین کے اس قول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی،

ومن الناس . . . . واللہ لا یحب الفساد
"اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کا قول دنیاوی زندگی کے بارے میں تجھے تعجب میں ڈال دے گا اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ ٹھہرائیں گے حالانکہ وہ بہت جھگڑالو ہیں اور جب وہ حاکم بنتا ہے تو زمین میں فساد کرنے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرنے کے لیے تگ و دو کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ (البقرہ ۲۰۵)

۳۔ غزوہ بنی نضیر، ربیع الاول سنہ ۴ھ

معرکۂ اُحد کے بعد اور غزوۂ احزاب سے قبل مسلمانوں نے جو تیسرا فوجی دستہ تیار کیا،

وہ دستاویز ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، مدینہ کے نواح میں بسنے والے بنی نضیر کے یہودیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اور ان کی ان ریشہ کاریوں اور سازشوں کو روکنے کے لیے بھیجا تھا جن کا مقصد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ اور اس حکومت کو تباہ کرنا تھا، جسے آپ نے اسلام کی پناہ میں قائم کیا تھا،

جب سے مسلمان مدینہ میں ٹھہرے تھے، یہ یہود ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مواقع کی تاک میں تھے اور ان یہود کی دشمنانہ کاروائیاں، سازشوں، غیبتوں اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے اور ان کی وحدت کو پارا پارا کرنے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پیدا کرنے کی تحریض پر اکتفا کرتی تھیں۔

اور بنو قینقاع کے یہود (جیسا کہ ہم فصل اول میں بیان کر چکے ہیں) پہلے لوگ ہیں جنہوں نے یہود اور مسلمانوں کے باہمی سول نزاع کو مسلح نزاع میں تبدیل کر دیا پس مسلمانوں نے ان کے قلعوں میں ان کا محاصرہ کر لیا، پھر انہوں نے ان کو آنا ما اور مدینہ سے ان کی جلاوطنی کی تکمیل ہو گئی،

اور بنی نضیر کے یہود، بنی قینقاع کے معرکہ میں جنگی طور پر شامل نہ ہوئے، اگرچہ جذباتی طور پر وہ انہی کے ساتھ تھے اور بنی نضیر کے یہود، بنی قریظہ کی طرح) مسلمانوں کے ساتھ اپنے عہد پر قائم رہے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی فوجی کاروائی نہ کی، خصوصاً انہوں نے بنی قینقاع کے یہود سے عبرت حاصل کی، جو مسلمانوں کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانے کے نتیجہ میں تابعدار بنے، پھر ہجرت کے دوسرے سال انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔

لیکن بنی نضیر نے جب دیکھا کہ اس طریق پر چلنا ان کے کینے کو ٹھنڈا نہیں کرے گا اور نہ ان کے مقصد کو پورا کرے گا تو انہوں نے خیانت کی خوفناک کاروائی کرنے کا فیصلہ کیا جو نزدیک ترین راہ سے انہیں ان کے بڑے مقاصد تک پہنچا دے، اور اس

بارے میں معرکۂ احد میں مسلمانوں کو جو حربی سرنگونی حاصل ہوئی جس میں انہوں نے ستر شہیدوں کو کھو دیا، نیز معرکہ احد میں انہیں پے بہ پے مصیبتیں پہنچیں انہوں نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی مدد کی، پھر بئر معونہ اور ذات الرجیع کے واقعات میں انہوں نے (جو احد کی مصیبت سے دو ماہ سے بھی کم عرصہ میں پیش آئے) اپنے اسی جوانوں کو کھو دیا، جو ان کے بہترین سپاہی اور عالم تھے، ان باتوں کی وجہ سے یہود، مسلمانوں کو کمزور سمجھنے لگے، اور ان کا لالچ کرنے لگے،

بنو نضیر کا اپنے دیار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنیکی کوشش کرنا

اس لیے یہود نے اس یقین پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا، کہ اس قسم کے جرم کی تنفیذ دعوتِ اسلامی کی سرگرمیوں کو روک دے گی اور اس کی آواز کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دے گی اور از سرِ نو یثرب پر ان کے تسلط کا راستہ کھول دے گی،

اور بنی نضیر، قتل کی سازش کی تنفیذ کے لیے موقع کی تلاش کرنے لگے، اور عملاً انہیں یہ موقع مل گیا، مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو اس کے شر سے بچا لیا۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عمرو بن امیۃ الضمری نے بنی عامر کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا، جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امان دی ہوئی تھی، جس کا ابن امیۃ الضمری کو علم نہ تھا، جو نجد میں بنو عامر کی غدارانہ سازشِ قتل سے بچنے والا واحد شخص تھا، جس کی ۔۔۔۔ ستر صحابہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئر معونہ میں بھینٹ چڑھے تھے، جیسا کہ ہم اس کتاب کے گزشتہ صفحات میں (بئر معونہ کا دردناک واقعہ) کے زیرِ عنوان اس کی تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

✢

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیارِ بنی نضیر میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو مشرک عامریوں کو جو عہد دیا تھا، اس کو پورا کرنے کے لیے آپ نے ان دونوں کی دیت ان کے وارثوں کو دینے کی پابندی کی، حالانکہ وہ دونوں اس قبیلے سے تھے جس کے ایک سردار نے مسلمانوں کے ساتھ خیانت کر کے بھیانک ترین جرم کا ارتکاب کیا تھا، اور وہ عامر بن الطفیل تھا، جو بیئر معونہ میں مسلمانوں کے خوفناک قتل کا پہلا مجرم اور ذمہ دار تھا۔

چونکہ مسلمان اور یہود کے درمیان ابھی تک معاہدہ قائم تھا، اور مزید برآں یہ کہ بنو عامر ان یہود کے حلیف تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس اپنے کبار صحابہ کے وفد کے ساتھ، جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت علیؓ شامل تھے۔ بنی نضیر کی فرودگاہوں کی طرف چلے گئے۔ (تاکہ یہود سے حلیفوں کی طرح) ان دو عامریوں کی دیت کی ادائیگی کے لیے مشارکت کی اپیل کریں۔

یہود نے وفد کو خوش آمدید کہا اور آپ کی اپیل کے جواب میں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ اس کے لیے تیار ہیں انہوں نے کہا:

ہاں اے ابو القاسم آپ نے ہم سے جو مدد مانگی ہے ہم اس میں آپ کی مرضی کے مطابق آپ کی مدد کریں گے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے یہود کا منصوبہ

اسی دوران میں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور وفد کے بقیہ آدمی اس وعدہ کے پورا کرنے کی انتظار میں تھے جو یہود نے دیت دینے میں مشارکت کے متعلق کیا تھا کہ ان یہود کے زعماء ایک فوری خفیہ میٹنگ میں جو انہوں نے اپنے ایک قلعے میں کی،

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنانے لگے، اور جس منصوبے پر انہوں نے اتفاق کیا وہ یہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر گرا دیا جائے، اور آپ جس جگہ بیٹھے ہوتے تھے۔ وہ ان کے ایک قلعے کی دیوار کے سائے میں تھی۔

اور اس میٹنگ میں، جس میں انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے موضوع پر بحث کی، سلام بن مشکم نے ـــــ جو ان کا ایک سردار تھا۔ ـــ اس موضوع کے بارے میں ان کا مقابلہ کیا، اور اپنی قوم کو اس غداری کے رستے پر چلنے سے انتباہ کیا، اور اس نے انہیں کہا ـــ ایسا نہ کرنا، خدا کی قسم جو تم نے آپ کے متعلق ارادہ کیا ہے، آپ کو اس کی خبر ہو جائے گی، اور یہ اس عہد کو توڑنا ہے جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہے۔

لیکن ابن مشکم کے اس معارضہ کو میٹنگ کرنے والوں کی تائید حاصل نہ ہوئی، اور وہ قتل کی سازش کے راستہ پر چل پڑے اور انہوں نے اس کی تنفیذ کے لیے ایک منصوبہ بنایا، جس کا تقاضا یہ تھا کہ عمرو بن جحاش بن کعب (ان کا ایک آدمی) اس قلعے کی چھت پر چڑھ جائے جس کے سائے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں، پھر وہ آپ پر پتھر گرا دے جو آپ کا کام تمام کر دے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سازش سے کیسے بچے؟

مگر اللہ تعالٰے نے اپنے نبی کو بچایا، اور آپ نے سازش کی تنفیذ سے تھوڑا عرصہ قبل یہود کے ارادۂ قتل کی خبر پا کر اس جگہ کو چھوڑ دیا، جس میں آپ بیٹھے تھے، پس آسمان سے آپ کے پاس خبر آئی، اور اللہ تعالٰے نے ان مجرم یہود کو رسوا کیا، اور انہیں وہ بات یاد آئی، جو سلام بن مشکم نے انہیں سازش پر قائم رہنے سے انتباہ کرتے ہوئے کہی تھی، اور انہیں آگاہ کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی اس سازش سے آگاہ کر دیگی

مگر انھوں نے اس کے انتباہ پر کان نہ دھرا۔

اور اس ذلیل سازش کے انکشاف کے بعد، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہود سے کوئی بات کیے بغیر فوراً مدینہ واپس آتے اور وفد کے بقیہ ممبران نے جو آپ کے اصحاب میں تھے، بغیر یہ معلوم کیے کہ آپ نے اس اچانک صورت میں بنی نضیر کی منازل کو کیوں چھوڑا ہے، آپ کی پیروی کی، ہاں جب وہ مدینہ میں آپ سے ملے تو آپ نے انہیں منکشف شدہ حقیقت سے مطلع کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیاسی مہارت

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیارِ بنی نضیر کو چھوڑا، تو ان یہود کو اپنے چھوڑنے کی خبر نہ ہونے دی اور (اپنی جگہ سے حرکت کرتے وقت) انہیں اس وہم میں ڈال دیا کہ آپ قضائے حاجت کے لیے جا رہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بد ترین احتمال کا اندازہ کر لیا تھا اور وہ یہ کہ یہود سے (جنہوں نے اپنے دیار میں قتل کے طریق سے آپ سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا) مستبعد نہ تھا کہ وہ اپنے دیار میں آپ کے اپنے چند صحابہ کے ساتھ جو سب کے سب غیر مسلح تھے، اکیلا موجود ہونے کو غنیمت جانیں اور ان کا گھیراؤ کر لیں (جب انہیں پتہ چلے گا، کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سازش کا انکشاف ہو گیا ہے) پھر قبل اس کے کہ آپ مدینہ کی طرف صحیح سلامت واپس آنے کی قوت پائیں وہ آپ کو قتل کرنے میں جلدی سے کام لیں۔

اس لیے جب آپ اپنی جگہ سے چلے، جو دیوار کے سائے میں تھی تو آپ نے یہود کو اس وہم میں ڈال دیا کہ آپ ان کے دیار کو چھوڑنے کا عزم نہیں رکھتے بلکہ آپ قضائے حاجت کے لیے جا رہے ہیں، یوں آپ نے ان یہودیوں کے موقع کو ضائع کر دیا، جو آپ

کے خاتمے کا بہت قیمتی موقع بن سکتا تھا ،

یہود کو مدینے سے جلاوطنی کا انتباہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عزم سے عبرت حاصل کی جس سے وہ اپنے دیار میں خیانت سے اور اس عہد کو توڑتے ہوتے ، جو آپ کے اور ان کے درمیان تھا، آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے ان کے شر سے بچنے اور ان کی دسیسہ کاریوں اور سازشوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے منطقۂ یثرب سے ان کو جلاوطن کر دینے کا فیصلہ کیا، آپ نے انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دینے کا انتباہ کیا اور اس انتباہ کو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری ان کے پاس لے کر گئے ، آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو بلا کر فرمایا :

بنی نضیر کے یہود کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم میرے علاقے سے باہر نکل جاؤ، تم نے اس عہد کو توڑ دیا ہے جو میں نے تم سے کیا تھا ، تم نے خیانت کا ارادہ کیا ہے ، میں تم کو دس دن کی مہلت دیتا ہوں ، اس کے بعد جس شخص کو دیکھا گیا اسے قتل کر دیا جائے گا۔[1]

اور حضرت ابن مسلمہ فوراً اس انتباہ کو یہود کے پاس لے گئے اور جب انہوں نے انتباہ کو وصول کیا تو پشیمان ہوتے ، اور تاریخ نے بیان نہیں کیا کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کا جو ارادہ کیا تھا وہ اس کی ذمہ داری سے باہر نکلے ہوں۔

---

[1] طبقات ابن سعد الکبریٰ جلد ۲ صہ ۵۷

یہود کا انتباہ کو مسترد کرنا

یہود اس سخت انتباہ کے سامنے کمزور پڑ گئے اور انہیں کوچ کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا اور وہ اس کے لیے تیار ہونے لگے، اور انہوں نے اپنے باربرداری کے اونٹوں کی طرف ان کی چراگاہوں میں پیغام بھیجا، اور اس شدید انتباہ کے دباؤ تلے، جو انہیں سالارِ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا، انہوں نے مدینہ چھوڑنے کی تیاری کرتے ہوئے، اشجع قبیلہ کے اونٹ کرائے پر لیے۔

لیکن مدینہ کے زعمائے نفاق نے (جن کا سرخیل عبداللہ بن ابی تھا) ان یہود کو سلام بھیجا اور مدینہ میں رہنے پر ان کی حوصلہ افزائی کی اور ان سے کہا کہ وہ نبوی انتباہ کو مسترد کر دیں، اور اگر وہ قوت کے ساتھ انہیں جلا وطن کرنے پر اصرار کریں تو وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پر تیار ہو جائیں، اور ان منافقین نے انہیں یقین دلایا کہ جب مسلمان ان سے جنگ کریں گے تو وہ ان کو فوجی مدد دیں گے۔ انہوں نے ان کو پیغام بھیجا ـــــ تم ثابت قدم رہو اور رکاوٹ کرو، ہم تمہیں بے یارو مددگار نہیں چھوڑیں گے، اگر تم سے جنگ کی گئی، تو ہم تمہارے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے، اور اگر تم نکلے تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے[1]

اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی[2] نے ان کی طرف (خفیہ) آدمی بھیجا، جس نے انہیں (اس کے نام سے) یقین دلایا کہ وہ آخر تک ان کے پہلو میں کھڑا رہے گا، اس نے کہا ـــــ "تم اپنے گھروں سے نہ نکلنا اور اپنے قلعے میں قیام کرنا

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۹۱

[2] اس کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ بدر" میں دیکھیے!

میرے پاس میری قوم اور دیگر عربوں کے دو ہزار جوان ہیں جو تمہارے ساتھ تمہارے قلعوں میں داخل ہوں گے اور سب کے سب مریں گے اور قریظہ اور تمہارے غطفانی حلیف تم کو مدد دیں گے،

ان تحریفات و تاکیدات کے نتیجے میں جو یہود کو حاصل ہوئیں، وہ دلیر ہوگئے، اور انہوں نے ثبات اور مقاومت کا فیصلہ کر لیا۔ خصوصاً جب ان کے بھائی بنی قریظہ ان کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے ان کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا[1]، پھر انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے کے لیے آدمی بھیجا کہ وہ آپ کے انتباہ کو مسترد کرتے ہیں، انہوں نے کہا،

"ہم اپنے دیار سے نہیں نکلیں گے آپ کو جو سمجھ آئے، پھر وہ اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہونے لگے، اور انہوں نے اپنی گلیوں میں بچاؤ کے لیے مورچے بنا لیے اور گھروں کی چھتوں پر پتھر لے جانے لگے" تاکہ اگر مسلمان ان پر حملہ کریں تو وہ انہیں ان پتھروں سے ماریں، اسی طرح انہوں نے اپنے قلعوں میں غذائی ذخیرہ بھی کر لیا، جو ایک سال تک ان کے لیے کافی تھا۔ اور ان کے قلعوں کے اندر ان کے پاس وافر پانی

---

[1] ابن اسحاق نے بیان نہیں کیا کہ بنی قریظہ نے اپنے بھائیوں بنو نضیر کے ساتھ مل کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی ہے لیکن امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس بات کو ثابت کیا ہے، اور سمہودی نے اپنی کتاب وفاء الوفاء (جلد ۱ ملک ۲۸۴) پر بیان کیا ہے کہ بخاری میں جو بیان ہوا ہے اس کا مقتضا یہ ہے کہ قریظہ اس سے قبل بنو نضیر کے ساتھ مل کر لڑے تھے اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نضیر اور قریظہ نے جنگ کی تو بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا گیا اور قریظہ کو رہنے دیا گیا اور ان پر احسان کیا گیا حتیٰ کہ قریظہ نے دوسری بار جنگ کی تو ان کے مردوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کی عورتوں اور ان کے اموال و اولاد کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔

تھا، یعنی ان قلعوں کے اندر ان کے پاس بہت سے کنوئیں موجود تھے۔

بنی نضیر کا محاصرہ:

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ یہود نے آپ کے انتباہ کو مسترد کر دیا ہے تو آپ کو ان کا محاصرہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا، پس آپ نے بھرتی کا اعلان کر دیا اور ان کے قلعوں کی طرف بڑھنے کے احکام جاری کر دیئے،

اسلامی افواج نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں مدینہ سے مارچ کیا اور بنی نضیر کے ان قلعوں کا محاصرہ کر لیا، جن میں انہوں نے پناہ لی ہوئی تھی، اور یہ قلعے بہت مضبوط اور پختہ تھے، اور یہود نے مقابلہ میں ان سے بہت استفادہ کیا اور جب سالارِ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی شدتِ مقاومت اور ان قلعوں کی مضبوطی سے ان کے استفادہ کو دیکھا تو آپ نے حربی کارروائیوں میں سے ایک کارروائی کے طور پر ایک وسیلہ اختیار کیا، جس سے آپ نے مقاومت میں یہود کی سختی کو کمزور کر دیا۔

یہود کی کھجوروں کو جلانے کی کارروائی

یہود ــــ جب سے چوہدری بنے ہیں ــــ مادہ کی پرستش کرنے اور اموال کے جمع کرنے کے بڑے حریص ہیں اور وہ مدینہ کے شاندار باغات اور کھجوروں کے درختوں کے مالک تھے، ایسے ہی ان جنگی حالات میں مسلمان ــــ محاصرے کی کارروائی کے دوران اِن باغات اور کھجوروں کے درختوں پر قابض ہو گئے، اور مسلمانوں کی وسعت میں تھا کہ وہ اس پر قبضہ پر اکتفا کرتے جس کے ذریعے (جیسا کہ جنگ کے مسلمہ قوانین ہیں) یہ باغات اور کھجوروں کے درخت مسلمانوں کی املاک میں سے ہو گئے تھے، اور یہ بھی

مسلمانوں کی دسترس میں تھا کہ وہ اس قبضہ کے بعد، یہود کا محاصرہ کیے رہتے اور ان باغات اور کھجوروں کے درختوں کے پھلوں سے ان کو فائدہ حاصل کرنے سے روک دیتے۔ لیکن مسلمان (جن کے سرخیل سالارِ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے ـــ جیسا کہ معلوم ہوتا ہے ـــ) یہود کے طمع اور مال سے ان کی حد سے بڑھی ہوئی محبت کو جانتے تھے، اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کارروائی کرنے کا حکم دیا جس سے آپ نے محصور یہود کو گھبراہٹ میں ڈال دیا، اور وہ یوں کہ آپ نے شروع میں ان کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔

کھجوروں کے جلانے کی بے فائدگی

مسلمان (جیسا کہ معلوم ہوتا ہے) کھجوروں کے درختوں کے کاٹنے اور جلانے میں سنجیدہ نہ تھے، وہ صرف ان یہود کو بے چین کرنا چاہتے تھے جن کو ضیاع مال کی مانند کوئی چیز بے چین نہیں کرتی۔ اس بات کا پتہ ہمیں اس سے چلتا ہے (جیسا کہ کتب سیرت میں لکھا ہے) کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں صرف یہود کی کھجوروں کی ردّی ترین قسم کو تلف کرنے کا حکم دیا، جس سے وہ خوراک حاصل نہیں کرتے تھے، اور وہ قسم (اللینۃ) تھی جو العجوہ اور اس البرانی کی نوع کے مخالف ہے، جو اہل مدینہ کی بڑی غذا ہے۔ اللینۃ کھجور کا وہ درخت ہے جس کا پھل (جیسا کہ معلوم ہوتا ہے) زیادہ تر اونٹوں وغیرہ کا چارا ہوتا ہے، سہیلی نے اللہ تعالیٰ کے قول (ما قطعتم من لینۃ) پر حاشیہ لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ لینۃ (لام کی زیر کے ساتھ) العجوہ اور البرانی کے سوا کھجور کی ایک قسم ہے، پھر بیان کیا ہے کہ اس آیت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی صرف ان کھجوروں کو جلایا ہے جو لوگوں کی خوراک نہ تھیں، اور وہ العجوہ سے خوراک حاصل کرتے تھے۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھبراہٹ کے جس منصوبے پر عمل کیا ، وہ کامیاب ہوا ، جونہی یہود نے کھجور کے درختوں کے تنوں سے دھوئیں کو بلند ہوتے اور ان کھجوروں کی شاخوں کو قطع کی کاروائی سے گرتے دیکھا تو ان پر خوف چھا گیا ، اور کمزوری کی موج نے ، کھجوروں کے خوف سے ان کی بیخ کنی کر دی اور وہ سپردگی کے بارے میں مذاکرات کرنے لگے ۔

حالانکہ اگر وہ تھوڑا سا بھی غور و فکر کرتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ محاصر اسلامی فوج کے ان کھجوروں پر قابض ہو جانے کے بعد وہ درخت ان کی ملکیت نہیں رہے تھے ، اور اسلامی فوج نے ان کا محاصرہ صرف اس لیے کیا تھا کہ انہیں مدینہ سے جلاوطن ہونے پر مجبور کر دیں ، پس اگر یہود اس بات کا ادراک کر لیتے تو وہ خوفزدہ نہ ہوتے اور صرف اسلامی فوج کی قطع و حرق کی کاروائی کے آغاز سے ہی کمزور نہ ہو جاتے اور نہ اس سرعت کے ساتھ ان کی مقاومت پر اس کا اثر پڑتا لیکن یہود وہ لوگ ہیں جو مال کی مانند کسی چیز کی تقدیس نہیں کرتے ۔

کھجوروں کے جلانے پر یہود کا احتجاج

یہود نے قطع و حرق کی کاروائی پر شدید احتجاج کیا اور ان کے احتجاج کو مسترد کر دیا گیا اور اسے کیوں مسترد نہ کیا جاتا ؟ کیا یہ جنگ نہ تھی ، اسی طرح بعض مسلمانوں نے بھی اس وقت بچاؤ کیا جب قطع و حرق کے اوامر نبوی صادر ہوتے ۔۔۔ سہیلی نے بیان کیا ہے کہ بعض مسلمانوں کے دلوں میں اس بات سے (یعنی قطع و حرق کے حکم سے) کچھ خلجان پیدا ہوا ، تو اللہ تعالٰی نے اس کاروائی میں اپنے رسول کی تائید کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی (ما قطعتم من لینۃ ...... ولیخزی الفاسقین)[1]

---

[1] الحشر ، ۵

(ترجمہ) تم نے کھجور کا جو درخت بھی کاٹا یا اسے اپنے تنے پر قائم رہنے دیا وُہ اللہ کے حکم سے ہے اور اس لیے بھی کہ وہ فاسقین کو رسوا کرے۔

سپُردگی کے لیے یہُود کے مذاکرات

یوں وہ داؤ پیچ کامیاب ہو گئے، جو اسلامی فوج نے اختیار کیے اور اس نے یہود کی رُدّی کھجوروں سے قطع و حرق کی کارروائی کا آغاز کیا، اور یہود بہت گھبرا گئے، اور انہیں یقین ہو گیا کہ جب تک وہ مدینہ سے کوچ نہ کر جائیں، حضرت نبی کریم انہیں نہیں چھوڑیں گے — اور یا آپ ان کی عہد شکنی کے واضح ہو جانے کے بعد، جو انہوں نے اس خبیث سازش کی تدبیر کے ذریعے کی، جس کا مقصود بالذات آپؐ کی زندگی کا خاتمہ تھا، انہیں تباہ کر دیں گے، پس وہ مذاکرات میں مشغول ہو گئے، اور یہود نے (بے فائدہ طور پر) منافقین اور ان کے غطفانی حلیفوں کا انتظار کیا کہ وہ ان کی مدد کے لیے جلد آیا چاہتے ہیں، جیسا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ان سے وعدہ کیا تھا مگر بے فائدہ —

عبداللہ بن ابی نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور انہیں مشکل میں ڈال کر اپنے گھر بیٹھ رہا، اور غطفان میں سے بھی کوئی شخص نہ آیا، پس منافقین کی مدد سے مایوس ہونے کے بعد بنی نضیر پر ہلاکت کے حلقے تنگ ہو گئے اور وہ پشیمان ہوئے، اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور مسلمانوں نے محاصرہ سخت کر دیا اور یہود نے مقابلہ کیا اور وہ قلعوں سے مسلمانوں کو تیر اور پتھر مارنے لگے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعوں کے گرد اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں اپنا خیمہ لگایا، پس بنی نضیر کے تیر اندازوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کو اپنا نشانہ بنا لیا، مگر اکثر تیر وہاں نہ پہنچتے تھے۔

محاصرے میں یہود کے مقتولین

پس یہود نے اپنے ایک مشہور تیر انداز کو بلایا اور وہ زبردست تیر انداز تھا، اس کا تیر وہاں تک پہنچتا تھا جہاں کسی دوسرے کا تیر نہ پہنچتا تھا، انہوں نے اس سے کہا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کو اپنے تیروں کا نشانہ بنائے سو اس نے ایسے ہی کیا اور اس یہودی کے تیر، سالار نبی کے خیمے پر گرنے لگے، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر کو ایسی جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا، جہاں وہ اس تیر انداز یہودی کے تیروں سے محفوظ ہو۔

اور حضرت علی بن ابی طالب اس تیر انداز یہودی کے قتل کے لیے تیار ہوئے جس کا نام عزول تھا، یہ عزول بنی نضیر کے بہادروں میں سے تھا، اور وہ اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کو غفلت میں نقصان پہنچانے کے لیے نکلا اور وہ اس کمین گاہ میں آ پڑا جسے اس کے لیے حضرت علی بن ابی طالب نے حضرت سہیل بن حنیف اور حضرت ابو دجانہؓ کے ساتھ مل کر نصب کیا تھا، پس حضرت علیؓ نے عزول یہودی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، پھر حضرت ابو دجانہ اور آپ کے اصحاب نے باقیوں پر حملہ کر کے سب کو قتل کر دیا، اور ان کی تعداد دس تھی، اور حضرت علی بن ابی طالب اس تیر انداز یہودی کے سر کو نبوی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں لے آئے۔

جلا وطنی کا فیصلہ

یہود، زیادہ عرصہ مقاومت کو جاری نہ رکھ سکے اور ابھی محاصرہ پر بیس دن سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ ان کے قویٰ کمزور پڑ گئے اور انہوں نے اپنے نمائندے کو

ؓ آپ کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ احد" میں دیکھیے۔

کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس مطالبے کی تنفیذ کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے بھیجا، جو آپ نے ان سے اپنے آنباء میں مدینہ سے جلاوطن ہونے کے بارے میں کیا تھا،

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کرنا منظور فرما لیا اور آپ نے اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں یہود سے ملاقات کی اور اس گفتگو کا اختتام، جلاوطنی کے اس فیصلے پر ہوا جس کی شرائط مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) بنی نضیر کے یہود، یثرب کے علاقے سے جس جگہ چاہیں مکمل طور پر جلاوطن ہو جائیں۔

(۲) یہود کے قبضے میں تمام اقسام کے جو ہتھیار ہیں وہ مسلمانوں کے سپرد کر دیں اور وہ یثرب سے جلاوطن ہونے کے وقت مکمل طور پر بے ہتھیار ہوں۔

(۳) (ہتھیاروں کے سوا) یہود جس قدر اپنے اموال لے جا سکتے ہیں اٹھا لے جائیں خواہ ان اموال کی کوئی بھی قیمت اور قسم ہو،

(۴) یہود کے مقدور بھر اموال اٹھا لینے کے بعد ان کے جو منقولہ اور غیر منقولہ اموال بچ جائیں گے، وہ مسلمانوں کے لیے غنیمت اور ان کی ملک ہوں گے۔

(۵) جب تک یہود، مسلمانوں کے اقتدار کے علاقے میں ہوں گے مدینہ کی اسلامی کمان، بنی نضیر کے یہودیوں کی جانی سلامتی کی ضامن ہو گی،

بنی نضیر کی جلاوطنی کی تکمیل کیسے ہوئی؟

جلاوطنی کے اس فیصلے کے نتیجے میں، بنی نضیر کے یہود، مدینہ سے جلاوطن ہونے لگے اور وہ اپنی طاقت کے مطابق جو کچھ اونٹوں پر لاد سکتے تھے، لادنے لگے حتیٰ کہ ان میں سے ایک اپنے گھر کے دروازے کی چوکھٹ اکھیڑتا اور اسے اونٹ کی

پشت پر رکھ کر چلتا بنتا۔

اور بنی نضیر کے یہود، اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ مالدار تھے اور انہوں نے ان اموال کے چھ سو اونٹ لادے، جنہیں وہ اُٹھا سکتے تھے اور وہ (طبعًا) اس مال کو اٹھانے کے لیے منتخب کرتے تھے، جس کا بوجھ کم ہو اور قیمت زیادہ ہو، پس انہوں نے اپنے ساتھ سونے چاندی کی بڑی مقدار اُٹھائی، حتّٰی کہ اکیلے سلّام بن ابی الحقیق نے (مؤلف سیرت حلبیہ کے بیان کے مطابق) اپنے ساتھ بیل کا ایک چمڑا اُٹھا لیا جو سونے چاندی سے بھرپور تھا، اور وہ مدینہ سے نکلتے وقت سونے چاندی سے بھرپور اس چمڑے پہ اپنا ہاتھ مارتا تھا، اور مسلمانوں کو (دھمکی آمیز غصّے کی حالت میں) مخاطب کرکے کہتا تھا، ہم نے اسے زمین کو زیر وزبر کرنے کے لیے تیار کیا ہے اور اگر ہم نے کھجوروں کے درخت چھوڑے ہیں تو خیبر میں بھی کھجوروں کے درخت ہیں[1]

اور یہود مدینہ کو چھوڑتے وقت اپنے گھروں کی چھتوں، ستونوں اور دیواروں کو توڑتے تھے تاکہ مسلمان ان سے استفادہ نہ کریں، اور ان یہود کے بارے میں سورۂ حشر میں اس قول سے اللہ تعالےٰ کی یہی مراد ہے:

یخربون بیوتھم بایدیھم ترجمہ (وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کرتے ہیں)

---

[1] یہ بات واضح طور پہ دلالت کرتی ہے کہ یہود (قدیم ترزمانوں سے) اپنی وسیع دولت کو اضطرابات پیدا کرنے اور جنگیں بھڑکانے کے لیے استعمال کرتے تھے اور ہمیشہ اپنے مالی تسلط سے اپنے مقاصد تک پہنچنے کی کوشش کرتے تھے، جیسا کہ آج بھی ان سے یہی کچھ دیکھا جارہا ہے، وہ (سونے کے ذریعے) دنیا کے بہت سے سیاستدانوں سے کھیلتے ہیں اور اپنے سیاسی مقاصد کے لیے ان سے کام لیتے ہیں

جلاوطنی کے وقت یہود کا مظاہرہ

بنی نضیر کے یہود نے اپنی جلاوطنی کے وقت صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا اور وہ مظاہرہ کی مانند مدینہ سے نکلے اور انہوں نے اسے اچھلتے کودتے چھوڑا، اور انہوں نے اپنی عورتوں کو ہودجوں پہ آراستہ کر کے سوار کرایا۔ وہ دیباج و حریر اور سُرخ و سبز ریشم اور سونے چاندی کے زیورات پہنے ہوتے تھیں اور ان کے ساتھ موسیقار گلوکارہ لونڈیوں کی پارٹیاں تھیں جو دف بجا رہی تھیں اور مزامیر سے گا رہی تھیں۔

عقیدہ کی آزادی کا نمونہ

اور بنی نضیر کے یہود کے ساتھ انصار کے بعض لڑکے بھی جلاوطن ہوتے، جو یہودیت سے حلقہ بگوش تھے اور انصاری عورتیں (اسلام سے قبل) جب ان کا بیٹا زندہ نہ رہتا تو عہد کرتیں کہ اگر اس کا بیٹا زندہ رہا تو وہ اسے یہودی بنا دیں گی، اور جب بنی نضیر کے یہود جلاوطن ہونے لگے تو انصار کے بیٹے بھی اپنے دین کے مطابق ان کے ساتھ جلاوطن ہونے لگے، انصار نے اپنے بیٹوں کو جلاوطن ہونے سے منع کیا اور کہنے لگے، ہم اپنے بیٹوں کو یہود کے ساتھ نہیں نکلنے دیں گے ــــ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ کی آزادی پر عمل کرتے ہوئے ــــ انصار کو اس بات کا اختیار نہ دیا، جس کا انہوں نے ارادہ کیا تھا، کیونکہ ان کے بیٹے اسلام سے قبل یہودیت میں داخل ہو چکے تھے اور وہ محض اپنی مرضی سے بنی نضیر کے ساتھ جلاوطن ہو رہے تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا اور اسے (لا اکراہ فی الدین) کے نزول کے بعد نافذ کر دیا، جیسا کہ ابن برہان الدین نے سیرت حلبیہ میں بیان کیا ہے۔

❖

جلاوطنی کے بعد یہود کا مطمح نظر

جلاوطنی کے وقت کچھ یہود تو اذرعات، شام کی طرف چلے گئے، اور کچھ خیبر کو چلے گئے اور اکثریت انہی کی تھی، اور ان کے اکابر میں سے جو لوگ خیبر میں اترے ان میں حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن الربیع بھی شامل تھے اور خیبر ان زعماء کا مطیع ہو گیا، جنہوں نے بعد ازاں اس میں مسلمانوں پر تسلط حاصل کرنے کے لیے جنگی اڈہ بنا لیا، جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہو گی، انشاء اللہ

اور بنی نضیر کے یہود میں سے دو آدمیوں، یامین بن عمیر[1] (عمرو بن جحاش کا عمزاد جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی مہم سپرد کی گئی تھی) اور ابو سعد بن وہب[2] نے اسلام قبول کر لیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا قسم بخدا تجھے معلوم ہی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر دونوں نے اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا اور مسلمان ہو گئے، اور یہ دونوں محاصرہ کے دنوں مسلمان ہوتے اور رات کو بنی نضیر کے قلعوں سے اترے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے پھر دونوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور اپنے اموال کو محفوظ کر لیا۔

---

[1] اصابہ میں بیان ہوا ہے کہ یامین بن عمیر بن کعب النضری، ابن عبدالبر نے آپ کا ذکر کر کے بیان کیا ہے کہ آپ کبار صحابہ میں تھے، مجھے آپ کی تاریخ وفات سے آگہی نہیں ہو سکی۔ [2] ابو سعد بن وہب النضری، ابن سعد نے آپ کی ایک حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے جو آپ کے بیٹے اسامہ بن ابی سعید کی روایت سے بحوالہ اس کے باپ کے ہے، آپ نے بیان کیا کہ — میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیل (مہروز) کے بارے میں فیصلہ کرتے دیکھا کہ وہ نیچے کے حصے کو چھوڑ کر اوپر کے حصے کو چھوڑ دے، حتیٰ کہ دونوں ٹخنوں تک پہنچ جائے، پھر چھوڑ دے۔

اور یامین بن عمیر، اپنے عمزاد (عمرو بن جحاش) کے خون کی وجہ سے اللہ کے قریب ہو گیا، جحاش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے آپ پر پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا ہوا تھا، اور عمیر نے قیس کے اس شخص کے لیے جو عمرو بن جحاش کو قتل کرے پانچ وسق کھجوریں مقرر کی ہوئی تھیں، پس بنی نضیر کے تابعداری اختیار کرنے سے قبل، القیسی اسے دھوکے سے قتل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

باوجود اس کھلی آزادی کے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کو مقدور بھر اپنے اموال اُٹھانے کے بارے میں دی تھی، پھر بھی انہوں نے مسلمانوں کے لیے بہت سی غنائم چھوڑیں، پچاس زرہیں، تین سو چالیس تلواریں اور دور دراز تک کھجور کے درختوں اور دیگر کھیتوں سے کاشت شدہ زمین کے علاوہ، زمین کا ماحصل بھی تھا۔

بنی نضیر کی غنائم کا انجام

اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے یہود کی غنائم کو اس طرح تقسیم نہیں کیا جیسے جنگ کی غنائم کو مسلمان جانبازوں پر تقسیم کا دستور ہے، آپ نے ان غنائم کو انصار کو چھوڑ کر صرف مہاجرین پر تقسیم کیا، اور آپ نے یہ کام انصار سے مشورہ لینے اور ان کی موافقت حاصل کرنے کے بعد کیا۔

آپ نے انصار کو اکٹھا کیا اور ان میں کھڑے ہو کر تقریر کی ..... تمہارے مہاجر بھائیوں کے پاس کوئی مال نہیں ہے پس اگر تم چاہو تو میں ان اموال کو (جو بنی نضیر نے چھوڑے ہیں) جو اللہ نے مجھے بطورِ غنیمت دیئے ہیں، اور تمہارے اموال کے ساتھ مجھے ان سے خاص کیا ہے، تقسیم کر دوں، اور اگر تم چاہو تو تم اپنے اموال لے لو اور میں یہ خاص اموال ان میں تقسیم کر دوں، انہوں نے کہا..... بلکہ آپ انہیں ان میں تقسیم کر دیں اور ہمارے اموال میں سے بھی آپ جو چاہیں ان میں تقسیم کر دیں[1]

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اپیل پر انصار کی موافقت سے خوش ہو گئے، اور اس شریفانہ جذبہ سے جس کا اظہار انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے کیا، شادماں ہو گئے، حتیٰ کہ آپ نے فرمایا" اے اللہ انصار اور انصار کے بیٹوں پر رحم فرما" اور انصار کے اس بلند موقف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے قابلِ تعریف فعل کی مدح کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی،

ویؤثرون علیٰ انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ (الحشر ۹)

(وہ اپنے پر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں بھوک ہو)

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے یہود کی غنائم میں سے دو آدمیوں کے سوا (جو محتاج تھے) کسی انصاری کو کچھ نہیں دیا، اور وہ دو آدمی حضرت سہل بن حنیف اور حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ تھے[1] جو معرکۂ اُحد کے دو ہیرو تھے، جو مسلمانوں کی شکست کے وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے سردار (سلام بن ابی الحقیق) کی تلوار اوس کے سردار حضرت معاذ کو عطا فرمائی، اور یہ تلوار عربوں میں مشہور ہے۔

یہود کی جلاوطنی سے منافقین کو دُکھ

اور بنی نضیر کی جلاوطنی سے منافقین نے بڑا تاثر لیا اور انہیں اس کا بڑا ہم و غم ہوا کیونکہ یہ یہود، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ان کا بازو اور سہارا تھے، اس لیے ان منافقین (اور خصوصاً عبداللہ بن ابی) کو یہود کی جلاوطنی کا بڑا دُکھ ہوا، اور مدینہ سے بنی نضیر کے یہود کی جلاوطنی سے منطقہ یثرب میں اس خطرناک عنصر میں سے صرف بنی قریظہ کا قبیلہ باقی رہ گیا جو معرکۂ احزاب میں عظیم غداری کے ارتکاب

[1] ان دونوں کے حالات ہماری کتاب غزوۂ احد میں دیکھیے!

کے باعث انجام کار مسلمانوں کے ہاتھوں سے مکمل طور پر تباہ ہو گئے، جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی، انشاء اللہ۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بنی نضیر کے ساتھ ہو کر لڑنے کے باوجود انہیں معاف کر دیا تھا۔

قرآن اور بنی نضیر کی جلاوطنی

اور اللہ تعالےٰ نے بنی نضیر کے یہود کی جلاوطنی کے واقعہ کے بارے میں سورۂ حشر کو مکمل طور پر نازل فرمایا، اور اللہ تعالےٰ نے (بنی نضیر کے یہود کی جلاوطنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا:

هو الذی اخرج الذین کفروا ...... فان اللہ شدید العقاب [1]

ترجمہ: (اس ذات نے اہل کتاب میں سے کفر کرنے والوں کو پہلے اجتماع پر ان کے گھروں سے نکال دیا، تم ان کے نکلنے کا گمان بھی نہ کرتے تھے اور انہوں نے بھی خیال کیا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے، پس اللہ ان کے پاس وہاں سے آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا، اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کرتے تھے، اے عقلمندو! عبرت حاصل کرو، اور اگر اللہ تعالےٰ نے ان پر جلاوطنی کو فرض نہ کیا ہوتا تو وہ انہیں دنیا میں عذاب دیتا اور آخرت میں ان کے لیے آگ کا عذاب ہے اسلیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو اللہ شدید عذاب والا ہے۔

اور سورۂ حشر میں صریح نص موجود ہے کہ بنی نضیر کے یہود نے جو اموال چھوڑے ہیں ان کا (خاص طور پر) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں ہونا ضروری ہے اور کسی سپاہی کے لیے ان میں سے کچھ نہیں ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری (الآیۃ)

ترجمہ: اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے جو غنیمت دی ہے،

اس نص صریح کے باوجود، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو بنی نضیر کے یہود کی غنائم سے مخصوص کرنے کا عزم کیا تو آپ نے انصار کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے ـــــ ان سے اجازت طلب کی۔

اسی طرح سورۂ حشر میں ان منافقین کے لیے سرزنش بھی آئی ہے جنہوں نے بنی نضیر کو نبوی انتباہ کے مسترد کرنے کی ترغیب دی اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے پہ ان کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں یقین دلایا کہ وہ موت تک ان کے پہلو میں کھڑے رہیں گے، پھر انہوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الم تر الی الذین نافقوا ...... ثم لا ینصرون (الآیۃ)

ترجمہ کیا تو نے ان منافقین کو دیکھا جو اہل کتاب میں سے اپنے کافر بھائیوں سے کہتے تھے کہ اگر تم کو نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کبھی کسی کی نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں... اگر ان کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے ان کی مدد کی تو وہ پشت پھیر جائیں گے، پھر ان کی مدد نہیں کی جائیگی،

غزوہ ذات الرقاع (جمادی الاولی سنہ ۴ھ)

اور یہ چوتھا فوجی دستہ ہے جسے مسلمانوں نے معرکہ احد کے بعد اور معرکہ احزاب سے قبل تیار کیا اور اس دستے کی کمان خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیار غطفان تک کی جو ارض نجد میں السعد اور الشقرۃ کے درمیان واقع ہیں، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس حملہ میں جس فوج کی کمان کی وہ چار سو جانبازوں سے بنی تھی۔

اور اس حملہ کا مقصد، اعراب نجد کو، جو قبیلہ غطفان سے تعلق رکھتے تھے، ان کے گھروں میں ضرب لگانا تھا، اسلامی فوج کی انٹیلی جنس کو خبر ملی کہ غطفان میں سے محارب اور بنی ثعلبہ نے، معرکہ احد میں پہنچنے والی مصیبت کے بعد، مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہوئے مدینہ پر حملہ کرنے کا عزم کیا ہوا ہے اور اس کے لیے وہ اکٹھ کر رہے ہیں .... مدینہ کی انٹیلی جنس نے یہ معلومات ایک شخص سے حاصل کیں جو مدینہ میں اپنا سامان لے کر آیا تھا۔

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قبیلہ کے اکٹھ کی اطلاع ملی تو آپ نے سُرعت سے چڑھائی کرنے کے لیے تیاری کے احکام صادر کرنے میں تردّد سے کام نہ لیا اس لیے کہ مسلمانوں کو غطفان سے اس بات کی توقع تھی، کیونکہ وہ نجد میں بڑا قوی اور شجاع قبیلہ تھا، اور مسلمانوں سے شدید دشمنی رکھتا تھا، اور وہ اس کثرت میں تھا کہ وہ مختصر وقت میں کئی ہزار کو اکٹھا کر سکتا تھا، اور اس قبیلہ کے جوان غزوۂ احزاب کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔ جو ہماری اس کتاب کا موضوع ہے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ آپ اس قبیلہ کی افواج کے اپنی منازل سے مارچ کرنے سے قبل، اس پہ اچانک حملہ کرنے کی قوت پالیں — اور یہ دوسری بار ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غطفان سے ان کے گھروں میں جنگ کرنے کے لیے جلدی کی اور اس سے قبل بھی آپ ایک فوجی دستہ کے ساتھ ان کی تادیب کے لیے ارضِ نجد کی ایک جگہ کی طرف گئے جسے ذی امر کہا جاتا ہے، اور یہ غزوۂ بدر سے بعد اور معرکہ اُحد سے قبل کا واقعہ ہے۔

مدینہ کا نائب امیر

اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ غطفان کی طرف جانے کا عزم کیا تو آپ نے (اپنے دستور کے مطابق) ایک حکم جاری فرمایا جس کے بموجب آپ

نے حضرت عثمان بن عفان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا، جو اس غزوہ میں آپ کی غیر حاضری کی مدت میں آپ کی نیابت کریں گے،

اور ماہ جمادی الاول ۵ھ میں اسلامی افواج نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں مدینہ سے (سرعت کے ساتھ) غطفان کی طرف مارچ کیا، معلوم ہوتا ہے اس دفعہ غطفان نے اکٹھ کرنے میں بہت جلدی کی، اور یہ بات یوں ہے کہ اسلامی فوج ابھی نخل مقام پر پہنچ نہیں پائی تھی اور مدینہ سے فقط دو مرحلوں پر تھی کہ اس نے غطفانی افواج کو دیکھا کہ انہوں نے اس کے لیے بڑی فوج تیار کی ہے۔

پس دونوں فریق ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے مگر وہاں ٹھہر گئے جہاں لوگ ایک دوسرے سے ڈرتے ہیں اور کوئی جھڑپ نہ ہوئی اور دونوں فریق بغیر اس کے کہ ایک دوسرے پر حملہ کرنے میں پہل کرے، کچھ دیر کھڑے رہے مگر بالآخر قبائل غطفان نے ملاقات کی جگہ سے ریٹائرمنٹ کو ترجیح دی اور انہوں نے شکست کھائی اور ان کے جوان پہاڑی راستوں کی چوٹیوں پر بکھر گئے، معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ان کی شکست میں ان کا تعاقب نہیں کیا، انہوں نے صرف ان کے پراگندہ کرنے پر ہی اکتفا کیا اور اس سے انہوں نے وہ بڑا مقصد حاصل کر لیا جس کی وجہ سے مدنی افواج نے مارچ کیا تھا، اور مسلمانوں نے غطفان کے اموال میں سے کوئی غنیمت حاصل نہیں کی اور نہ ہی ان میں سے کوئی مسلمانوں کا قیدی بنا ہے، ہاں ان کی بعض عورتیں قیدی بنیں، جیسا کہ اس حالت میں دو جنگ کرنے والوں کے درمیان غالب قانون ہے۔

اس جنگ میں نمازِ خوف

اور غزوہ ذات الرقاع میں مسلمانوں نے (پہلی بار) نماز خوف پڑھی اور اس کا سبب فریقین کا کچھ مدت ایک دوسرے کے سامنے کھڑا رہنا اور مسلمانوں کا دشمن کے مقابلہ کیلیے

مجبور ہوتا اور لمبی مدت تک ہتھیار بند رہتا تھا، اور مشرکین غطفان کو معلوم تھا کہ مسلمان مختلف اوقات میں ادائیگی نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ انہیں غفلت میں پکڑنے اور فریضہ نماز کی ادائیگی کے وقت اچانک ان پر حملہ کرنے کا انتظار کر رہے تھے۔ پس اللہ نے اس سلسلہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی اور آپ کو وہ طریق بتایا جس کے ذریعے آپ اور آپ کے اصحاب حالت جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں ٹھہرتے ہوئے اور ادائیگی نماز کے وقت اسلامی پڑاؤ کی حفاظت کرتے ہوئے، نماز ادا کر سکتے ہیں۔

اور قرآن کریم نے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ کے وقت نماز کی ادائیگی کی کیفیت بتائی ہے، جسے فقہ اسلامی میں نمازِ خوف کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واذا کنت فیھم ۔۔۔۔۔ ان اللہ اعد للکافرین عذابا الیما ٥ (النساء ۱۰۲)

ترجمہ: "اور جب تو ان میں موجود ہو اور تو ان کے لیے نماز کھڑی کرے تو ان میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو اور وہ اپنے ہتھیار پکڑ لیں اور جب وہ سجدہ کریں تو وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور ایک دوسری جماعت آ جائے، جس نے نماز نہیں پڑھی، وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور اپنے بچاؤ کو اختیار کر لیں اور اپنے ہتھیار پکڑ لیں۔۔۔۔ کفار چاہتے ہیں کہ کاش تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہوتے تو وہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیتے اور اگر تمہیں بارش وغیرہ کی تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار دینے میں تمہیں کوئی گناہ نہیں اور اپنا بچاؤ کرو۔ بلاشبہ اللہ نے کفار کے لیے رسواکن عذاب تیار کیا ہے۔"

اور یہ طریق جسے قرآن نے ان مجاہدین کی نماز کے لیے بیان کیا ہے، جو جنگ کی تیاری کی حالت میں ہوں، یہی وہ اصل ہے جس پر مومنین تمام زمانوں میں جنگ کے وقت

عمل پیرا رہے ہیں۔

اس غزوہ میں چونکہ دشمن قبلہ کی جانب نہ تھا، اس لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو (نماز کے وقت) دو پارٹیوں میں تقسیم کر دیا، ایک پارٹی کو نماز میں شامل نہ ہونے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہے، پھر آپ نے دوسری پارٹی کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی، اور جب آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے، تو اس پارٹی نے جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہی تھی آپ کو چھوڑ دیا اور اپنی بقیہ نماز کو اکیلے اکیلے پورا کیا، پھر وہ نماز کی جگہ سے واپس چلی گئی، اور پہلی پارٹی جس نے نماز نہیں پڑھی تھی، کی جگہ دشمن کے مقابلے میں کھڑی ہوگئی اور اس نے نماز کی جگہ پر آکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کی جو دوسری رکعت میں تھے پس اس نے آپ کے پیچھے ایک رکعت ادا کی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری تشہد میں اس پارٹی نے بھی آپ کو اپنے انتظار میں بیٹھے ہوئے چھوڑ دیا، حتیٰ کہ اس نے اپنی بقیہ نماز کو مکمل کیا، پھر یہ تشہد کے جلوس میں آپ سے آملی اور آپ نے اس کے ساتھ سلام پھیرا، اور یہ اس چار رکعت نماز کی کیفیت ہے، جسے اسلام نے سفر میں مختصر کر کے ہمیشہ کیلئے دو رکعت بناتے کا حکم دیا ہے۔

دستے کا اپنے مقاصد کو پورا کرنا

یوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذات الرقاع سے بغیر جنگ کیے واپس آگئے، مگر آپ کے اس فوجی دستے نے اپنے مقاصد کو مکمل طور پر پورا کیا۔

اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے سریع فوجی مارچ سے اس فوج کو منتشر کرنے کی قوت پائی جسے غطفان نے مدینہ سے جنگ لڑنے کے لیے تیار کیا تھا، پس اس نے ان قبائل کو خوفزدہ کر دیا اور اسے یہ سبق بھی دیا کہ مسلمان (صرف) اسے ہی تباہ

کرنے پر قادر نہیں، جیسے مدینہ کے نزدیک آنے کی سوجھتی ہے، بلکہ وہ جنگ کو دشمن کے علاقے کی طرف لے جانے اور اس کے صحن میں اسے مارنے کی بھی قدرت رکھتے ہیں،

اور اس بات نے نجد کے مشرک قبائل کے زعمار کے سروں سے، مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی جرأت نہ کی، ہاں جب یہودنے ان سے غزوۂ احزاب میں، جو ہماری اس کتاب کا موضوع ہے (قریش کے ساتھ) مشارکت کرنے کی اپیل کی تو انہوں نے جنگ کرنے کی جرأت کی۔

اس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ دیارِ غطفان سے واپس آگئے، اور آپ نے ایک تباہ کن فتح ریکارڈ کی جس کا نہ صرف قبائل غطفان کے دلوں پر بڑا اثر ہوا بلکہ ان تمام نجدی قبائل کے دلوں پر بھی بڑا اثر ہوا، جو مسلمانوں کے متعلق لالچ کرتے تھے، اور جنہیں معرکۂ اُحد کی سرنگونی کے بعد ان کی کمزوری کے خیال سے ان پر حملہ کرنے کی سوجھتی تھی۔

اور یہ تباہ کن فتح یوں بڑی بن گئی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیارِ نجد تک تیزی سے مارچ کرنے کی طاقت پائی تاکہ آپ نجدی قبائل کے سب سے بڑے قبیلے (غطفان) کو خوف زدہ کریں اور اس کی عظیم افواج کو پراگندہ کردیں، اگر اللہ تعالیٰ تجربہ کار سالار رسولؐ کو الہام نہ کرتا تو یہ افواج مدینہ پر حملہ کیے بغیر منتشر ہونیوالی نہ تھیں، پس آپ اس تیز مارچ کے لیے تیار ہو گئے اور ان غطفانی افواج کے پاس (جو ابھی تک اپنے دیار ہی میں تھیں) اچانک پہنچ گئے، (جیسا کہ اعداب کی تادیب میں آپ کا دستور تھا)۔

⚜

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چوتھی بار قتل کرنے کی کوشش

اسی غزوۂ ذات الرقاع میں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کی چوتھی کوشش سے واسطہ پڑا، اسی دوران میں کہ فریقین، غطفان کے علاقے میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے، اچانک بنی محارب کا ایک شخص جس کا نام غورث تھا، آیا اور اس نے اپنی قوم کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کا عہد کیا تھا، یہ شخص (غورث) ایک صلح کرنے والے کی صورت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، حتیٰ کہ اس نے آپ کو دیکھا کہ آپ ہتھیار بند ہیں اور آپ کی گود میں تلوار پڑی ہوئی ہے، اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ آپ مجھے اپنی تلوار کو دیکھنے اور جانچنے کی اجازت دیں اس نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی اس تلوار کو دیکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! اور وہ تلوار خوبصورت اور بُراں تھی، اور چاندی سے آراستہ تھی۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ غورث نے تلوار لی پھر اسے سونتا اور اسے حرکت دینے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرنے لگا، پس اس کے دل میں رعب آگیا اور وہ لڑکھڑانے لگا، اور رعب۔ اللہ نے اسے ذلیل کیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے کو ترک کردیا، تو اس کے بعد کہنے لگا،

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ مجھ سے ڈرتے نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، اور میں تجھ سے کیوں ڈروں؟ اس نے کہا، کیا آپ مجھ سے ڈرتے نہیں حالانکہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اللہ مجھے تجھ سے محفوظ رکھے گا،

اس کے بعد غورث نے تلوار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس کردی اور

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار پکڑنے کے بعد غورث سے کہا، مجھ سے تجھ
کون بچا سکتا ہے ؟ اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بہتر تلوار پکڑنے
والے بن جائیں، آپ نے فرمایا... تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
اور میں اللہ کا رسول ہوں ؟

اس نے کہا میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ سے جنگ نہیں کروں
گا اور نہ آپ سے لڑنے والے لوگوں کے ساتھ ہوں گا، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور اس نے اپنی قوم کے پاس آکر کہا، میں بہترین آدمی کے پاس
سے تمہارے پاس آیا ہوں اور اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اسے صحبت بھی حاصل تھی

جوش دلانے والا واقعہ

اسی غزوہ ذات الرقاع میں ایک واقعہ رونما ہوا جس کا بیان کرنا ضروری ہے
اس لیے کہ وہ مسلم نوجوانوں کو ایمان، جوانمردی، عقیدہ پر ثابت قدمی اور نظام کی پابندی
کا سبق دیتا ہے اور قارئین کو اسلامی حکومت کے قیام، اور اسلامی عقیدہ کے، ان
جوانوں کے ہاتھوں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے، اس سرعت سے، جس
نے دنیا کو حیران کر دیا تھا، پھیلنے کے راز سے آگاہ کرتا ہے۔

اس غزوہ میں ایک سرد رات کو جس میں زبردست آندھی چل رہی تھی، حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ نجد کے ایک درے میں اترے اور آپ نے محافظ
منتخب کرنے کو کہا، آپ نے فرمایا ـــ آج شب کون ہماری حفاظت کرے گا ؟ ـــ
حضرت عباد بن بشر[1] اور اور حضرت عمار بن یاسر[2] نے اٹھ کر کہا، ہم آپ کی حفاظت

---

[1] عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ اشہلی انصاری، آپ ان سابقون الاولون میں سے تھے جنہوں نے مدینہ
(باقی اگلے صفحہ پر)

کریں گے، پھر دونوں نے دروازے کے دہانے پر چوکی قائم کر لی، حضرت عباد بن بشر نے حضرت عمار بن یاسر سے کہا، میں رات کے پہلے حصے میں آپ کو کفایت کروں گا، آپ اس کے آخری

(بقیہ صفحہ گذشتہ) :۔ کے پہلے سفیر اسلام (حضرت مصعب بن عمیر) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا آپ نے خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ سے پہلے اسلام قبول کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اور حضرت حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کے درمیان مؤاخات کرائی، آپ فضل و شرف کی چوٹی پر تھے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں تین انصار ایسے ہیں کہ کوئی بھی فضل میں ان سے آگے نہیں بڑھ سکا اور وہ سب کے سب بنی عبدالاشہل سے ہیں (حضرت اسید بن حضیر . . . حضرت عباد بن بشر اور حضرت سعد بن معاذ) خندق کی شب، حضرت عباد بن بشر، نبوی محافظوں کے سالار تھے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں بدر و اُحد اور خندق وغیرہ میں شرکت کی ہے اور آپ شیطان کعب بن اشرف کے قتل میں بھی شریک تھے اسی طرح حضرت عباد غزوہ تبوک میں بھی نبوی محافظوں کے سالار تھے) ابن سعد نے اپنے طبقات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عباد بن بشر نے بارھویں سال معرکہ یمامہ میں ۴۵ سال کی عمر میں شہادت پائی اور حضرت عباد بن بشر چوٹی کے بہادر اور شجاع تھے،

حضرت ابو سعید خدری نے بیان کیا ہے کہ یمامہ کے روز میں نے حضرت عباد بن بشر کو دیکھا آپ چلا رہے تھے، پھاڑ کرو، چھاڑ کرو، پس انہوں نے انصار کے چار سو جوانوں کو چنا جن میں کوئی دوسرا شخص شامل نہ تھا ان کے آگے آگے حضرت عباد بن بشر حضرت ابودجانہ اور حضرت العلاء بن مالک تھے حتیٰ کہ یہ باغ کے دروازے پر پہنچ گئے، از جو مسیلمہ کذاب کی کمان کا ہیڈ کوارٹر تھا اور انہوں نے شدید جنگ کی اور حضرت عباد بن بشر قتل ہو گئے رحمہ اللہ، اور میں نے آپ کے چہرے پر بہت ضربات دیکھیں اور میں آپ کو صرف آپ کے جسم کے ایک نشان سے پہچان سکا،

ے:۔ آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے

حصے میں مجھے کفایت کریں، پس حضرت عمار سو گئے اور حضرت عباد کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور دشمن کا ایک آدمی، پڑاؤ کے قریب ہی انتظار کر رہا تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو مارے بغیر واپس نہیں آئے گا یا آپ کے اصحاب کا خون بہائے گا،) پس جب اس نے حضرت عباد کی پرچھائی دیکھی تو کہنے لگا یہ لوگوں کا محافظ ہے، پس اس نے آپ کی طرف تیر سیدھا کیا جو آپ کو لگا، پس حضرت عباد نے اس تیر کو نماز چھوڑے بغیر نکال کر پھینک دیا، تو اس نے آپ کو دوسرا تیر مارا، تو آپ نے اسے بھی نکال دیا اور اپنی نماز میں مسلسل مصروف رہے، پس جب خون نکلنے سے آپ پہ کمزوری غالب آگئی تو آپ کو خدشہ ہوا کہ آپ بے ہوش ہو جائیں گے اور فوج کسی محافظ کے بغیر رہ جائے گی، سو آپ نے حضرت عمار کو جگایا اور آپ سے معذرت کرتے ہوئے کہنے لگے، اگر مجھے اس سرحد کے ضیاع کا خطرہ نہ ہوتا، جس کی حفاظت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے تو میں واپس نہ جاتا، خواہ میری جان جاتی رہتی۔[1]

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف واپسی

غزوہ ذات الرقاع کی فوجی کاروائی میں پندرہ دن صرف ہوئے، اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ واپس آگئے اور آپ نے اپنے آگے آگے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو، جس کا نام جعال بن سراقہ تھا، آپ کی آمد اور اسلامی فوج کے صحیح سلامت اور کامیاب واپس آنے کی بشارت دینے کیلئے بھیجا۔

اور اس غزوہ کو (غزوہ ذات الرقاع) کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ غطفان کے

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۶۴۳

علاقے میں اسلامی فوج جس پہاڑ پہ اتری اس کے ارد گرد کئی رنگوں کی زمین تھی، جو پیوندوں کی مانند تھی، اس میں سُرخ، سفید اور سیاہ قطعے تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اس نام سے اس لیے موسوم ہو گئی کہ فوج کے بہت سے جوان برہنہ پا تھے، ان کے پاس کوئی جوتا نہ تھا، اور جب برہنہ پائی نے انہیں تکلیف دی تو انہوں نے اپنے پاؤں پہ چیتھڑے لپیٹ لیے۔

(۵) بدر کی دوسری جنگ شعبان ۴ھ

معرکہ احد کے بعد اور غزوۂ احزاب سے قبل، مسلمانوں نے اپنے دشمنوں کے خلاف یہ پانچواں دستہ تیار کیا اور اس دستے کا مقصد، مکہ کے مشرک پڑاؤ کو چیلنج کرنا اور اس وعدہ کو پورا کرنا تھا، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے زعیم اور سالار ابو سفیان بن حرب سے اُحد کے روز کیا تھا۔

اور یہ واقعہ یوں ہے کہ ابو سفیان بن حرب نے اُحد کے روز پہاڑ کی چوٹی پہ چڑھ کر (مسلمانوں کو چیلنج کرتے ہوئے) بلند آواز سے پکارا تھا کہ سال کے سرے پہ بدر الصفراء ہمارے اور تمہارے درمیان ملاقات کرنے کی جگہ ہے، ہم وہاں ملاقات کر کے جنگ کریں گے ــــ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب سے فرمایا کہدو ــــ ہاں اگر اللہ نے چاہا، اور اس بات پہ وہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

اور فریقین، بدر میں، دوسرے معرکے میں حصہ لینے کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔ اور اگر مکی فوج کا سالار عام، ابو سفیان مکہ سے (بدر کی جانب) اپنی فوج کے ساتھ، جس کے جوانوں کی تعداد تین ہزار جانبازوں تک پہنچی ہوئی تھی، روانگی کے بعد کمزوری اور بزدلی نہ دکھاتا تو متوقع تھا کہ جانبین کی دونوں فوجوں کی ضخامت کی وجہ سے، جنہیں دونوں نے معرکہ میں حصہ لینے کے لیے بھیجا تھا، یہ معرکہ بدر کے پہلے معرکے سے خوفناک اور سخت

ہوتا، پس وہ منطقہ القضیمہ کو طے کرنے سے قبل ہی اس فوج کے ساتھ مکہ واپس آ گیا۔[1]

اور مدنی فوج، جو پندرہ سو جانبازوں پر مشتمل تھی، اس نے حضرت نبی کریم کی کمان میں بدر کی جانب مارچ کیا اور وہ مسلسل بڑھتی گئی، حتیٰ کہ بدر میں اُتر کر اس بات کو پورا کرنے کے لیے جس کا وعدہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے روز مکی فوج کے سالارِ عام سے کیا تھا، اس میں پڑاؤ کر لیا۔

معرکہ سے جان چھڑانے کے لیے ابوسفیان کے داؤ پیچ

چونکہ ابوسفیان نے ہی مسلمانوں کو چیلنج دیا تھا اور ان سے ــــ اس وقتی فتح کے نشہ کے زیرِ اثر جسے اُحد میں اس نے حاصل کیا تھا ــــ بدر میں مکی فوج سے ملاقات کرنے کی اپیل کی تھی ــــ پس جب اس سے اس کھوکھلی فتح کا نشہ دور ہوا تو اس کے بعد اس نے اپنے آپ پر لازم قرار دیا کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرے اور اور مکی فوج کے ساتھ مدنی فوج سے بدر میں مقررہ میعاد پر ملاقات کرے۔

لیکن وہ ایک ذمہ دار سالار کی طرح نتائج کا اندازہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی ملاقات سے ڈر گیا، اور اسے اس بات کی شدید خواہش تھی کہ یہ ملاقات نہ ہو، مگر اسے یہ یقین تھا کہ اسلامی فوج کے سالارِ اعلیٰ (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز وعدہ خلافی نہ کریں گے اور آپ ضرور وعدہ پورا کرنے کے لیے منطقۂ بدر کی طرف بڑھیں گے۔

اس لیے ابوسفیان (جنوبی فوج کے مدینہ سے مارچ کرنے سے قبل) مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے ارادے سے داؤ پیچ کرنے کے لیے تیار ہو گیا، کہ شاید وہ بدر کی طرف خروج کرنے سے باز آ جائیں اور اس کا مقصد پورا ہو جاتے، اور عربوں کو پتہ ہی

[1] طبقات ابن سعد الکبریٰ جلد ۲ صـ۵۹

چلے کہ وہ جنگ سے پیچھے ہٹ گیا ہے۔

اس نے مسلمانوں کے درمیان یہ خبر مشہور کرنے کے لیے آدمی بھیجا کہ قریش ایسی فوج کے ساتھ بدر کی طرف گئے ہیں کہ ضخامت و تنظیم کے لحاظ سے جزیرۂ عرب نے اس کی مثل نہیں دیکھی، اور یہ کارروائی مسلمانوں کو روکنے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لیے تھی۔

ابوسفیان کا نعیم بن مسعود کو افواہ اڑانے کیلئے کرایہ پر لینا

اور مکہ کے سردار ابوسفیان نے اس مہم کے قیام کے لیے ایک شخص کو کرایہ پر لیا، جس کا نام نعیم بن مسعود تھا، اور ابوسفیان نے اُسے کہا کہ اگر وہ اس مہم کے لیے تیار ہو تو اس کے بدلے میں اُسے بیس اونٹ ملیں گے، اس نے اسے کہا:

مجھے خیال آیا ہے کہ میں نہ نکلوں، اور میں اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلیں اور میں نہ نکلوں.... یہ بات مسلمانوں کو مزید جرأت دلا دے گی، میری طرف سے وعدہ خلافی ہونے کی نسبت مجھے ان کی طرف سے وعدہ خلافی کا ہونا زیادہ پسند ہے، پس تم مدینہ جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ ہمارے پاس بہت فوج ہے اور انہیں ہمارے مقابلے میں کوئی طاقت حاصل نہیں ہے اور تمہارے لیے میرے پاس اتنے اونٹ ہیں، میں وہ تمہیں سہیل بن عمرو کے ذریعے دے دوں گا۔[1]

ابوسفیان نے جو اسے اونٹ دینے کا وعدہ کیا تھا، جب سہیل بن عمرو، نعیم بن مسعود کے لیے ان کا ضامن بن گیا تو اس کے بعد نعیم مدینہ چلا گیا، اور وہ ابوسفیان کی افواج کی کثرت کی افواہ مسلمانوں میں پھیلانے لگا، اور مدینہ میں مسلمانوں کے درمیان اس کے لیے چکر

---

[1] اس کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

لگانے لگا، حتیٰ کہ اس کی افواہ نے مسلمانوں کے دل پر بڑا اثر ڈالا اور اس بارے میں یہود اور منافقین نے بھی اس کی مدد کی۔

افواہ سے مسلمانوں کا متاثر ہونا

نعیم بن مسعود کی افواہ نے مسلمانوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا، حتیٰ کہ خروج کے بارے میں ان کی نیت باقی نہ رہی [۱] اور مدینہ میں یہ بات پھیل گئی اور یہود اور منافقین بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس فوج سے نہیں بچ سکتے۔

اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو اس افواہ کے سننے اور مسلمانوں کے رکنے سے غصہ آگیا، اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اور بدر کی طرف آپ کو خروج کی ترغیب دیتے ہوئے آئے تاکہ مشرکین ان کا لالچ نہ کریں، ان دونوںؓ نے آپؐ سے کہا:

یا رسول اللہ... بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد کرنے والا اور اپنے دین کو عزت دینے والا ہے اور ہم نے لوگوں سے وعدہ کیا ہے، ہم اس سے پیچھے ہٹنا پسند نہیں کرتے اور وہ اسے بزدلی سمجھیں گے پس آپ ان کی وعدہ گاہ پر چلیے اور قسم بخدا اس میں بہتری ہے، پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوش ہوگئے اور آپؐ نے اعلان فرمایا کہ آپؐ بدر کی طرف جانے والے ہیں، آپؐ نے فرمایا ـــــ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ گیا تو میں ضرور جاؤں گا، پھر آپؐ نے بھرتی کا اعلان کردیا، پس مسلمانوں کو نعیم بن مسعود کی افواہ کے نتیجے میں جو خوف لاحق ہوگیا تھا، اللہ نے اسے دور کردیا اور مسلمان ہتھیار اٹھانے میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے اور ان میں سے پندرہ سو کے قریب جانباز جمع ہوگئے، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بدر کی طرف مارچ کیا

[۱] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۶۷

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا جھنڈا امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب کو عطا فرمایا۔

مدینہ کا نائب امیر

مدینہ چھوڑنے سے قبل، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سرکلر جاری کیا، جس کے بموجب آپ نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول[1] کو اپنی غیر حاضری کے دوران اپنی نیابت میں مدینہ کا امیر مقرر کیا۔

اور اسلامی فوج (عملاً) مقررہ دن کو بدر پہنچ گئی اور مکی فوج کے انتظار میں وہاں آٹھ راتوں تک پڑاؤ کیے رہی، جیسا کہ فریقین کے درمیان طے ہوا تھا، لیکن مکی فوج کے قائدین نے مسلمانوں کی ملاقات کرنے سے بزدلی دکھائی اور ان کے ساتھ تصادم کرنے سے ڈر گئے، حالانکہ ان کی افواج، مسلمانوں کی افواج کے مقابلہ میں جو اُن سے جنگ کرنے کو نکلیں تھیں، دگنی تھیں۔

مکی فوج کا معرکہ سے پیچھے ہٹنا

ابوسفیان مکی فوج کے ساتھ گیا، مگر اس فوج کے قائدین نے زخرف کی آس مصنوعاً گرہ کھینچ کر (جو مسلمانوں کی جانب سے ان کے دلوں میں پڑ گئی تھی) سلامتی کو ترجیح دی اور بدر کی جانب کئی مراحل طے کرنے کے بعد انہوں نے فوج کے ساتھ مکہ واپس جانے کا فیصلہ کر لیا اور عسفان مقام سے وہ مکہ واپس آ گئے، اس جگہ پہ مکی فوج کے قائدین اور زعماء نے میٹنگ کی، اور ان کی میٹنگ کا اختتام اس تجویز پر

---

[1] حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کے حالات ہماری کتاب غزوۂ اُحد میں دیکھیے۔

ہوا، جو فوج کی واپسی اور بدر کی طرف مسلسل بڑھتے سے رک جانے کا فیصلہ کرتی تھی اور جس محبت سے انہوں نے اس واپسی کا جواز نکالا، وہ یہ تھی کہ جنگ کے لیے حالات ناسازگار ہیں، کیونکہ یہ قحط اور خشک سالی کے حالات ہیں، جو مناسب نہیں، اور اس قسم کی ضخیم فوج کے لیے حالات مناسب نہیں، جس پر ۲۵۰ میل سے زیادہ کا سفر کرنا واجب ہے

فوج میں ابوسفیان کی تقریر

مکی فوج کا سالارِ عام (ابوسفیان بن حرب) فوج میں تقریر کرنے اور مکہ کی طرف فوج کی واپسی کا اعلان کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ ملاقات سے انحراف کرنے اور اسباب کی شرح کرنے کے لیے کھڑا ہوا، اس نے کہا:

"اے گروہ قریش تمہارے لیے سرسبز سال ہی مناسب ہے جس میں تم درختوں کو چراتے ہو اور دودھ پیتے ہو اور تمہارا یہ سال خشک سال ہے اور میں واپس جانے والا ہوں، پس تم بھی واپس چلے جاؤ۔"

پس فوج نے احکام کی اطاعت کی اور وہ تباہ کن شکست پر واپسی کی عار کو ترجیح دیتی ہوئی اسی راستے سے واپس آگئی جس راستے سے گئی تھی، اور اگر وہ بدر میں مسلمانوں سے ملاقات کی جرأت کرتی، تو وہ اس شکست کے نزول کی توقع رکھتی تھی۔

اور مسلمانوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے فیصلہ کن معرکہ میں حصہ لینے کے لیے مکی فوج کے انتظار میں آٹھ راتوں تک ٹھہرائے رکھا، لیکن جب انہیں مکی فوج کے پسپا ہونے اور جنگ سے پیچھے ہٹنے اور عسفان سے مکہ کو واپس چلے جانے کی خبر ملی تو وہ بھی مدینہ واپس چلے گئے، اور اسلامی فوج نے بدر میں پہنچنے سے ان بُرے آثار کا آخری اثر بھی مٹا دیا۔ جو گذشتہ سال معرکہ اُحد میں مسلمانوں کی سرنگونی نے چھوڑے تھے۔

اُحد کی شکست کے آثار کا مٹنا

مدینہ سے اسلامی فوج کا بدر تک مارچ کرنا ایک شاندار کامیاب داؤ پیچ ہے جس سے اس نے اپنے وجود کا اثبات کیا اور دشمنانِ اسلام کو (مدینہ کے اندر اور باہر) یہ قاطع دلیل دی کہ وہ نہ صرف منطقۂ یثرب ہی بلکہ تمام جزیرۂ عرب میں بڑی خوفناک فوج بن گئی ہے۔

اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مکی فوج جو جزیرہ کی افواج سے کثرتِ تعداد اور قوتِ تنظیم اور اسلحہ کی عمدگی کے لحاظ سے سب سے بڑی فوج ہے، اسلامی فوج سے ڈر گئی ہے اور اس سے جنگ کرنے سے پیچھے ہٹ گئی ہے، حالانکہ اس سے قبل وہ سابق میعاد کے بموجب اس کی ملاقات کو گئی تھی، جسے مکی فوج کے سالارِ عام نے (چیلنج کرتے ہوئے) خود مقرر کیا تھا۔

بلاشبہ بدر کا دوسرا دستہ جس کی کمان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ایک پُرشور چیلنج اور بُت پرست قریش کے پڑاؤ کو ذلیل کرنے والا تھا —— اسی طرح وہ تمام قبائل عرب جو دشمنانِ اسلام تھے کے لیے —— جن کو اُحد کی مصیبت کے بعد مسلمانوں پر حملہ کرنے کی سوجھی تھی —— ارباب ذناویب کے قائم مقام بن گیا، پس قریش نے خاموشی اختیار کر لی اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اس دستے کے تیار کرنے کے بعد، جسے وہ بدر تک لے گئے، کوئی فوجی کارروائی نہیں کی، حتیٰ کہ احزاب کے فیصلہ کن معرکے تک جس میں عرب کے اکثر مشرک قبائل نے شرکت کی تھی، کوئی کارروائی نہ کی، اسلامی فوج نے بدر تک جو بڑے داؤ پیچ اختیار کیے ان کی کامیابی کی دلیل یہ ہے کہ وہ دُور دراز علاقہ جو مدینہ سے بدر تک اور اس کے ارد گرد تک پھیلا ہوا ہے وہ مسلمانوں کی جنگ سے ڈرنے لگا، حالانکہ اس سے

قبل اس کے زعماء انہیں تباہ کرنے کے لیے سامان تیار کر رہے تھے اور یہ بات یوں ہے کہ مخشی بن عمرو الضمری جو منطقۂ بدر کے قبائل کا ایک سردار تھا، وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپ وہاں مکی فوج کے انتظار میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے، اس نے آپ کی نبض چھوتے ہوئے اور جھپٹ باز کی طرح) آپ سے کہا۔

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ اس پانی پر قریش سے ملاقات کرنے آتے ہیں — یعنی بدر کے پانی پر جو بنی ضمرہ کی زمینوں میں واقع ہے۔؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اور اپنی فوج کی طرف سے بڑے پُر اعتماد لہجے میں اسے جواب دیا، — ہاں اے ضمری اور اگر تو چاہے تو ہم اس عہد کو تجھے واپس کیے دیتے ہیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، پھر ہم تلواروں کے ساتھ تجھ سے جنگ کریں گے، حتیٰ کہ اللہ ہمارے اور تیرے درمیان فیصلہ کر دے۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے — معرکہ بدر سے قبل — بنی ضمرہ کے قبائل کے ساتھ عدم جارحیت کا ایک معاہدہ کیا تھا اور یہ اس وقت ہوا جب آپ ہجرت کے پہلے سال منطقہ (ودّان) میں ایک گشتی ریکی (RECCE) دستے کے ساتھ قیام پذیر تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ضمرہ کے قبائل کے سردار کو یہ جواب، جس میں آپ نے اس معاہدہ کو ختم کرنے کی پیشکش کی جو آپ کے اور بنی ضمرہ کے درمیان تھا اس علاقے میں سنایا، جو ان قبائل کے مسلح جوانوں سے موجیں مارتا ہے۔ لیکن بنی ضمرہ کے سردار (مخشی بن عمرو) نے خوف اور تلطف کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، نہیں، قسم بخدا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی عسکری قوت اس

حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ ان قبائل کی کسی قوت سے نہیں ڈرتے تھے اور یہ کہ اُحد کی
سرنگوں کے تمام آثار مٹ چکے تھے۔

غزوہ دومۃ الجندل (محرم ۵ھ)

یہ دومۃ الجندل، جزیرۂ عرب کی شمال مغربی طرف، شام کے نزدیک واقع ہے
اور مدینہ سے سولہ راتوں کے فاصلہ پر اور دمشق سے پانچ راتوں کے فاصلے پر واقع ہے۔
اور دومۃ الجندل کا یہ غزوہ، چھٹا فوجی دستہ ہے، جسے مسلمانوں نے معرکہ احزاب
سے قبل اور غزوہ احد کے بعد تیار کیا اور اس دستے کے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ نبوی
فوج کی انٹیلی جنس نے کچھ معلومات حاصل کیں جن کا ماحصل یہ تھا کہ دومۃ الجندل کے
قبائل، مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھے کر رہے ہیں اور وہ لوگوں کو خوفزدہ کرتے
ہیں اور رہزنی کرتے ہیں اور جو ان کے پاس سے گزرتا ہے ان پر ظلم کرتے ہیں۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدیم دستور کے مطابق جو سرعت کے ساتھ
معرکہ کو اعراب کی تادیب کے لیے اور ان پر اچانک حملہ کرنے کے لیے ان کے میدانوں
میں منتقل کرنے کا تھا، ایک ہلکی سی فوج تیار کی جو ایک ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی، آپ
اسے جلدی سے دومۃ الجندل کی طرف لے گئے۔
چونکہ مسلمان ان دور دراز راستوں سے ناواقف تھے اس لیے انہوں نے
ایک عذری کو جو ان علاقوں کا تجربہ کار تھا اور اس کا نام مذکور تھا، دومۃ الجندل
کی طرف راہنما بنا لیا۔

مدینہ کا نائب امیر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ چھوڑنے سے قبل ایک حکم صادر فرمایا

جس کے بموجب حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ غفاری کو آپ نے اس غزوہ سے واپسی تک اپنی نیابت میں مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ انتہائی ممکن سرعت سے مارچ کیا تاکہ آپ اکٹھے ہونے والے دشمنوں کو اچانک پکڑ لیں، اور آپ اس دستہ کے مزید اخفا کے لیے رات کو چلتے اور دن کو چھپتے ہوئے اکٹھ کی جگہ پر پہنچ گئے،

لیکن دومۃ الجندل میں جمع ہونے والوں کی انٹیلی جنس نے انہیں مسلمانوں کے مارچ کی خبر، ان کے پہنچنے سے تقریباً ایک دن قبل پہنچا دی۔ اور دومۃ الجندل میں جمع ہونے والے ان اعراب کو جب صرف اتنا ہی علم ہوا کہ اسلامی فوج ان کے علاقے کے نزدیک آگئی ہے، تو ان پر خوف و رعب طاری ہو گیا اور وہ سرعت کے ساتھ متفرق ہو گئے، اور اپنی منازل کو چھوڑتے ہوئے اپنی جانوں کو لے کر بھاگ گئے۔ اور عذری راہنما نے ان چراگاہوں تک مسلمانوں کی راہنمائی کی جن میں بنی تمیم کے چرنے والے مویشی تھے پس فوج نے اچانک ان چراگاہوں پر حملہ کر دیا اور اس نے بہت سے مویشیوں پر قبضہ کر لیا اور چرواہوں سے جہاں تک ہو سکتا تھا وہ مویشیوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

دستے کی کامیابی

پھر فوج نے مسلسل اپنی پیشقدمی جاری رکھی، حتیٰ کہ وہ دشمن کی منازل میں پہنچ گئی،

---

[1] سباع بن عرفطہ غفاری، اور آپ کو کنانی بھی کہا جاتا ہے، امام بخاری نے تاریخ الصغیر میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں مدینہ آیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے اور آپ نے حضرت سباع بن عرفطہ کو مدینہ کا نائب مقرر کیا اور ہم صبح کی نماز میں آپ کے ساتھ شامل ہوتے اور ہم نے آغاز طلب کی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دوبارہ مدینہ کا امیر مقرر کیا۔

اور اس نے وہاں کسی آدمی کو نہ پایا اور اس نے وہاں کئی روز تک پڑاؤ کیا اور ان کے شکست خوردوں کے تعاقب میں گشتی فوجی دستے بھیجے اور وہ علاقے میں پھیل گئے، لیکن انہوں نے دیکھا کہ وہ پراگندہ ہو گئے ہیں اور روپوش ہو گئے ہیں اور گشتی دستوں کو صرف ایک شخص ملا جسے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، آپ نے اس سے اس کی قوم کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے آپ کو بتایا کہ وہ فوج کے پہنچنے سے ایک روز قبل بھاگ گئے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گیا

دستے کا دور رس مقصد

اور یہ مستبعد نہیں کہ اس فوجی دستے سے جس کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دومۃ الجندل تک سولہ راتوں میں گئے، آپ کا مقصد ان رومیوں کو خوفزدہ کرنا ہو جو اس منطقہ میں ہیں، جس تک آپ اپنی فوج کے ساتھ ان کی حدود پر پہنچے اور وہ ان کی حکومت کے دوسرے دارالخلافہ دمشق سے پانچ راتوں کی مسافت پر ہے۔

بلکہ واقدی نے اپنے مغازی میں اسے محکم طور پر بیان کیا ہے، جیسے کہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اسے روایت کی ہے، آپ کا بیان ہے کہ محمد بن عمر الواقدی نے اپنے اسناد سے اپنے شیوخ سے بحوالہ سلف کی ایک جماعت کے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبی شام کے نزدیک ہونا چاہا آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ بات قیصر کو خوفزدہ کر دے گی۔

حملے کی مدت

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً پچاس دنوں کی غیر حاضری کے بعد اس غزوہ سے واپس آ گئے، اور آپ نے غزوہ دومۃ الجندل سے واپسی کے دوران فزاری سردار

(عیینہ بن حصن) سے عدم جارحیت کا معاہدہ کیا اور اس مصالحت کے بموجب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن کو اجازت دی کہ وہ مسلمانوں کے ماتحت زمین میں جو مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے، مویشی چرایا کرے، کیونکہ اس فزاری سردار نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجد میں فزارہ کی زمین کے بے آب و گیاہ ہونے کی شکایت کی تھی۔

غزوہ بنی المصطلقؓ (یکم شعبان ۵ھ)

بنو المصطلق، حجاز کے خزاعہ کا ایک بطن ہیں، جن کی منازل قدید کی جانب، مدینہ سے تقریباً ایک سو ستر میل کے فاصلہ پر ہیں، اور اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ اسلامی انٹیلی جنس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خبر دی جس کا ماحصل یہ تھا کہ بنی المصطلق کا سردار (الحارث بن ابی الضرارؓ) اپنی قوم کو اور اپنے قریبی اطاعت گزار قبائل عرب کو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھا کر رہا ہے اور اس نے بڑی افواج اکٹھی کر لی ہیں جن سے وہ مدینہ سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرعت سے کام لیا اور اپنی انٹیلی جنس کے

سلہ:۔ بنو مصطلق (ان قحطانی خزاعہ کا بطن ہیں جو سد مارب کے گرنے کے بعد یمن سے دور چلے گئے تھے) اور المصطلق کا نام، خزیمہ بن سعد بن عمرو بن ربیعہ ہے اور جاہلیت میں ان کے ہذیل عدنانیہ کے ساتھ مشہور معرکے ہوتے تھے۔

سلہ:۔ الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن المصطلق الخزاعی، یہ اس ناکام معرکہ میں اس عظیم قبیلے کا سالار تھا اور یہ ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا والد ہے، غزوہ بنی مصطلق کے بعد یہ مسلمان ہو گیا اور حسن اسلام سے آراستہ ہوا۔

ایک ذہین اور تجربہ کار آدمی کو بھیجا کہ وہ آپ کے لیے حقیقت الامر کو دریافت کرے اور جو خبر آپ کو ملی ہے اس کے متعلق معلوم کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور اس مہم کے لیے حضرت بریدہ بن الحصیب اسلمی کو منتخب کیا گیا[1]

اور جبوری انٹیلی جنس کے آدمی نے مدینہ چھوڑنے سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپیل کی کہ جب وہ اپنی مہم کی ادائیگی کے دوران دشمن کے علاقے میں مجبور ہو جائے، تو اسے آپ دشمن کے خلاف جھوٹ بولنے کی اجازت دیں، تو آپ نے اسے ضرورۃً اس کی اجازت دے دی، اس قسم کے مواقف میں انٹیلی جنس کے آدمی کو ایسی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

اور جبوری انٹیلی جنس کا جاسوس (حضرت بریدہؓ) انتہائی سرعت کے ساتھ چلا اور ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے، کہ وہ بنی المصطلق کے خیموں میں تھا اور اس نے مناسب جستجو کے بعد خبر کو درست پایا اور اس نے حقیقت کو اس کے سرچشمہ سے حاصل کیا اور اس نے فوج کے سالار الحارث بن ابی ضرار سے ملاقات کی اور اس نے کسی اور نام سے اور کسی دوسرے قبیلے کی طرف منسوب ہو کر اسے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لیے فوج میں شامل ہونے کے لیے آیا ہے اور اس نے حارث سے پوچھا کہ وہ مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے کا پختہ عزم کیسے ہوتے ہے؟ تو اُس نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا، ہم اس بات پر قائم ہیں، آپ اپنے اصحاب کے

---

[1] بریدہ بن الحصیب بن عبداللہ اسلمی، ابن السکن نے بیان کیا ہے کہ آپ اس وقت مسلمان ہوئے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر ہونے کی حالت میں آپ کے پاس سے غمیم سے گزرے، آپ فضلاء صحابہ میں سے تھے، اور صحیحین میں ہے کہ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سولہ جنگیں کیں اور آپ اسلامی فتوحات کے قائدین میں سے تھے، آپ نے امیر المومنین حضرت عثمان کی خلافت میں خراسان سے جنگ کی اور یزید بن معاویہ کی خلافت میں وفات پائی۔

ساتھ جلد ہمارے پاس آئیے پس حضرت بریدہ نے اسے اس بات پہ چھوڑتے ہوئے اس سے معانقہ کیا کہ وہ فوج کے ساتھ شامل ہونے کے لیے اپنی قوم کو لائے گا پھر آپ نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور واپس آگئے۔

حضرت بریدہ اپنے گھوڑے پہ اُڑتے ہوئے نہایت سرعت کے ساتھ مدینہ پہنچے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات کی اطلاع دی اور جو کچھ آپ نے دیکھا اس کی تفاصیل سے بھی آپ کو آگاہ کیا پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افواج کو جمع کیا اور اعلان کیا کہ آپ بنی المصطلق کے دیار کی طرف ان کی ضرب و تادیب کے لیے جا رہے ہیں، سو سرعت سے بھرتی مکمل ہوتی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ جس میں تعاقب کے لیے تیس گھوڑے بھی تھے، مدینہ سے روانہ ہو گئے۔

مدینہ کا نائب امیر

اور آپ نے مدینہ چھوڑنے سے قبل حضرت زید بن حارثہ کو اس کا امیر مقرر کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی المصطلق پر حملہ کرنے والی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

(ا) مہاجرین..... ان کا جھنڈا آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا۔

(ب) انصار .... ان کا جھنڈا آپ نے خزرج کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دیا۔

منافقین ـــــ فوج میں

اور اس راستہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ تیزی سے چلے تاکہ بنو المصطلق کو اچانک پکڑ لیں، اور مارچ کے دوران اس فوج کی انٹیلی جنس نے

ایک مشتبہ آدمی کو گرفتار کر لیا۔ اور اُسے سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتے اور اس سے جواب طلبی کرنے پر واضح ہوا کہ وہ دشمن کا جاسوس ہے، جسے بنی المصطلق کے سردار نے اسلامی فوج کی کارروائیوں اور حالات کے معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہے، اس سے جواب طلب کرنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاسوس پر اسلام پیش کیا تو اس نے انکار کیا، تو آپ نے اسی وقت اس کے قتل کا حکم دے دیا، اور حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم سے (تلوار کی ضرب سے) اس کے قتل کرنے کی ذمہ داری لی، اور بنی المصطلق کی فوج کے سالار کو بھی اپنے جاسوس کے قتل ہونے کا علم ہو گیا، جس سے وہ گھبرا گیا، اور ان قبائل کے درمیان جاسوس کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے الحارث کے پاس جمع ہوتے تھے، اور انہیں یہ خبر بھی ملی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ ان پر حملہ کرنے کو ہیں، پس وہ بہت خوفزدہ ہو گئے، اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے، حارث سے الگ ہو گئے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مارچ مسلسل جاری رکھا، حتیٰ کہ آپ نے قدید میں ان کے اکھٹ کے مقام پر جو بحر احمر کے ساحل کے نزدیک ہے ان کے پانی پر جسے المریسیع کہا جاتا ہے، اچانک حملہ کر دیا اور وہاں پڑاؤ کر لیا۔

۵ مراصد الاطلاع میں (پیش پھر زبر اور "ی" یا ساکن اور "س" مہملہ مکسورہ اور دوسری "ی" اور آخر میں "ع" مہملہ) کے ساتھ بیان ہوا ہے، اور بعض نے اسے "غ" معجمہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔
قدید کی جانب ساحل تک ایک پانی ہے، یہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی المصطلق سے جنگ ہوئی۔

معرکہ آرائی اور دشمن کی شکست

فریقین کے صف بند ہونے کے بعد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ کے سگنل سے قبل آپ نے حضرت عمر بن الخطاب کو حکم دیا کہ وہ بنی المصطلق کو آواز دے کر اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیں تاکہ وہ اموال اور خون کو محفوظ کر لیں، حضرت ابن الخطاب نے کھڑے ہو کر آواز دی ــــ اے بنی المصطلق، لا الٰہ الا اللہ کہو اس کے ذریعے تم اپنے اموال و انفس کو محفوظ کر لو گے ــــ سو انہوں نے کفر و حرب کے سوا، سب باتوں سے انکار کر دیا[1]

پھر فریقین نے ایک دوسرے پر تیر اندازی کی، اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حملے کا سگنل دے دیا اور مسلمانوں نے ان پر یکبارگی حملہ کر دیا، پھر ان کا گھیراؤ کر لیا اور ان میں سے کوئی ایک شخص بھی بھاگ نہ سکا اور جب ان میں سے دس آدمی قتل ہو کر گر پڑے تو اس کے بعد ان سب نے قیدی بننا تسلیم کر لیا، پھر اسلامی فوج ان کی منازل پر اور جو کچھ ان میں تھا، قابض ہو گئی اور جو گھوڑے، بکریاں اور اونٹ ان کے قبضے میں تھے انہیں ہانک لیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا۔

قیدی اور غنائم

اس غزوہ کی غنائم بہت زیادہ تھیں، اونٹوں کی غنیمت دو ہزار اور بکریوں کی پانچ ہزار تھی، اسی طرح قیدی عورتوں اور بچوں کی تعداد سات سو تھی[2] جن میں بنی المصطلق کے سردار اور شکست خوردہ فوج کے سالار الحارث کی بیٹی جویریہ بھی تھی، اور جب اس کے پاس

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ
[2] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ

نے اس کا فدیہ دے دیا تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نکاح کیا اور وہ اور اس کا باپ دونوں مسلمان ہو گئے،

اور غنائم کے جمع کرنے اور مرد قیدیوں کو بیڑیاں ڈالنے کے بعد، میدانِ کار زار میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے مروجہ قانونِ حرب کے مطابق غنائم کو، سپاہیوں کے درمیان تقسیم کیا۔

آپ نے سوار کو تین حصے دیئے، دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ اس کے مالک کا، اور پیادے کو ایک حصہ دیا، اور اس سے قبل آپ نے غنیمت کا خمس لے لیا تاکہ آپ مصلحتِ عامہ کے مطابق اور قرآن کی بیان کردہ نص پر عمل کرتے ہوئے اس میں تصرف کریں، اور وہ نص یہ ہے:

واعلموا انما غنمتم ...... والمساکین وابن السبیل (انفال، ۴۱)

(ترجمہ) "جان لو کہ جو کچھ تمہیں غنیمت سے ملے اس کا خمس اللہ اور رسول اور قرابتداروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے"۔

جو عورتیں اور بچے قیدی ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض کو احسان کر کے آزاد کر دیا اور بعض کا ان کے اہل نے فدیہ دیا (یعنی ان کی آزادی کے لیے مال کی ایک معین رقم دی) پس بنی المصطلق کی تمام عورتیں جو قیدی ہوئی تھیں اپنے اہل کے پاس واپس چلی گئیں، صرف جویریہ بنت الحارث باقی رہی، جس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا۔

اور بنی المصطلق کے جو آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قید میں آئے تھے، آپ نے ان میں سے ایک کو بھی قتل نہیں کیا۔

تمام قیدیوں کی رہائی

اور جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

جویریہ بنت الحارث سے نکاح کر لیا ہے، تو وہ بنی المصطلق کے بارے میں کہنے لگے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہیں، پھر جو مرد اور عورتیں ان کی قید میں بھی باقی رہ گئے تھے، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی خاطر سب کو آزاد کر دیا، اور بنی المصطلق میں سے جو لوگ بلا فدیہ آزاد ہوئے، وہ ایک سو گھرانوں کے تھے اور حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں ـــ میں کسی عورت کو حضرت جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے بابرکت نہیں سمجھتی، ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرنے سے ایک سو گھرانے آزاد ہوئے۔

منافقین کا فوج کے اندر فتنے کو ہوا دینا

قریب تھا کہ اس غزوہ بنی مصطلق میں مسلمانوں کے درمیان، جبکہ وہ دیار بنی مصطلق میں تھے، تباہ کن خانہ جنگی ہو جاتی، اور یہ واقعہ یوں ہے کہ غفار کا ایک شخص جس کا نام جہجاہ تھا، مہاجرین کا حلیف تھا اور سنان بن وبر الجہنی، خزرج کا حلیف تھا، یہ دونوں پانی پر لڑ پڑے اور غفاری نے مدد طلب کرتے ہوئے آواز دی ... اے کنانہ اور الجہنی نے آواز دی ... اے انصار، اس موقع پر فریقین (انصار اور قریش) کی فوجیں آ گئیں اور انہوں نے غصے سے ہتھیار بلند کیے، اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے جائے وقوعہ پر نہ جاتے تو قریب تھا کہ خونریز معرکہ ہو جاتا، آپ نے اپنی معروف حکمت کے ساتھ اس فتنہ کو ختم کر دیا۔

آپ نے مسلمانوں کے اس اکٹھ میں جو کچھ ہوا تھا، اس کی بُرائی کرتے ہوئے فرمایا ـــ اس جاہلیت کی پکار کا کیا حال ہے؟ (یعنی اس روائتی قبائلی بات کا کہ اے فلاں

لہ سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۹۵

وہ کہنے لگے کہ مہاجرین کے ایک شخص نے انصار کے ایک شخص کو مارا ہے، آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو (یعنی جاہلی عنصریت کے دعویٰ کو) یہ ایک مردار ہے جس نے جاہلیت کا آوازہ دیا، وہ جہنم کو بھرنے والا ہے، دریافت کیا گیا یارسول اللہ، خواہ وہ نماز پڑھے یا وُہ روزہ رکھے، اور اپنے آپ کو مسلمان خیال کرے ؟ آپ نے فرمایا، خواہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے، اور اپنے آپ کو مسلمان خیال کرے[1]

فتنہ کے سرخیل کی گفتگو

لیکن اس سرعت کے ساتھ اس خانہ جنگی کا خاتمہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو جو مسلمانوں کی فوج میں موجود تھا، اچھا نہ لگا، اس نے اس قسم کے واقعہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان فتنہ کی آگ کو بھڑکانے کے لیے، منافقین کے واسطے ایک سنہری موقع سمجھا، لیکن یہ موقع ان دو آدمیوں کے باہم صلح کر لینے اور فریقین کے اپنے نبی علیہ السلام کی اصلاحی باتیں مان لینے کی وجہ سے ضائع ہو گیا، اس بات نے عبداللہ بن ابی کو غصہ دلایا (اور وہ پڑاؤ میں اپنی قوم خزرج کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا، اور ان میں حضرت زید بن ارقم بھی تھے ــــ جو چھوٹے بچے تھے ــــ اور وہ غصے، عصبیت اور غیظ سے کہنے لگا، کیا مہاجرین نے ایسا کیا ہے، میں نے آج کی طرح کبھی ذلت نہیں دیکھی .... انہوں نے ہمارے ملک میں ہمیں مغلوب کر لیا ہے۔ اور ہم پر فخر کیا ہے، خدا کی قسم ہم نے مقابلہ کیا تو ان قریش کے گریبانوں کی وُہ صورت ہو گی، جیسا کہ کسی پہلے نے بیان کیا ہے (اپنے کتے کو موٹا کر دہ تجھے کھا جائے گا،) قسم بخدا اگر ہم مدینہ کو واپس گئے تو سب سے معزز آدمی، سب سے ذلیل

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صہ ۶۷

آدمی کو مزید اس سے نکال دے گا،

پھر رئیس المنافقین اپنی قوم کے موجودہ لوگوں کو ـــــ ان کے دلوں میں مہاجرین سے عداوت کے جذبہ کو بھڑکاتے ہوئے) کہنے لگا،..... یہ سب کچھ تم نے اپنے ساتھ کیا ہے، تم نے اپنے ملک کو ان کے لیے مباح کر دیا اور ان کو اپنے اموال تقسیم کر دیئے اور قسم بخدا اگر تم ان چیزوں کو ان سے روک لیتے جو تمہارے قبضے میں تھیں تو وہ تم کو چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جاتے[1]

پھر اس خبیث نے (اس کا روئے سخن انصار کی طرف تھا) کہا، پھر جو کچھ تم نے کہا اس سے تم راضی نہ ہوئے، حتیٰ کہ تم نے اپنی جانوں کو موت کا نشانہ بنا دیا اور اس کی (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) حفاظت میں جنگ کی اور تم نے اپنے بچوں کو یتیم بنا دیا اور تم کم ہو گئے، اور وہ بڑھ گئے، پس تم ان پر خرچ نہ کرو، حتیٰ کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔

اور حضرت زید بن ارقم نے اسی وقت یہ اہم گفتگو جو رئیس المنافقین نے کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر بڑا غصہ آیا اور آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا، لیکن آپ نے (تاکہ شگاف وسیع نہ ہو جائے اور از سر نو پڑاؤ میں فتنہ نہ پیدا ہو جائے) معاملے کو نرم کرنا چاہا، اور حضرت زید بن ارقم نے جو بات آپ تک پہنچائی تھی، اس کے بارے میں شک کا اظہار کیا (حضرت زید کمسن جوان تھے) آپ نے انہیں فرمایا، اے بچے شاید تو اس پر ناراض ہو گیا ہے حضرت زید نے کہا یا رسول اللہ قسم بخدا میں نے اس سے یہ بات سنی ہے..... آپ نے فرمایا ـــــ شاید تیرے کانوں کو غلطی لگی ہو۔

اور بچے کو اس کی قوم خزرج کے آدمیوں نے ملامت کی اور اسے کہنے لگے تو اپنی قوم کے سردار کے متعلق جھوٹ بولتا ہے اور وہ باتیں کرتا ہے جو اس نے نہیں کہیں یہ

حضرت زید رضؓ نے کہا خدا کی قسم اس نے جو کہا ہے میں نے سُنا ہے، اور اگر میں اپنے باپ سے بھی یہ بات سُنتا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتا، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر وحی نازل کرے گا، جو میری بات کی تصدیق کرے گی،

حکمتِ رسولؐ نے موقف کو بچا لیا

عبداللہ بن ابی، اپنی قوم خزرج کا سردار تھا اور اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے جو بغض و عداوت تھا، وہ آپؐ پر مخفی نہیں رہ سکتا تھا لیکن آپ نے موضوع کو وسعت دینا پسند نہ کیا بلکہ فتنہ کے خوف سے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔

اور جب حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی — اور ابھی تک وہ دیار بنی المصطلق ہی میں تھے — تو آپ نے اس گذارش کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا، اسے عمرؓ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جو لوگ بیان کریں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو بیان کرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا، اگر آپ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اسے کوئی مہاجر قتل کرے تو کسی انصاری کو اس کے قتل کا حکم فرما دیجیئے، مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے اتفاق نہ کیا بلکہ اس تجویز کو حضرت عمرؓ سے یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ.... اس کے لیے (اس صورت میں) یثرب میں بہت سے جوان دھمکیاں دیں گے — اس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ اس صورت میں عبداللہ بن ابی کا قتل مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کو ہوا دینے کا موجب بن جائے گا، اس لیے کہ آپ کو توقع تھی کہ خزرج کے بہت سے جوان اپنے سردار

عبداللہ بن ابی کے قتل ہونے کی وجہ سے ناراض ہو جائیں گے خصوصاً جب کہ ان میں سے بہت سے لوگ اس کے نفاق کی حقیقت سے واقف ہی نہیں ہیں

فیصلہ کُن حکیمانہ قدم

علاوہ ازیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے سالار اعلیٰ اور حکومت کے ذمہ دار سربراہ کی حیثیت سے جب موقف کے انقلاب اور عبداللہ بن ابی کی گفتگو کے نتیجہ میں خطرے کو بڑھتے دیکھا، اور یہ کہ اس نے پڑاؤ میں فتنہ کو ہوا دی ہے، تو آپ نے اس کے متعلق ایک سریع فیصلہ کن قدم اٹھانے میں جلدی کی جس سے آپ نے (مکمل طور پر) لوگوں کو اس بات میں دلچسپی لینے سے روک دیا، جو گذشتہ کل عبداللہ بن ابی نے کی تھی۔

آپ نے فوج کو مدینہ کی طرف جلدی سے مارچ کرنے کا حکم دیدیا، نیز یہ کہ فوج تقریباً تیس گھنٹے تک توقف کیے بغیر چلتی جائے، اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ تھک جائیں اور اس اہم موضوع کے متعلق بات کرنے کا موقع نہ پائیں، جسے رئیس المنافقین نے دیار بنی المصطلق میں اٹھایا تھا۔

ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں بیان کیا ہے کہ —— پھر اس روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ چلے، حتیٰ کہ شام ہو گئی اور رات کو بھی چلتے رہے، حتیٰ کہ صبح ہو گئی، اور اس دن کے پہلے حصے میں بھی چلتے رہے، حتیٰ کہ سورج نے ان کی گوشمالی کی، پھر آپ لوگوں کے ساتھ اترے اور جونہی وہ زمین کے ساتھ مَس ہوئے، سو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام اس لیے کیا تاکہ لوگوں کو اس بات سے غافل کر دیں جو گذشتہ کل عبداللہ بن ابی[1] نے کی تھی۔

---

[1] اس منافق کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے۔

خدا کی قسم وُہ ذلیل ہے اور آپ معزز ہیں

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر چلے تو اسید بن الحضیر[1] آپ سے ملے — آپ خزرج کے سردار تھے، انہوں نے آپ کو سلام نبوت کہا، پھر کہنے لگے یا نبی اللہ، خدا کی قسم آپ ایسے سخت وقت میں چلے ہیں کہ آپ کبھی اس قسم کے سخت وقت میں چلا نہیں کرتے، آپؐ نے انہیں فرمایا (حضرت اُسید آپ کے خاص اصحاب میں سے تھے،) تمہارے دوست نے جو بات کی ہے کیا اس کا علم آپ کو ہوا ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کون سے دوست نے؟ آپ نے فرمایا عبداللہ بن ابی نے، انہوں نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا، اس کا خیال ہے کہ اگر وہ مدینہ کو واپس گیا تو بڑا معزز، بڑے ذلیل کو وہاں سے باہر نکال دے گا، انہوں نے کہا، یا رسول اللہ خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو اسے مدینہ سے نکال دیں، خدا کی قسم وُہ ذلیل ہے اور آپ معزز ہیں، پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ اس سے نرمی کیجیے، خدا کی قسم اللہ آپ کو ہمارے پاس لایا تو اس کی قوم اس کی تاج پوشی کے لیے جواہر پرو رہی تھی، اس کا خیال ہے کہ آپ نے اس کی بادشاہت چھین لی ہے[2]۔

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ بدر" میں دیکھیے۔ [2] یہ گفتگو جسے ابن اسحاق نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نیچے حضرت زید بن ارقم کی بات پر جو اس نے عبداللہ بن ابی منافق کی جانب سے آپ تک پہنچائی تھی، یقین تھا مگر آپ نے چاہا کہ اس اہم موضوع کے بارے میں زیادہ باتیں نہ ہوں اور نہ جھگڑا بڑھے اسی لیے آپ نے حضرت زید بن ارقم سے فرمایا — شاید تجھے اس پر غصہ آگیا ہے یا شاید تیرے کانوں کو غلطی لگی ہے پھر آپ نے فوراً کوچ کرنے کا حکم دیدیا تاکہ لوگ اس اہم بات کو بھول جائیں۔

اور رئیس المنافقین کی جانب جو اہم اور قبیح بات منسوب کی گئی اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تحقیق نہ کی اور نہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا۔ ہاں ابن ابی کی قوم، خزرج کے سرداروں نے اس کے پاس آکر اسے کہا اے ابوالحباب جو بات تجھ سے روایت کی گئی ہے، اگر تو نے کہی ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق بتا دے، وہ تیرے لیے استغفار کریں گے اور تو اس کا انکار نہ کر تیرے بارے میں وحی نازل ہوگی جو تیری تکذیب کر دے گی اور اگر تو نے وہ بات نہیں کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر معذرت کر لے، سو اس نے اپنی قوم کے سامنے اللہ کی قسم اٹھائی کہ اس نے ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں کی، پھر وہ چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے حلف اٹھانے لگا کہ حضرت زید بن ارقم نے جو باتیں آپ تک پہنچائی ہیں، ان میں سے اس نے کوئی بات بھی نہیں کی۔

عقائد، جوانوں کو یوں بنا دیتے ہیں

اور اس عظیم منافق عبد اللہ بن ابی کا ایک صالح اور نیک بیٹا تھا، جب اسے اپنے باپ کی خبیث بات اور نیز حضرت ابن خطاب کے اس کے قتل کے بارے میں اجازت طلب کرنے کی اطلاع ملی، تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا۔

یا رسول اللہ مجھے آپ کے متعلق پتہ چلا ہے کہ آپ عبد اللہ (یعنی اس کے باپ) کو اس بات کی وجہ سے جو اس کے متعلق آپ کو پہنچی ہے، قتل کرنا چاہتے ہیں اور اگر آپ نے ایسا کرنا ہے تو مجھے حکم دیجیے کہ میں اس کا سر آپ کے پاس لے آؤں، خدا کی قسم خزرج کو معلوم ہے کہ مجھ سے بڑھ کر اپنے والد سے کوئی حسن سلوک کرنے والا نہیں، مجھے خدشہ ہے کہ آپ میرے سوا کسی اور کو اس کا حکم دیں گے اور وہ اسے قتل کر دیگا

اور میرا دل گوارا نہیں کرے گا، کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو لوگوں میں چلتے پھرتے دیکھوں، اور میں اسے قتل کر دوں گا، پس میں ایک کافر کے بدلے مومن کو قتل کروں گا اور دوزخ میں داخل ہو جاؤں گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مومن نوجوان سے فرمایا، میں نے نہ اس کے قتل کا ارادہ کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے، جب تک وہ ہمارے درمیان ہے، ہم اس کی صحبت کو اچھا خیال کریں گے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکیمانہ موقف کا، جو آپ نے رئیس المنافقین کے بارے میں اختیار کیا، اس منافق کے شرور کے روکنے میں بڑا اثر ہوا، اور اس کے بعد اس کی قوم کے لوگ ہی، جب وہ کوئی واقعہ کرتا اسے ملامت کرتے اور اسے پکڑ لیتے اور اسے زجر و توبیخ کرتے۔

اپنے باپ کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکنا

حضرت عکرمہؓ نے بیان کیا ہے کہ جب اس عبداللہ کو اپنے باپ کی خبیث بات کی اطلاع ملی تو وہ اس کے لیے ـــــ بنی مصطلق سے واپسی کے بعد ـــــ مدینہ کے دڑے کے پاس کھڑا ہو گیا پھر اسے کہنے لگا، ٹھہر جاؤ، خدا کی قسم جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں، تم مدینہ میں داخل نہیں ہو گے، پس جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس نے اس بارے میں آپ سے اجازت طلب کی تو آپ نے اسے اجازت دیدی تو اس نے اسے چھوڑ دیا، حتیٰ کہ وہ مدینہ میں داخل ہو گیا۔

اور بعد ازاں جب ابن ابی کی قوم کو اس منافق کی حقیقت کا علم ہوا تو اس کی قوم نے بھی اس کے بیٹے کا موقف اختیار کر لیا اور وہ اسے زجر و توبیخ کرنے لگے۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب کے سامنے اس حکیمانہ موقف کے نتائج بیان کریں جو آپ نے اس وقت اختیار کیا، جب رئیس المنافقین

نے آپ کے متعلق یہ خبیث بات کہی، آپ نے فرمایا اسے عمر قسم بخدا، اگر اس روز میں اسے قتل کر دیتا جس روز آپ نے مجھ سے کہا تھا، تو میں اس کے لیے جوانوں کو کپکپا دیتا، اور اگر آج میں انہیں اس کے قتل کا حکم دوں تو وہ اسے قتل کر دیں، حضرت عمرؓ نے کہا...... خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو اپنے فیصلے سے زیادہ بابرکت سمجھا ہے۔

قرآن کریم میں ابن اُبی کی گفتگو

اور اللہ تعالےٰ نے رئیس المنافقین کی خبیثانہ گفتگو کے بعد قرآن میں ایک سورت اتاری جس کا نام "المنافقون" ہے، جس میں اس کذاب منافق کے معاملے کی بُرائی کو ظاہر کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

یقولون لئن رجعنا ...... ولکن المنافقین لایعلمون (المنافقون، ۸)

(ترجمہ) "وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ واپس گئے تو سب سے معزز، سب سے ذلیل کو اس سے ضرور نکال دے گا، اور عزت، اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے لیکن منافقین کو معلوم نہیں۔"

جب یہ سورت نازل ہوئی اور اس میں اس بچے حضرت زید بن ارقم کے قول کی تائید و تاکید تھی، جو اس نے رئیس المنافقین کے بارے میں کہا تھا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے حضرت زید کو کان سے پکڑ لیا اور اس کے صدق کی تائید کرتے ہوئے فرمانے لگے ــــ "یہ وہ ہے جس کے کان کی سُنی ہوئی بات کو اللہ نے پورا کر دیا۔"[1]

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان کے آغاز میں غزوۂ بنی مصطلق سے

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۹۲

مدینہ واپس آگئے، اور اس غزوہ میں مدینہ سے غیر حاضری میں آپ کے ۲۸ دن صرف ہوئے اور بعض مؤرخین اس میں بکثرت امور عجیبہ کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اسے "غزوۃ العجائب" کا نام دیتے ہیں۔

عظیم معرکہ ــــ حدیثِ افک

غزوہ بنی المصطلق سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے دوران، منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بارے میں یہ خبیث جھوٹی بات کہی جس سے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے عزتی کی، حتیٰ کہ آپ کو شدید ایذا دی اور آپ کو شدید نفسیاتی تکالیف کا نشانہ بنا دیا۔

پہلا شرارہ:

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول جو یہود اور منافقین کے گروہ کا نمائندہ تھا، اس فوج میں موجود تھا جس نے بنی مصطلق سے جنگ کی تھی، اور اس منافق مجرم کو اسلام کے خلاف سازش کرنے اور اس کی رسالت کے حامل کی شان گرانے کے لیے جو موقع بھی ملتا، اس سے یہ فائدہ اٹھاتا، اسی دوران میں یہ عظیم منافق اپنی قوم خزرج کے ساتھ پڑاؤ میں موجود تھا کہ اچانک عظیم القدر صحابی صفوان بن المعطل، اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج کے ساتھ گذرے، اور یہ منافق (ابن ابی) پوچھنے لگا یہ کون عورت ہے؟ وہ کہنے لگے، حضرت عائشہؓ ہیں، یہ عظیم منافق کہنے لگا، خدا کی قسم نہ یہ اس سے بچی ہے اور نہ وہ اس سے بچا ہے، پھر اس بات کے بعد بدنام کرنے کے لیے کہنے لگا ــ "تمہارے نبیؐ کی بیوی نے مرد کے ساتھ رات گذاری ہے، حتیٰ کہ اس نے صبح کی، پھر وہ اُسے لے آیا"

یہ خبیث اور بُری بات، پہلا شرارہ تھا، جس نے حدیثِ افک کی آگ بھڑکائی اور اس کے باعث آلام کا ایک عظیم معرکہ ہوا، جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پورا ایک ماہ مصروف رہے۔

حدیثِ افک منافقین کی ایک قاتل تدبیر تھی اور یہ ایک عظیم قاتلانہ سیاسی ہتھیار تھا، جسے منافقین کے گروہ نے اسلام کے خلاف سازش کرنے اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان کی وحدت کو توڑنے کے لیے اختیار کیا اور عظیم منافق اور اس کی پارٹی نے وسیع دستے منظّم کیے اور ان کے ذریعے اس جھوٹی بات کو مشہور کیا اور اسے بڑی باریک بینی اور پختگی کے ساتھ رواج دیا، حتٰی کہ بہت سے مسلمان اس سے دھوکہ کھا گئے، اور ان میں سے کچھ اس بات میں حصہ لینے لگے، حتٰی کہ ان میں سے بعض اس جھوٹی بات میں اس حد تک چلے گئے، کہ ان پہ حد قائم کی گئی، جیسے حضرت حسان بن ثابت، حضرت حمنہ بنت جحش اور مسطح بن اثاثہ، اور یہ حدیث افک اس قدر بڑھ گئی کہ اہلِ مدینہ کی مصروفیت بن گئی،

اور افق ونفاق کی پارٹی کی مساعی نے دور حد تک پھل دیئے اور افک کے ظالمانہ دستوں نے اسلامی معاشرہ کے دلوں میں اپنا خوفناک کردار ادا کیا۔۔۔۔۔
حتٰی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم اور پاک صاف دل بھی شک، حیرت اور قلق کے میلان کا نشانہ بن گیا، اور ان جھوٹی افواہوں نے آپ کے دل پہ اثر کیا، اور آپ نے اپنی طیبہ، طاہرہ اور مہربان بیوی سے اعراض کر لیا، جس سے مجبور ہو کر وہ اپنے باپ حضرت صدیق کے گھر چلی گئی، کیونکہ اس کے عظیم خاوند کو اس کے متعلق شک تھا، اور وہ وہیں رہی، حتٰی کہ آسمان سے اس کی براءت میں قرآن نازل ہوا، جسے ابدالآباد تک پڑھا جاتے گا۔

اور یہ ایک آزمائش تھی جس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی

میں واسطہ پڑا (بلکہ سب سے بڑی نفسیاتی تکلیف دہ اور کمزور کر دینے والی آزمائش تھی)، اور کیا اس سے بڑا بھی کوئی دکھ ہو سکتا ہے کہ انسان پر اس کی عزت کے بارے میں طعن کیا جاتے اور خصوصاً اس پر، جو تمام امت کی نبوت اور قیادت کی سطح پر ہو۔

اور یہ آزمائش جس میں انسانی تاریخ کے پاک تر نفس نے وہ آلام برداشت کیے، جن سے پہاڑ گر جاتے ہیں) پورا ایک ماہ جاری رہی جس کے دوران آسمان کا زمین سے تعلق منقطع ہو گیا، اور اس میں یہ عظیم اور پاک دل شک کی رسیوں سے معلق رہا، اور اسے وہ آلام نچوڑتے رہے جن سے نیزوں اور تیروں کے آلام خفیف تر ہوتے ہیں۔

آل صدیق، دختر صدیق، زوجۂ صدیق اور خود حضرت صدیق، جو حد درجہ باوقار، حساس اور پاکیزہ تھے، ان کی مصیبت بیان سے باہر ہے، ہائے ان کی مصیبت، اور کیا اس سے بھی کوئی بڑی مصیبت ہے کہ کسی شریف گھرانے کی بیٹی کی عزت پر طعن کیا جاتے، اور کس کی بیوی پر، حضرت محمد بن عبداللہ، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی پر، جو اپنے باپ کو پیاری تھی، اور جب سے آفتاب اسلام اس زمین پر طلوع ہوا ہے، وہ جنگ و جہاد میں اپنے باپ کی رفیقہ تھی،

اور اس دردناک واقعہ کے خوف نے اس پاک گھرانے یعنی صدیق اکبر کے گھر والوں کی زبانوں پر گرہ لگا دی اور وہ ان ظالمانہ، جھوٹی، سوچی سمجھی اور دل تنگ کرنے والی افواہوں کے سامنے، جو مدینہ پر چھا گئی تھیں، کوئی جواب نہ پاتے تھے اور وہ کیا کہتے جبکہ شک ان کی بیٹی کے بارے میں تھا، جو خود اس کے خاوند نبیؐ کے دل تک پہنچ گیا تھا اور اس شریف اور پاک گھرانے کے لوگ دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئے جنہیں دکھ سختی کے ساتھ توڑ رہا تھا اور انہیں معلوم نہ تھا کہ وہ اس مصیبت

کے سامنے جس سے اللہ نے ان کی آزمائش کی تھی، کیا کہیں اور کیا کریں، اور ایک دفعہ تباہ کن دکھ کا اظہار اس باوقار صابرہ اور مومن شخص کی زبان سے ہوگیا، جسے ان قاتلانہ افواہوں کے الم کی سختی نے مضطرب کر دیا تھا، اس نے کہا — خدا کی قسم جاہلیت میں بھی ہم پر یہ تہمت نہیں لگی، کیا ہم اسلام میں اسے پسند کر سکتے ہیں ؟

اور جب آپ کی پاکدامن، مظلوم اور ستم رسیدہ بیٹی نے (جبکہ دکھ اس کے پاک صاف دل کو پیس رہا تھا) آپ سے کہا میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں، آپ نے — دکھ اور خوف سے — کہا، قسم بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔

بلاشبہ افک کا واقعہ سخت تباہ کن آلام کا معرکہ ہے جس میں نبوت کے شریف گھرانے نے حصہ لیا، اور ان کے گرم زخموں نے بہت سے پاک اور صاف دلوں کو کمزور کر دیا اور قریب تھا کہ وہ رنج والم سے پاک دلوں کا خاتمہ کر دیتے۔

حضرت عائشہ رض کا دکھ دہ واقعہ کو بیان کرنا

چونکہ اس اہم واقعہ میں بہت سی عبرت، نصیحت اور تربیت کی باتیں ہیں، ممکن ہے ان سے وہ لوگ فائدہ حاصل کریں جو بیگناہوں پر تہمت لگانے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں اس لیے ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہتے ہیں کہ وہ اس قاتل دکھ دہ واقعہ کو جس میں آپ پورا ایک ماہ مبتلا رہیں، ہم سے بیان کریں !

زہری نے عروہ اور دوسرے لوگوں سے بحوالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، آپؓ فرماتی ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے اور جس کا قرعہ نکلتا، آپ اسے اپنے ساتھ لے جاتے، اور آپ نے

یک جنگ (غزوۂ بنی المصطلق) میں ہمارے درمیان قرعہ ڈالا، تو میرا قرعہ نکلا، اور
یں پردے کے نزول کے بعد آپ کے ساتھ گئی، اور مجھے ہودج میں سوار کرایا گیا
ور اتارا گیا، پس ہم روانہ ہوئے، حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس جنگ
سے فارغ ہوکر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے نزدیک آئے، تو رات کو آپ نے
وچ کا اعلان کر دیا، اور جب انہوں نے کوچ کا اعلان کیا تو میں اٹھی اور فوج سے
آگے چلی گئی، اور جب میں اپنا کام کر چکی تو میں کجاوے کی طرف آئی اور میں نے اپنے
سینے کو چھوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا ہار، جو اظفار[1] کے سیاہ و سفید مہروں کا تھا، ٹوٹ
گیا ہے، میں نے واپس جاکر اسے تلاش کیا اور اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا اور وہ
لوگ جو مجھے سوار کراتے تھے، آئے اور انہوں نے میرا ہودج اٹھالیا اور اسے میرے
اونٹ پر رکھ دیا - اور ان کا خیال تھا کہ میں ہودج میں موجود ہوں، اور ان دنوں عورتیں
ہلکی پھلکی ہوتی تھیں اور گوشت نے انہیں بوجھل نہیں کیا تھا، اور ہم صرف گزارے کے
مطابق کھانا کھاتے تھے -

اور لوگوں نے جب ہودج اٹھایا تو انہوں نے اس کے ہلکے ہونے کو محسوس نہ کیا
پس انہوں نے اسے اٹھایا اور میں نوعمر لڑکی تھی، انہوں نے اونٹ کو چلایا اور چل پڑے
اور فوج کے گزرنے کے بعد ہار مجھے مل گیا، پس میں ان کی فرودگاہ پر آئی، تو ان میں سے
وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا، سو میں نے اپنی فرودگاہ کا قصد کیا اور میں نے خیال کیا کہ وہ
مجھے نہ پاکر میری طرف واپس آئیں گے،

اسی اثنا میں کہ میں بیٹھی ہوئی تھی مجھے نیند آگئی اور میں سو گئی اور حضرت صفوان[2] بن المعطل

---

[1] اظفار، ناخن کے مشابہ ایک خوشبودار چیز کا نام ہے۔

[2] صفوان بن المعطل بن ربیعہ بن خزاعی بن محارب سلمی ثم ذکوانی، اسلام کے سابقون میں سے تھے۔
خندق اور تمام معرکوں میں شامل ہوئے (بقول واقدی) اور غزوہ بنی المصطلق میں فوج کے ساقہ کے امیر
(باقی اگلے صفحہ پر)

سلمی ثم ذکوانی، فوج کے پیچھے رات کے آخری حصے میں اترے ہوتے تھے، پس آپ رات کے آخری حصے میں چلے اور میری فرودگاہ کے قریب آپ کو صبح ہو گئی، آپ نے ایک انسانی پرچھائی کو سوتے پایا تو آپ میرے پاس آ گئے، اور آپ نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا، اور آپ نے پردے سے پہلے بھی مجھے دیکھا ہوا تھا اور جب آپ نے مجھے پہچان کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، تو میں بیدار ہو گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ خدا کی قسم آپ نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے آپ سے، انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا، کوئی بات سُنی ہے، اور آپ نے اتر کر اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور اس کے اگلے پاؤں پر دباؤ ڈالا اور میں اس پر سوار ہو گئی۔ پس ہم مدینہ آ گئے اور وہاں میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگ اصحاب افک کے قول میں مصروف تھے، اور مجھے پتہ نہ تھا، اور میری تکلیف کے بارے میں مجھے یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ لطف وکرم نہ پا رہی تھی، جو میں آپ سے بیماری کے وقت پایا کرتی تھی، آپ تشریف لاتے، سلام کرتے پھر فرماتے تم کیسی ہو؟ پھر واپس چلے جاتے، یہ بات مجھے آپ کے بارے میں پریشان کرتی اور میں شر کو محسوس نہ کرتی، حتیٰ کہ میں صحت یاب ہو گئی، اور نقاہت باقی رہ گئی، پس میں اور مسطح کی ماں اپنی قضائے حاجت کی جگہ المناصع کی طرف گئیں اور ہم صرف رات ہی کو جایا کرتی تھیں، اور یہ بیوت الخلاء بننے سے قبل کا واقعہ ہے، اور ہم پہلے عربوں کی طرح قضائے حاجت کے لیے میدان کی طرف نشیب کی جانب

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تھے اس لیے اس غزوہ میں آپ فوج کے جوانوں سے آخر میں کوچ کرنے والے تھے آپ حضرت فاروق کے زمانہ تک زندہ رہے اور آپ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگیں کی تھیں، حتیٰ کہ ۱۹ھ میں آرمینیا کے معرکہ میں شہید ہو گئے،

جاتی تھیں، پس میں اور مسطح کی ماں ـــ جو ابو رہم بن المطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھی اور صخر بن عامر کی بیٹی اس کی ماں تھی، جو حضرت ابو بکر صدیق کی خالہ تھی، اور مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب اس کا بیٹا تھا ـــ جب ہم اپنے کام سے فارغ ہوئیں تو ہم پیدل چلنے لگیں اور مسطح کی ماں کو اپنی چادر کی ٹھوکر لگی اور وہ کہنے لگی مسطح ہلاک ہو جائے، میں نے اسے کہا تو نے بہت بری بات کی ہے، کیا تو اس شخص کو گالی دیتی ہے جو بدر میں شامل ہوا ہے؟ وہ کہنے لگی کیا تو نے وہ بات نہیں سنی، جو اس نے کہی ہے؟ میں نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے؟

تو اس نے مجھے اہلِ افک کی بات بتائی، پس میں مزید بیمار ہو گئی، اور جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور پوچھنے لگے تم کیسی ہو؟ میں نے کہا مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے والدین کے پاس چلی جاؤں اور میں اس وقت ان دونوں سے خبر کا یقین حاصل کرنا چاہتی تھی، تو آپ نے مجھے اجازت دے دی، پس میں اپنے والدین کے پاس آگئی، اور میں نے اپنی ماں سے پوچھا، اے میری ماں، لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ اس نے کہا اے میری بیٹی، اپنے دل میں اس بات کو ہیچ خیال کرو، قسم بخدا، کم ہی کوئی خوبصورت عورت کسی مرد کے پاس ہوتی ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے، مگر اس کی سوکنیں اس پر حملہ کر دیتی ہیں۔

میں نے کہا سبحان اللہ، لوگوں نے یہ بات کی ہے؟ اور میں رات بھر روتی رہی، حتیٰ کہ صبح ہو گئی، نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی، کہ میں نے روتے روتے صبح کر دی۔

جب وحی رک گئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید کو بلا کر دونوں سے اپنے اہل کی جدائی کے بارے میں مشورہ لیتے تھے، آپ فرماتی ہیں حضرت اسامہ نے تو آپ کو وہ بات بتائی جو آپ آپ کے اہل

کی برأت کے متعلق جانتے تھے، اور وہ بات بھی بتائی جو آپ ان کی محبت کے بارے میں جانتے تھے، حضرت اسامہ نے کہا:

"یارسول اللہ وہ آپ کے اہل ہیں، اور قسم بخدا ہم تو صرف بھلائی ہی کو جانتے ہیں"۔

مگر حضرت علی بن ابی طالب نے کہا یارسول اللہ اللہ آپ پر تنگی نہیں کرے گا اس کے سوا، بہت سی عورتیں ہیں، لونڈی سے پوچھیے، وہ آپ کو بتائے گی، آپ فرماتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا اے بریرہ کیا تو نے اس میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تجھے شک میں ڈالے؟

اس نے کہا نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے، اگر میں اس سے کوئی بات دیکھتی تو اس پر عیب لگاتی، زیادہ سے زیادہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ وہ ایک نوعمر لڑکی ہے اور وہ اپنے اہل کے آٹے کو چھوڑ کر سو جاتی ہے اور بکری آکر اسے کھا جاتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رئیس المنافقین کی اذیت کو روکنے کے لیے اپیل کرنا

آپ فرماتی ہیں کہ اسی روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور عبداللہ بن ابی بن سلول (افک کے مجرمین اور ناشرین کے سردار) سے عذر طلب کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر کہا ـــ (اس شخص کے بارے میں کون مجھ سے انصاف کرے گا جس کی اذیت میرے اہل تک پہنچی ہے؟ قسم بخدا مجھے اپنے اہل کی صرف بھلائی ہی معلوم ہے اور انہوں نے ایک شخص کا ذکر کیا ہے، مجھے اس کی بھی صرف بھلائی ہی معلوم ہے اور وہ میرے ساتھ ہی میرے اہل کے پاس آ سکتا تھا)

آپ فرماتی ہیں، حضرت سعد بن معاذ نے کھڑے ہو کر کہا، یا رسول اللہ، خدا کی قسم میں اس کے متعلق آپ سے انصاف کروں گا، اگر وہ اوس سے ہوا تو ہم اسے قتل کر دیں گے اور اگر وہ ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہوا، تو آپ ہمیں حکم دیں، ہم آپ کے حکم کو اس کے متعلق جاری کریں گے،

حضرت سعد بن عبادہ جو خزرج کے سردار تھے، کھڑے ہوئے اور آپ ایک صالح آدمی تھے، مگر آپ کو نخوت نے آلیا اور آپ کہنے لگے، خدا کی قسم آپ نے جھوٹ بولا ہے، آپ نہ اسے قتل کریں گے اور نہ اس کی قدرت پائیں گے،

اور حضرت اسید بن حضیر[1] نے، جو حضرت سعد بن معاذ کے عمزاد تھے، اُٹھ کر حضرت سعد بن[2] عبادہ سے کہا خدا کی قسم آپ نے جھوٹ بولا ہے، ہم ضرور اسے قتل کریں گے، بلاشبہ آپ منافق ہیں، جو منافقین کی طرف سے جھگڑا کرتے ہیں۔

اوس اور خزرج کے درمیان جنگ کا امکان

آپ فرماتی ہیں پس دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آگئے، حتیٰ کہ انہوں نے باہم جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا ـــــ اور یہ عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کی جو منافقین اور یہود پر مشتمل تھی، قیمتی تمنا تھی ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر موجود تھے اور آپؐ مسلسل انہیں نرمی کی تلقین کرتے رہے، حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے، اور آپؐ نیچے اتر آئے ـــــ آپؓ فرماتی ہیں میں اس دن بھی روتی رہی اور نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی، پھر میں اگلی رات بھی روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی، میرے والدین نے میرے پاس صبح کی اور دو راتیں اور ایک دن روتی رہی، حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ رونا میرے دل کو پھاڑ دے گا، اور اسی دوران میں کہ وہ دونوں میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اچانک انصار

---

[1] [2] ان دونوں حضرات کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ بدر" میں دیکھیے!

کی ایک عورت نے اجازت طلب کی، تو میں نے اسے اجازت دی، تو وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی۔

اور ابھی ہم اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور بیٹھ گئے، اور جس دن سے میرے بارے میں وہ بات کہی گئی، جو پہلے بیان ہو چکی ہے آپ میرے پاس نہیں بیٹھے، اور ایک ماہ تک میرے بارے میں آپ کے پاس کوئی وحی نہ آئی،

آپ نے بیٹھ کر تشہد پڑھا، پھر فرمایا — مجھے آپ کے متعلق یوں یوں اطلاع ملی ہے، اگر آپ بری ہیں تو عنقریب اللہ آپ کی برأت کر دے گا، اور اگر آپ نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو آپ اللہ سے بخشش طلب کریں اور اس کے حضور توبہ کریں، بلاشبہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو معاف فرما دیتا ہے۔

آپ فرماتی ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کی تو میرے آنسو خشک ہو گئے، حتیٰ کہ میں نے ان کا ایک قطرہ بھی نہ دیکھا — میں نے اپنے باپ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، میری طرف سے آپ کو جواب دیں، آپ نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں — میں نے اپنی ماں سے کہا، میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دو، اس نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں،

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں، میں نو عمر لڑکی تھی، میں زیادہ قرآن نہ پڑھ سکتی تھی، میں نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آپ نے وہ بات سنی ہے، جیسے لوگ بیان کرتے ہیں، پس اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بری ہوں، تو آپ میری اس

بات کی تصدیق نہیں کریں گے، اور اگر میں آپ کے لیے کسی بات کا اعتراف کروں تو اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں اور آپ میری تصدیق کریں گے اور خدا کی قسم میں اپنے لیے اور آپ کے لیے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کی مثال پاتی ہوں، آپ نے فرمایا ہے:

فصبرٌ جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون

(ترجمہ) "میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے متعلق اللہ ہی سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔"

پھر میں نے پہلو بدل لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی، اور خدا کی قسم میں اس وقت بھی جانتی تھی کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت کو بیان کرے گا، لیکن خدا کی قسم مجھے یہ خیال نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی متلو اتارے گا، اور میں اپنے آپ کو اس لائق نہ سمجھتی تھی کہ خدا تعالیٰ میرے بارے میں ایسی بات کرے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔

حضرت عائشہؓ کی برأت کے متعلق وحی کا نزول

آپ فرماتی ہیں لیکن میں امید کرتی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں رؤیا دیکھیں گے، جس سے اللہ مجھے بری قرار دے دیگا، پس قسم بخدا نہ آپ نے اپنی نشست سے اٹھنے کا ارادہ کیا اور نہ اہل بیت میں سے کوئی باہر نکلا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی نازل کردی اور آپ کو اس سختی نے گرفت میں لے لیا جو آپ کو گرفت میں لے لیا کرتی تھی، پھر آپ سے یہ کیفیت جاتی رہی، تو آپ مسکرا رہے تھے، اور آپ نے سب سے پہلے جو بات کی وہ یہ تھی، کہ اے عائشہؓ! اللہ کا شکر ادا کر اس نے تجھے بری قرار دیا ہے۔ میری ماں کہنے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا،

میں نے کہا، میں آپ کے پاس نہیں جاؤں گی اور میں صرف اللہ کا شکر ادا کروں گی اسی نے میری براءت کا حکم نازل فرمایا ہے۔

آپ فرماتی ہیں اللہ نے یہ حکم نازل فرمایا:

ان الذین جاءُوا بالافک عصبۃ منکم .... یہ دس آیات ہیں

آپ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے میرے معاملے کے بارے میں دریافت کیا اور فرمایا اے زینب تو نے کیا دیکھا اور معلوم کیا ہے؟) آپ نے کہا یارسول اللہ، میں اپنے سمع وبصر کو بچاتی ہوں، اور قسم بخدا مجھے تو اس کی بھلائی ہی معلوم ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں آپ ہی مجھ سے مقابلہ کیا کرتی تھیں، پس اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے باعث آپ کو بچالیا،، آپ فرماتی ہیں ان کی بہن حمنہ بنت جحش ان سے لڑنے لگی اور وہ اصحاب افک کے ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئی،

اور افک کے اس واقعہ کو بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں زہری کی حدیث سے بیان کیا ہے، اور اسی طرح ابن اسحاق نے اسے معمولی سے اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔

آیاتِ براءت

فتنۂ افک کے بادلوں کو منتشر کرنے کے لیے جو آیات نازل ہوئیں وہ سورۂ نور کی دس آیات ہیں ــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الذین جاءُوا بالافک ...... اُولٰئک مبرءُون مما یقولون لھم مغفرۃ ورزق کریم[1]

---

[1] سورۂ نور آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶

(ترجمہ) بلاشبہ جو لوگ جھوٹ (کا طوفان) لائے ہیں وہ تمہارا ایک گروہ ہیں اسے اپنے واسطے بُرا خیال نہ کرو بلکہ وہ تمہارے واسطے بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص کے واسطے وہی گناہ ہے جو اس نے کمایا ہے اور جس شخص نے ان میں سے بڑا پارٹ[۱] ادا کیا ہے اس کے لیے بڑا عذاب ہے، کیوں نہ مومنین اور مومنات نے جب اسے سُنا تو اسے اپنے لیے بہتر خیال کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ ایک کھلا جھوٹ[۲] ہے وہ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟

---

[۱] یعنی گناہِ افک کے بڑے حصّے کو کمایا ہے اور وہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا جو ہر فتنہ اور ہر افواہ کی جڑ اور اساس تھا اور اسلام اور نبیؐ اسلام کے خلاف سازشوں کا علمبردار تھا، روایت ہے کہ اس منافق نے (اسلامی فوج کے اندر) جب حضرت صفوان بن المعطل کو ام المومنین کے ہودج کے پاس سے گزرتے دیکھا تو (اپنی قوم خزرج کی مجلس میں) پوچھنے لگا، یہ کون عورت ہے؟ انہوں نے کہا، حضرت عائشہؓ ہیں.... تو اس مجرم نے کہا خدا کی قسم نہ یہ اس سے بچی ہے اور نہ وہ اس سے بچا ہے اور کہنے لگا تمہارے نبی کی بیوی نے مرد کے ساتھ رات گزاری حتٰی کہ اس نے صبح کی پھر وہ اسے لے آیا، اور یہ ایک نہایت بُری بات ہے جس کی ترویج میں رئیس المنافقین بڑی دور تک کامیاب ہو گیا۔ اور اگر اللہ تعالٰی اس منافق اور اس کی مجرم پارٹی کے پیچھے محیط نہ ہوتا تو قریب تھا کہ سارا اسلامی معاشرہ اس بات سے قتل ہو جاتا، پس اس نے اپنے دین اور اپنے رسول کی حفاظت کی اور اس کی امت کی نگہبانی کی، اور اس منافق اور اس کی پارٹی کو قرآن میں رسوا کیا جسے ابدالآباد تک پڑھا جائے گا۔

[۲] اس آیت سے حضرت ابوایوب انصاری اور آپ کی بیوی مراد ہیں، رضی اللہ عنہما، امام محمد بن اسحٰق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوایوب ـــ خالد بن زید سے ـــ آپ کی بیوی ام ایوب نے پوچھا کیا آپ نے وہ بات نہیں سُنی جو لوگ حضرت عائشہؓ کے بارے میں کرتے ہیں؟ (باقی اگلے صفحہ پر)

پس جب وہ گواہ نہ لائیں تو اللہ کے ہاں وہی جھوٹے ہیں، اور اگر دنیا و آخرت میں تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا، تو جو کچھ تم نے کیا تھا اس کے بارے میں تمہیں عذاب عظیم ہوتا، جب تم اپنی زبانوں سے اسے لیتے تھے اور تم اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اسے معمولی بات سمجھتے تھے، حالانکہ اللہ کے ہاں وہ ایک عظیم بات تھی، اور کیوں نہ جس وقت تم نے اسے سنا (یہ) کہا کہ یہ بات ہمارے کرنے کے لائق نہیں، پاک ہے تو، یہ ایک عظیم بہتان ہے، اللہ تمہیں دوبارہ ایسی بات کے کرنے کے بارے میں نصیحت کرتا ہے اور اللہ تمہارے واسطے نشانات کو کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے، بلاشبہ جو لوگ ایمانداروں میں بُرائی کے پھیلنے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل و رحمت نہ ہوتا، اور یہ کہ اللہ شفقت کرنے والا مہربان ہے، اے مومنو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلے بلاشبہ وہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آپ نے کہا ہاں سنی ہے اور یہ جھوٹ ہے، اے ام ایوب کیا آپ یہ کام کرنے والی ہیں اس نے کہا نہیں آپ نے کہا تو حضرت عائشہؓ آپ سے بہتر ہیں — امام زمخشری کی تفسیر کشاف میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری نے ام ایوب سے کہا، جو کچھ کہا جا رہا ہے کیا تو اسے نہیں دیکھتی وہ کہنے لگی اگر صفوان کی بجائے آپ ہوتے تو کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو بُرا خیال کرتے؟ آپ نے کہا نہیں، تو وہ کہنے لگی اگر میں حضرت عائشہؓ کی بجائے ہوتی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کرتی اور حضرت عائشہؓ مجھ سے اور حضرت صفوان آپ سے بہتر ہیں اور لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون سے اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے۔

بے حیائی اور ناپسندیدہ کاموں کا حکم دیتا ہے، اور اگر اللہ کا تم پر فضل و رحمت نہ ہوتا تو تم میں سے کبھی کوئی پاک نہ ہوتا لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے پاک کرتا ہے اور اللہ سمیع و علیم ہے — اور تم میں سے بزرگی اور کشائش والے قسم نہ کھائیں اور قرابتداروں، مساکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو دیں اور معاف اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخشنے اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے[1]، بلاشبہ جو لوگ پاک دامن بے خبر مومنات پر تہمت لگاتے ہیں، دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی گئی ہے اور ان پر بڑا عذاب ہے، اس دن ان کی زبانیں، ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے، اور اس دن اللہ ان کو ان کے حق کی پوری جزا دیگا اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ ہی حق بیان کرنے والا ہے، خبیث باتیں خبیثوں کے لیے اور خبیث لوگ خبیث باتوں کے لیے ہیں، اور پاکیزہ باتیں پاکیزہ لوگوں کے لیے اور پاکیزہ لوگ پاکیزہ باتوں کے لیے ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں، وہ اس سے بری ہیں[2] اور ان کے لیے بخشش اور شاندار رزق ہے۔

---

[1] یہ آیت (ولا یاتل اولوا الفضل منکم) حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو مسطح بن اثاثہ پر خرچ کیا کرتے تھے کیونکہ وہ آپ کا قرابتدار تھا، پھر آپ اس پر خرچ کرنے سے رک گئے، اور قسم کھائی کہ آپ مسطح کو فائدہ نہیں دیں گے کیونکہ وہ حدیثِ افک میں حصہ لینے والوں میں شامل ہے بلکہ وہ ان میں شامل ہے جنہیں بدلہ دیا گیا اور ان پر حد (۸۰ کوڑے) قائم کی گئی، اور مسطح فقراء مہاجرین میں سے تھا، لیکن لغزش کھانے والوں میں لغزش کھا گیا، اور قرآن کریم نے حضرت صدیق کو نصیحت کی ہے کہ مسطح سے درگذر کرنا اور اس پر مسلسل خرچ کرنا بہتر ہے پس صدیق اکبر نے ایسے ہی کیا اور جو کچھ ہوا اس کے باوجود آپ اس پر مسلسل خرچ کرتے رہے۔ [2] یہ بات خاص طور پر ام المومنین حضرت عائشہ کے بارے میں ہے جن پر وہ تہمت لگائی گئی ہے جس سے وہ بری تھیں۔

فتنہ کا خاتمہ

یوں حدیث افک انجام کو پہنچی اور اس کا تباہ کن اثر ختم ہوا اور اس سوشل فتنے کا خاتمہ کر دیا گیا، جو مسلمانوں کی وحدت کو ختم اور فنا کر دینے کو تھا، بلکہ ان کے درمیان تباہ کن خانہ جنگی کو ہوا دینے لگا تھا، اور اس نئے دین کی بنیاد متزلزل ہو چکی تھی،

اور قسم کجبا، حدیث افک کے بڑھانے اور منظم طور پہ اس کی اشاعت کرنے سے منافق گروہ کا مقصد، صرف یہ تھا، کہ مسلمانوں کے درمیان جھگڑے پیدا کر کے ان کے اتحاد کو پارا پارا کر دیا جائے، کیونکہ یہ خبیث گروہ جانتا تھا کہ اس قسم کی اہم بات کی اشاعت مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کو بھڑکا دے گی، جو ان کو گالی گلوچ کرنے اور قدیم مخالفتوں تک پہنچا دے گا، جو دو قدیم مخالفوں (اوس اور خزرج) کے درمیان قبائلی جنگ کے بھڑکانے کا سبب بن جائے گا، اور یہ جنگ عملاً ہو چکی تھی، اور اسی عظیم غرض کو منافقین کا گروہ پورا کرنا چاہتا تھا، جو حدیث افک کا علمبردار تھا، اور رواسطے شدہ پیچ در پیچ طریقوں سے) اس کی اشاعت کر رہا تھا پس اس بات کا سبب (فی حد ذاتہٖ) وہ خبیث سیاسی سبب ہے جو دُور و راز مقاصد رکھتا ہے، اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کی تائید کے لیے یہی کافی ہے کہ حدیث افک کے فتنے کے شرارے کا چھوڑنے والا رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ہے، جو اس وقت سے، جب سے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی زمین پہ پاؤں رکھا ہے، آپؐ کے خلاف اور آپؐ کے لائے ہوئے دین قویم کے خلاف دسیسہ کاریوں اور سازشوں کے جال بُن رہا ہے،

مفترین پر حد کا قیام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں قرآن کے نزول کے بعد ان لوگوں کی تحقیق شروع

ہوتی جنہوں نے حدیثِ افک کی اشاعت میں حصّہ لیا، اور تحقیق سے صرف تین آدمیوں سے بدلہ لینا ثابت کیا — دو مرد اور ایک عورت — اور وہ حضرت حسان بن ثابت حمنہ بنت جحش اور مسطح بن اثاثہ تھے۔ پس ان تینوں پر حدِ قذف (ہر ایک کو ۸۰ کوڑے مارے گئے) قائم کی گئی۔

اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ جن لوگوں کو کوڑوں کی سزا ملی ان میں سے ایک بھی منافق نہ تھا، بلکہ سب کے سب مسلمان تھے، جو افواہوں کی قوت سے متاثر ہو گئے، اور جھوٹی افواہوں کی لہر انہیں بہالے گئی، اور انہوں نے وہ بات کی جس نے انہیں عقوبت کے شکنجے تلے ڈال دیا، کیونکہ انہوں نے اپنے پاک نبی کی بیوی کی عزت کے بارے میں صریح گفتگو کی تھی۔

اور عبداللہ بن ابی اور اس کی منافق پارٹی قذف کی سزا سے بچ گئی، کیونکہ قانوناً اس پر تہمت ثابت نہ ہوئی، حالانکہ لوگ اپنے دلوں کی تہ سے جانتے اور سمجھتے تھے، اور ان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے، کہ حدیث افک کا محرکِ اوّل یہی منافق (ابن ابی اور اس کی پارٹی) ہے، لیکن شعور اور یقین اور چیز ہے، اور قانون اور اس کی قانونی کاروائیاں اور چیز ہیں — اس لیے رئیس المنافقین اور اس کی پارٹی سزا سے بچ گئے، (ان کوڑوں کی سزا سے جو دوسروں کو بطور حد لگے) کیونکہ اس منافق کو صریح قذف کی سزا کا علم تھا، اس لیے اس نے قانون کے شکنجے میں آنے سے احتیاط کی، حالانکہ اس نے افک کے بارے میں جو صریح بات کی تھی، اس کے سوا اسے کوئی ہوا دینے والا اور مشہور کرنے والا نہ تھا، لہٰذا وہ دوسروں کو عذاب میں ڈالنے کے بعد خود سزا سے بچ گیا۔

سب سے بڑا معرکہ جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا

فی ظلال القرآن میں بیان ہوا ہے کہ ـــــ افک کا واقعہ ـــــ ایک معرکہ تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا اور اس روز مسلم جماعت نے بھی اس میں حصہ لیا، اور اسلام نے بھی اس میں حصہ لیا، یہ ایک بڑا معرکہ تھا، اور شاید یہ ان معرکوں میں سب سے بڑا معرکہ تھا، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا ہے اور آپ اس سے فاتح ہو کر اور اس کے بڑے بڑے آلام کو پی کر اور اپنے وقارِ نفس، اور عظمتِ قلب اور اپنے صبرِ جمیل کو بچا کر باہر نکلے، آپ سے کوئی ایسی بات روایت نہیں کی گئی، جو آپ کے صبر کے خاتمہ اور آپ کی برداشت کی کمزوری پر دلالت کرتی ہو، اور جن آلام نے آپ کو پکڑا، شاید وہ ان سب آلام سے بڑے تھے، جن میں آپ اپنی زندگی میں گزرے ـــــ اور اسلام کو اس جھوٹ سے جو خطرہ ہوا وہ ان تمام خطرات سے سخت تھا جو اسے اپنی تاریخ میں پیش آتے ہیں، اور انسان اس گھناؤنی صورتِ حال کے سامنے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی دردناک گھڑی میں پیش آئی، اور ان گہرے آلام کے سامنے جو آپ کی مقرب بیوی حضرت عائشہؓ کو دکھ دینے والے تھے، بے چین ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے، حالانکہ آپ صرف سولہ سالہ چھوٹی بچی تھیں، یہ عمر تیز احساسات اور تیز جذبات سے بھرپور ہوتی ہے ـــــ پس یہ ہیں حضرت عائشہ طیبہ طاہرہ، اور یہ ہے آپ کی برأت اور روشن ضمیری اور آپ کی نظافتِ تصورات، اور یہ ہے آپ کی سب سے عزت والی چیز، جس کے بارے میں آپ پر تہمت لگائی جاتی ہے، حالانکہ آپ کی محبت قابلِ اعتبار رہی ہے، اور آپ اس عظیم دل کے قریب ہیں، پھر آپ کے ایمان پر تہمت لگائی جاتی ہے، حالانکہ آپ نے جس دن سے زندگی میں آنکھیں کھولی ہیں، آپ آغوشِ اسلام میں پرورش پانے والی مسلمان عورت ہیں اور

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔

دیکھو! آپ پر تہمت لگائی جاتی ہے، حالانکہ آپ بری ہیں اور آپ کو اس بات کا علم ہی نہیں ہے، آپ کسی بات کی احتیاط نہیں کرتیں اور نہ کسی چیز کی توقع رکھتی ہیں، اور آپ اپنی برأت کے بارے میں صرف جناب الٰہی سے امید رکھتی ہیں اور اس بات کی منتظر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رؤیا دیکھیں جو آپ کو تہمت سے بری کرے۔ لیکن حکمتِ الٰہی سے وحی پورے ایک ماہ تک رُکی رہی اور آپ اس قسم کے عذاب میں پڑی رہیں ——

اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ کو ام مسطح سے اچانک خبر ملتی ہے، اور آپ بیماری سے کمزور ہو چکی ہوتی ہیں، اور دوبارہ آپ کو بخار ہو جاتا ہے، اور آپ اپنی والدہ کو دُکھ سے کہتی ہیں سبحان اللہ! لوگوں نے یہ بات کی ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ پوچھتی ہیں کہ میرے باپ کو بھی اس کا علم ہو گیا ہے؟ اور آپ کی والدہ جواب دیتی ہیں، ہاں! آپ پوچھتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم ہو گیا ہے؟ تو آپ کی والدہ آپ کو جواب دیتی ہیں، ہاں!

اور تعجب کی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وہ نبی ہیں جس پر آپ ایمان رکھتی ہیں، اور وہ شخص ہیں جن سے آپ محبت رکھتی ہیں، وہ آپ سے کہتے ہیں —— مجھے آپ کے متعلق یہ بات پہنچی ہے، پس اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تعالےٰ آپ کی برأت کرے گا، اور اگر آپ نے ارتکاب گناہ کیا ہے تو اللہ سے استغفار کیجیے اور اس کے حضور توبہ کیجیے، بلاشبہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کو معاف کر دیتا ہے۔

پس آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کو ان کے بارے میں شک ہے اور آپ ان کی پاکیزگی پر یقین نہیں رکھتے، اور نہ ان کی تہمت کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں، اور

ابھی تک آپ کے رب نے بھی آپ کو اطلاع نہیں دی، اور نہ آپ پر ان کی برأت کو واضح کیا ہے جسے آپ جانتی ہیں لیکن اس کے اثبات کی قدرت نہیں رکھتیں۔ اور آپ صبح شام اس حالت میں کرتی تھیں کہ آپ اس عظیم دل میں جس نے آپ سے محبت کی اور آپ کو اپنے سویدا میں اتارا، متہم تھیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ اور آپؓ کے اہل بیت کی آزمائش کا بیان

اور دیکھیے! یہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں جنہیں اپنے وقار، احساس اور پاکیزگی نفس کے باوجود، دکھ، تکلیف دے رہا ہے اور آپ کی بیٹی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے، کی عزت کے بارے میں آپ پر تہمت لگائی جاتی ہے ـــــ حالانکہ آپ ان کے وہ ساتھی ہیں جن سے آپ محبت کرتے ہیں اور ان سے سکون حاصل کرتے ہیں اور وہ نبی ہیں جن پر آپ ایمان لاتے ہیں اور دلی طور پر آپ کے مصدق ہیں اور خارج سے آپ کے لیے کوئی دلیل طلب نہیں کرتے اور تکلیف کا ذکر آپ کی زبان سے ہوتا ہے، اور آپ صابر اور محتسب ہیں اور تکلیف پر قابو رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں، خدا کی قسم جاہلیت میں بھی ہم پر یہ تہمت نہیں لگی، کیا ہم اسلام میں اسے پسند کر سکتے ہیں؟

یہ بات اپنے اندر بہت تلخی رکھتی ہے، حتیٰ کہ آپ کی مریضہ اور معذبہ بیٹی نے آپ سے کہا۔ میری جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجیے، آپ نے خشک تلخی سے کہا ـــ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟

اور ام رومان ـــــ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی ـــــ اپنی دردمند اور مریضہ، اور گریہ کناں بیٹی کے سامنے سکڑی بیٹھی ہیں اور خیال کرتی ہے کہ رونا اس کے جگر کو پھاڑ دے گا، اور وہ اسے کہتی ہے اے بیٹی اپنے دل سے اس بات کے غم

کو کم کر۔ قسم بخدا، کم ہی کوئی خوبصورت بیوی کسی مرد کے پاس ہوتی ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اس کی سوکنیں اس پر حملہ کر دیتی ہیں،

لیکن یہ ضبط بھی زائل ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہؓ انہیں کہتی ہیں، میری جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجیئے، وہ بھی وہی بات کہتی ہیں، جو ان کے خاوند نے قبل ازیں کہی تھی کہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟

حضرت صفوان بن المعطل کا حضرت حسان کو تلوار مارنا

اور طیب و طاہر اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والے نوجوان حضرت صفوان بن المعطل جن پر اپنے نبی کی بیوی سے خیانت کرنے کی تہمت لگائی جارہی تھی اور اس طرح آپ کے اسلام، آپ کی امانت، آپ کے شرف اور آپ کی غیرت اور ہر اس بات پر جس سے صحابی قوت پاتا ہے، تہمت لگائی جارہی تھی، حالانکہ آپ ان سب باتوں سے بری تھے، آپ پر اچانک ظالمانہ اتہام لگایا جاتا ہے، حالانکہ آپ کا دل اس تصور سے بھی پاک ہے، آپ کہتے ہیں سبحان اللہ! میں نے کبھی کسی عورت کا کندھا بھی نہیں کھولا، اور آپ جانتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت آپ کے متعلق اس جھوٹ کو مشہور کر رہے ہیں۔

پس آپ ان کے سر پر تلوار کی ایسی ضرب لگاتے ہیں اپنے آپ کو قابو نہیں رکھ سکتے، جو قریب تھا کہ ان کا کام تمام کر دیتی اور آپ کو ایک مسلمان شخص پر تلوار اٹھانے سے روکا گیا اور یہ بات آپ کو منع تھی، مگر تکلیف آپ کی طاقت سے بڑھ گئی، اور آپ اپنے زخمی دل کی لگام قابو نہ رکھ سکے[1]

---

[1] ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت صفوان بن المعطل کو اس بات کا پتہ چلا (باقی اگلے صفحہ پر)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو آپ اللہ کے رسول ہیں اور بنی ہاشم کے چوٹی کے آدمی ہیں۔۔۔ آپ کے گھر کے بارے میں تہمت لگائی جاتی ہے اور کس کے بارے میں؟ حضرت عائشہؓ کے بارے میں۔ جو آپ کے دل میں بیٹی کے مقام پر اور پیاری بیوی کے مقام پر ہیں، اور آپ پر آپ کے بستر کی پاکیزگی کے بارے میں تہمت لگائی جاتی ہے، حالانکہ آپ اپنی امت کی حرمات کی نگران ہیں، اور آپ پر اپنے رب کی حفاظت کے بارے میں تہمت لگائی جاتی ہے، حالانکہ آپ ہر برائی سے معصوم ہیں۔

حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے سے آپ پر ہر چیز کے بارے میں تہمت لگائی جاتی ہے، آپ پر آپ کے بستر، آپ کے دل اور آپ کی رسالت کے بارے میں تہمت لگائی جاتی ہے، ان سب باتوں سے متعلق آپ پر تہمت لگائی جاتی ہے، اور پورے ایک ماہ تک لوگ مدینہ میں آپ کے متعلق باتیں کرتے رہے اور آپ ان سب باتوں کو روکنے کی قوت نہ پا سکے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جو حضرت حسان آپ کے بارے میں کہہ رہے تھے تو آپ حضرت حسان کو تلوار لیے ملے اور حضرت حسان نے اشعار بھی کہے تھے، جن میں آپ نے حضرت ابن المعطل اور مضر میں سے مسلمان ہونے والوں پر تعریض کی تھی، حضرت صفوان نے آپ کو روک کر آپ کے تلوار ماری اور کہنے لگے، (تو مجھ سے تلوار کی دھار پائے گا بلاشبہ میں ایک جوان ہوں شاعر نہیں ہوں)

مگر حضرت حسان کے قبیلے کے لوگ حضرت صفوان کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، تو آپ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان، بھڑک اٹھنے والی جنگ کو اپنی حکمت سے سرد کر دیا۔ کیونکہ حضرت صفوان مہاجر تھے اور حضرت حسان انصاری تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے ماتحت اس بات کو پورے ایک ماہ تک چھوڑے رکھا وہ اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں کرتا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ دُکھ برداشت کرتے رہے جو اس دردناک مُوقف پر انسان برداشت کرتا ہے، آپ عار برداشت کرتے رہے اور دل کی مصیبت برداشت کرتے رہے اور اس سے بڑھ کر بے خواب تنہائی کی تکلیف برداشت کرتے رہے، یہ تنہائی اس نور سے تھی جس سے آپ اپنا راستہ روشن کرنے کے عادی تھے۔

اور شک ۔ ۔ ۔ ۔ باوجودیکہ آپ کے اہل کی برأت کے بہت سے قرائن موجود تھے، لیکن آپ ان قرائن سے آخر تک مطمئن نہ تھے ــــ آپ کے دل میں کام کر رہا تھا، اور جھوٹ مدینہ میں جوش مار رہا تھا، اور اپنی چھوٹی بیوی سے آپ کا محبت کرنے والا دل، شک سے عذاب پا رہا تھا، آپ شک کو دور کرنے کی قوت نہ پاتے تھے، کیونکہ آخر آپ بشر تھے اور بشر اِن اثرات سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اور خاوند اپنے بستر کو چھونے کی طاقت نہیں پاتا، اور مرد اپنے دل میں شک کے ذرّے کو بڑا سمجھتا ہے اور جب وہ اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتے، تو قطعی دلیل کے بغیر اس کا اکھیڑنا اس پر مشکل ہو جاتا ہے۔

اور دیکھو! یہ اکیلا بوجھ ہی آپ پر گراں ہو رہا ہے، آپ حضرت اسامہ بن زید جو آپ کے دل محبوب ہیں، کی طرف پیغام بھیجتے ہیں اور اپنے عمزاد اور سہارے حضرت علی بن ابی طالب کی طرف پیغام بھیجتے ہیں اور اپنے خاص اَمر میں اِن دونوں سے مشورہ لیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ــــ انسانی دُکھ اور قلق میں ــــ حضرت اسامہ کی بات سے مدد لیتے ہیں اور لونڈی کی شہادت سے مدد اور قوت حاصل کرتے ہیں، اور ان دونوں کے ساتھ مسجد میں لوگوں کا سامنا کرتے ہیں اور جنہوں نے آپ کی بے عزتی کی ہے اور آپ کے اہل پر تہمت تراشی ہے اور مسلمانوں کے ایک فاضل شخص پر جس

کی کوئی بُرائی کسی کو معلوم نہیں، تہمت تراشی ہے آپ ان سے عُذر طلب کرتے ہیں،
پس اوس اور خزرج کے درمیان ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ——— سب وشتم شروع ہو جاتا ہے
اور اس کا پتہ اس فضا سے لگتا ہے جو اس عجیب وغریب وقت میں مسلمان جماعت
پر سایہ اَفگن تھی اور اس نے کمان کی تقدیس کو عیب لگا دیا ۔

اور اس بات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں شگاف ڈال دیا
اور جس نور سے آپ مدد لینے کے عادی تھے ، وہ آپ کے راستے کو روشن نہیں کرتا
اور آپ اچانک حضرت عائشہؓ کے پاس جا کر ان سے صراحت کے ساتھ وہ بات
کرتے ہیں، جو لوگ بیان کرتے ہیں اور ان سے آرام دینے والا شافی بیان
طلب کرتے ہیں ۔ اور جب اس طریق پر آلام اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو آپ کا
رب آپ پر مہربانی فرماتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ کی برأت کے بارے میں
اور نبوت کے بلند شان اور پاک گھرانے کی برأت کے بارے میں قرآن نازل ہوتا
ہے اور ان منافقین کو رسوا کرتا ہے، جنہوں نے اس جھوٹ کے جال کو بُنا تھا ، اور
اس قسم کے عظیم کام کے مقابلے کے لیے مسلمان جماعت کے لیے راہِ مستقیم کی
نشان دہی کرتا ہے ۔



فصل دوم



- مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے یہود کا منصوبہ
- عرب قبائل کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے ان کے درمیان زعمائے یہود کا چکر لگانا۔
- زعمائے عرب کو یہود کا رشوت دینا۔
- مدینہ پر قبضہ کرنے کے لیے احزاب (قریش، غطفان اور یہود) کے درمیان معاہدہ۔
- منصوبہ بندیاں اور فیصلہ کن معرکے کے لیے فریقین کی تیاری۔
- دارالخلافہ کے دفاع کے لیے اہم منصوبے کے طور پر مسلمانوں کا خندق کھودنا۔

جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے مقدمے میں بیان کیا ہے کہ احزاب کی اہم جنگ اگرچہ بظاہر قریشی اور غطفانی جنگ تھی مگر اپنے دور دراز اور گہرے مقاصد کے لحاظ سے اور خون اور گوشت کے نقطۂ نظر سے یہ یہودی جنگ تھی، پس وہ حقیقی ہاتھ جو اس خوفناک حملہ کے پس پردہ تھا، اور مسلمانوں کی کامل تباہی کے درپے تھا، وہ یہودی ہاتھ تھا۔

پس غزوۂ احزاب جس کا مقصد، مدینہ پر قبضہ کرنا اور مسلمانوں کا خاتمہ کرنا اور اسلام کو اس کے متن میں برباد کرنا تھا، اور وہ ان طے شدہ خاکوں کے مطابق تھا، جنہیں اسرائیلی مفکرین نے بنایا تھا، اور اس اہم حملہ کی مالی امداد میں یہود نے بڑا پارٹ ادا کیا — اور یہود ہر دور اور ہر زمانے میں فتنوں، پریشانیوں اور جنگوں کے بھڑکانے کا سرچشمہ رہے ہیں۔

انہوں نے ہی احزاب کی منصوبہ بندی کی اور مدینہ سے جنگ کرنے اور اس میں

مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے جزیرۂ عرب سے دس ہزار اعراب کو جمع کیا ، اسی طرح قریش کا — جو مسلمانوں کے عربی تقلیدی دشمن تھے — اس جنگ کے منظم کرنے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنے اور اس نظریے کو جو یہود کی طرف سے آیا تھا خوش آمدید کہنے میں بڑا ہاتھ تھا ،

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے قریش کا نزاع ، اتنا ہی پرانا ہے ، جتنی کہ دعوتِ اسلام پرانی ہے اور ان کی جنگ اسلام اور مسلمانوں کے خاتمہ کے لیے قدیم اور پرانی ہے جس کا زمانہ ظہورِ اسلام کے عہدِ اول کی طرف لوٹتا ہے اور قریش نے — اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے — مسلمانوں کے ساتھ خوفناک جنگوں میں حصہ لیا جن میں سے پہلی جنگ ، جنگِ بدر تھی اور دوسری جنگِ احد تھی — اگرچہ وقتی طور پر اس میں انہیں فتح ہوتی — جس میں ان کا مشہور مقصد پورا نہ ہوا۔

اور یہود اپنے سوا ہر بشر سے عداوت و کراہت رکھتے ہیں اور یہ بات ان کے دلوں میں جاگزین ہے ، پس اس کے متعلق تیرا کیا خیال ہے جو رسالت سماوی کا حامل ہو ، جس میں ان یہود کے لیے پورا خطرہ ہو ، جن کی بنیاد دھوکے بازی ، دسیسہ کاری ، جنگ بازی اور تفرقہ اندوزی پر ہے ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود کا بغض

یہود (بلا نزاع) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے اس قدر پوشیدہ بغض و حسد رکھتے تھے ، جو قریش اور ان کے جزیرہ عرب کے احلاف کے پوشیدہ رکھنے سے بھی زیادہ گہرا تھا ، اور یہود — اس وجہ سے — اعراب جزیرہ سے بھی بڑھ کر اسلام کے مٹانے اور مسلمانوں کے خاتمے کے خواہشمند تھے ۔

قریش نے شروع شروع میں مکہ میں — اپنی قوت اور مسلمانوں کی کمزوری کی

وجہ سے ــــ انہیں سزا دینے کی قوت پائی، اور ان میں سے بعض وسائل تعذیب کے تحت اپنے دین کے بارے میں فتنہ میں پڑ گئے، بلکہ انہوں نے آپؐ کے قتل کے مشورہ کی جرأت کرکے آپ کو اپنے اصل وطن مکہ کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

بلاشبہ یہود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے زیادہ سے زیادہ یہی کچھ کرنے کے خواہاں تھے، مگر جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس یثرب آگئے، تو اکیلے یہ کام کرنا ان کے مقدور میں نہ تھا۔

اس لیے کہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ نہیں پہنچے تھے کہ آپ نے یثرب میں تمام قحطانی قبائل (اوس اور خزرج) سے ایک زبردست فوجی محاذ بنانے میں سبقت کی، اور مزید اس میں وہ مہاجر مسلمان بھی شامل ہوگئے جنہوں نے اپنے دین کو ساتھ لے کر اپنا وطن چھوڑا اور یثرب کی چھاؤنی میں منضم ہو گئے، اور یہ طاقتور فوجی محاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے والی جنگی زرہ تھا، جس سے آپ اپنی حفاظت کرتے تھے۔

اس بات نے یہود کو ناامن کر دیا اور ان کو مغلوب کر دیا اور اس نے انہیں مسلمانوں کے خلاف، قریش کی طرح کوئی فوجی یا نیم فوجی کارروائی کرنے سے عاجز کر دیا، اس لیے کہ یہود باوجود جزیرہ میں اپنی قدامت کے عرب قوم کے پاس آنیوالا اجنبی عنصر ہیں اور وہ ہزاروں سال سے عربوں کے درمیان رہنے کے باوجود اس قوم سے امتزاج نہیں کر سکے۔

اور یہودیوں نے ــــ غزوۂ احزاب سے قبل ــــ یثرب میں جو کچھ بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا وہ جاسوسی کرنے اور مسلمانوں کے درمیان پراگندگی پیدا کرنے کی کارروائیاں اور ان کے درمیان خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے کی کوششیں اور تنگ دائرہ کی نافرمانی کی حرکات ہیں۔

اور آخر میں یہود نے جو جرأتمندانہ کوشش کی، وہ بنی نضیر کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ــــ جبکہ آپ ان کی فرودگاہوں کے درمیان تھے ــــ قتل کرنے کی کوشش ہے

اور اس ناکام کوشش کا انجام یہ ہوا کہ بالآخر اس قبیلہ کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا گیا۔

احزاب کی جتھے بندی میں یہود کی سوچ بچار

اس وجہ سے، یہود کا بغض حضرت نبی کریمؐ سے بڑھ گیا اور ان کے زعما کسی محکم منصوبے کی تیاری کے متعلق سوچ بچار کرنے لگے، جو بالآخر مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کر دے اور اسلام کے وجود کو بنیادوں سے گرا دے، اور اس یہودی سوچ بچار کے نتیجے میں یہ اہم غزوۂ احزاب ہوا، جو عملاً اسلام اور مسلمانوں کے وجود کو برباد کیا جاتا تھا۔

سو خیبر میں بنی نضیر کے یہود کے زعما کی اس پوزیشن کی تحقیق کے لیے مسلسل میٹنگیں ہوئیں، جس کی طرف جزیرۂ عرب کے یہود، مدینہ میں اپنے بڑے مرکز کے تباہ ہونے اور یثرب میں اسلامی حکومت کے مضبوط قوت بن جانے کے بعد واپس لوٹے تھے۔

موضوع کے تمام پہلوؤں پر ہمہ گیر اور دقیق بحث کے بعد، خیبر کے یہود کی پارلیمنٹ نے مسلمانوں کے خلاف ایک ہمہ گیر، ڈبل، تباہ کن اور مضبوط منصوبہ وضع کرنے کا فیصلہ کیا جس میں طاقتور عرب قبائل کی زیادہ سے زیادہ تعداد شریک ہو، خصوصاً نجد، کنانہ اور قریش کے قبائل اس شرط پر شامل ہوں کہ اس جنگ کی دعوت اور تنظیم کی ذمہ داری، خیبر کے یہود لیں اور اس کے مالی اخراجات کے بڑے حصے کو برداشت کریں۔

یہودی وفد کا اعراب کے درمیان چکر لگانا

اس اہم قرارداد کے نتیجے میں خیبر کی پارلیمنٹ نے اس اہم مہم کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے اپنے نمایاں ممبران کا ایک وفد تشکیل دیا، اور جن عرب قبائل سے اس جنگ کے لیے رابطہ کرنا مطلوب ہے ان سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ یہودی وفد یوں بنا۔

(۱) ——— حیی بن اخطب ——— رئیس

(۲) ——— سلام بن مشکم ——— ممبر

(۳) ——— کنانہ بن ابی الحقیق ——— ممبر

(۴) ——— ھوذہ بن قیس الوائلی ——— ممبر

(۵) ——— ابو عامر فاسق جو معرکہ اُحد میں مسلمانوں کے خلاف اوس کے غدار دستے کا قائد تھا، ——— ممبر

اور یہ یہودی وفد اوائل شعبان سنہ ۴ھ میں مدینہ سے روانہ ہوا — یعنی معرکۂ احد پر تقریباً ایک سال گزرنے کے بعد، اور مدینہ سے بنی نضیر کی جلا وطنی کے صرف چار ماہ بعد۔

یہودی وفد مکہ میں،

اگرچہ غطفان کے نجدی قبائل — جو بعد ازاں غزوۂ احزاب کی ریڑھ کی ہڈی تھے — کی منازل، حجازی قبائل کی نسبت ان یہود سے نزدیک تھیں، مگر یہودی وفد سب سے پہلے مکہ گیا اور اس نے (سب سے پہلے) مکہ کے زعماء اور قائدین سے رابطہ کیا اور ان کے سامنے مدینہ سے جنگ کرنے اور مسلمانوں کی بیخ کنی کر کے ان کے اقتدار کو روکنے کے لیے ایک مکمل منصوبہ پیش کیا، جو عظیم قبائلی فوجی اتحاد بنانے کا حامل تھا،

اور یہودی منصوبے سے اطلاع پاتے ہی زعمائے مکہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اس منصوبے کی تیاری اور اس کی تنفیذ کی کوشش کے لیے یہودیوں کی عظیم کوششوں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اس سے اپنے کامل اتفاق اور اس کی تنفیذ کے لیے اپنی کامل تیاری کا اظہار کیا۔

یہود — مکی پارلیمنٹ میں

یہودی وفد کے مکہ پہنچنے پر اس کی پارلیمنٹ نے یہودی منصوبے پر بحث کے لیے

ایک خاص اجلاس منعقد کیا، جس کا موضوع اسلام سے جنگ کرنے اور مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے لیے ایک بت پرست عربی اور یہودی اتحاد کا بنانا تھا،

دارالندوہ (مکی پارلیمنٹ) کے ممبران نے یہودی منصوبے کو سمجھ لینے اور اس کے تمام پہلوؤں کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم کر لیا کہ اس کی تنفیذ میں اسلام کی تباہی اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوتا ہے، انہوں نے یہودی وفد کے سامنے اپنے مکمل اتفاق کا اظہار کیا، اور مکی فوج کے سالارِ عام (ابوسفیان بن حرب) نے اس پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں مکہ نے یہودی وفد کو اپنے خاص اجلاس میں حاضر ہونے کی اجازت دی تھی، کیونکہ وہ ان کے منصوبے کی بحث سے متعلق تھا جو مدینہ سے جنگ کرنے کے بارے میں تھا،

ابوسفیان نے کھڑے ہو کر اپنی تقریر میں مکی پارلیمنٹ اور اس کی فوج کی طرف سے اس یہودی نظریہ کو خوش آمدید کہنے کا اعلان کیا، جو مدینہ سے جنگ کرنے اور اس میں مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کرنے کے لیے، عربی یہودی فوجی اتحاد بنانے کی دعوت دیتا تھا اس نے کہا یہود کو خوش آمدید کہو، جن لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت میں ہماری امداد کی ہے، یہ ہمیں ان سب سے زیادہ محبوب ہیں[1]

اور مکی پارلیمنٹ کے اندر، مکہ کے زعماء اور یہودی وفد کے ممبران کے درمیان اسلام اور بت پرستی کے موضوع پر بحث وتمحیص ہوئی اور مکہ کے بعض نمائندوں نے وفد کے یہودی علماء کے سامنے کچھ سوالات پیش کیے، جن میں انہوں نے (ان کے اہل کتاب ہونے اور ان سے ادیان کی زیادہ واقفیت رکھنے کے باعث) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین اور بت پرستوں کے دین کے بارے میں پوچھا کہ ان دونوں میں سے کون اتباع

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۹۶ ایڈیشن حلب

کے زیادہ لائق ہے۔

ابن اسحٰق ــــ قریش کے ساتھ یہودی وفد کے مذاکرات کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر متحد ہونے کے بارے میں تھے، اور یہود ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف احزاب کی جتھہ بندی کی اور باہر نکلے اور قریش مکہ کے پاس آئے۔

اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے انہیں دعوت دی اور کہنے لگے ..... ہم آپ کے خلاف تمہارے ساتھ ہوں گے، حتیٰ کہ ہم آپ کی بیخ کنی کر دیں گے، قریش نے کہا، اے گروہ یہود بلاشبہ تم پہلے اہل کتاب ہو اور جس بات میں ہم اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اختلاف رکھتے ہیں اس کا علم رکھنے والے ہو، کیا ہمارا دین بہتر ہے یا آپ کا دین؟

اس موقعہ پر یہود کی فطرت میں جو جھوٹ اور تزویر و تحریف پائی جاتی ہے، واضح ہوگئی، اور انہوں نے یہود کو اس حقیقت کے جسے وہ جانتے تھے، برعکس جواب دیا، انہوں نے قریش سے کہا ... بلکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے اور تم اس سے بہتر حقدار ہو، کیونکہ تم اس گھر کی تعظیم کرتے ہو اور سقایہ کی نگرانی کرتے ہو، اور اونٹوں کو ذبح کرتے ہو اور اس کی عبادت کرتے ہو، جس کی عبادت تمہارے باپ دادا کرتے تھے، اور یہود نے اسی کذب و افتراء پر اکتفا نہ کیا بلکہ جب قریش نے ان کے قول کے بارے میں، جو انہوں نے بُت پرستی اور اسلام کے بارے میں کہا تھا، اطمینان حاصل کرنے کے لیے ان سے اصنام کو سجدہ کرنے کی اپیل کی، تو انہوں نے ان کی رضامندی کے لیے قریش کے اصنام کو سجدہ کیا۔[1]

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۹۶

اور ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس یہودی وفد کے بارے میں یہ آیت اتاری ہے کہ ا

المرتر الی الذین .... فلن تجد لہ نصیرًا [1]

(ترجمہ) کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب سے حصّہ دیا گیا، وہ بتوں اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں اور کفار سے کہتے ہیں، یہ ایمان لانے والوں کی نسبت زیادہ راہِ ہدایت پر ہیں، ان لوگوں پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے، تو ہرگز کوئی اس کا مددگار نہ پائے گا"

یہودی وفد دیارِ غطفان میں

جب یہودی وفد نے مدینہ سے جنگ کے منصوبے پر قریش کی موافقت حاصل کر لی تو اس کے بعد یہ شریر وفد، نجد میں دیارِ غطفان کی طرف ان قبائل کے زعمار کے سامنے اپنے منصوبے کو پیش کرنے کے لیے گیا، اور جب یہ غطفان کی منازل میں پہنچا تو اپنے خبیث منصوبے کے پروپیگنڈہ کے لیے اور اعراب کے دلوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھڑکانے کے لیے اور ان کے نفوس کو مسلمانوں کی نفرت سے بھرنے کے لیے ان کے خیموں میں گھومنے پھرنے لگا، پھر اس نے ان عظیم قبائل کے زعمار سے اپنے مذاکرات کا آغاز کیا اور ان کے سامنے مدینہ سے جنگ کرنے کا منصوبہ پیش کیا اور اس جنگ کی سکیم سے بھی انہیں آگاہ کیا اور انہیں اس پر قریش کی موافقت سے بھی اطلاع دی، نیز یہ کہ وہ اس منصوبے کے مطابق مدینہ پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہے ہیں ۔

---

[1] النساء آیت نمبر ۵۱، ۵۲

یہودی وفد کے اہم مذاکرات عیینہ بن حصن فزاری[1] سے ہوئے کیونکہ وہ قبائل غطفان کے درمیان سب سے طاقتور مطاع شخصیت تھی، اور اسی کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احمق مطاع بیان کیا ہے، کیونکہ وہ اپنی حماقت کے باوجود مشہور افواج کو لانے والا تھا، اور دس ہزار نیزے اس کے پیچھے تھے۔

اسی طرح یہودی وفد کے مذاکرات میں قبائل غطفان کے زعماء میں سے بنی مرہ کا قائد الحارث بن عوف اور بنی اشجع کا قائد ابو مسعود بن رخیلہ اور بنی سلیم کا قائد سفیان بن عبد شمس

---

[1] عیینہ بن حصن بن بدر ابو مالک، بنی فزارہ کا سردار (بنی فزارہ غطفان میں سے ہیں) ابن السکن نے بیان کیا ہے کہ عیینہ کو صحبت حاصل ہے اور یہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ، حنین اور طائف میں شامل ہوا اور یہ اعراب کی درشتی اور بدسلوکی میں ممتاز تھا، طبرانی نے روایت کی ہے کہ عیینہ بن حصن، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت عائشہ رضی آپ کے پاس موجود تھیں) یہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے ___ اور کہنے لگا، آپ کے پہلو میں یہ کون بیٹھی ہے؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عائشہ رض ہے، کہنے لگا کیا میں آپ کے لیے اس سے بہتر عورت یعنی اپنی بیوی سے دستبردار نہ ہو جاؤں؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا باہر جاؤ اور اجازت طلب کرو، کہنے لگا، میں نے قسم کھائی ہے کہ میں کسی مضری سے اجازت نہیں لوں گا، حضرت عائشہ رض نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت نبی کریم نے فرمایا یہ احمق مطاع ہے (یعنی اپنی قوم میں) اس کے لیے کہ وہ عملاً اپنی قوم میں مطاع تھا (اور جیسا کہ عرب میں مشہور ہے) دس ہزار جانباز اس کے پیروکار تھے، حضرت ابوبکر کے زمانے میں عیینہ بن حصن، مرتدین اسلام میں شامل تھا اور اس نے طلیحہ بن خویلد مدعی نبوت کی کمان میں مسلمانوں سے جنگ کی پھر اسلام کی طرف واپس آگیا اور ابن حجر اپنی کتاب الاصابہ میں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے امام شافعی کی کتاب الام میں پڑھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے عیینہ بن حصن فزاری کو اس ارتداد پر قتل کر دیا، اور امام شافعی کے سوا کسی دوسرے کو انہوں نے یہ بات بیان کرتے نہیں دیکھا، واللہ اعلم۔

اور بنی اسد کا قائد طلیحہ بن خویلد شامل ہوتے۔

اور ان غطفانی قبائل نے زعمار نے یہودی منصوبے پہ اتفاق کیا اور مدینہ سے جنگ کے طے شدہ منصوبے نے انہیں حیرت میں ڈال دیا اور ان کے اور یہود کے درمیان مکمل تنفیذ کے متعلق مکمل اتفاق ہوگیا۔

مسلمانوں کے خلاف اتحاد بنانے میں یہود کی کامیابی

اس طرح غطفانی قبائل کے ساتھ یہود کو اپنے مذاکرات میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی، یہ قبائل بھی مسلمانوں کے خلاف عرب بت پرست یہودی عسکری اتحاد کے قیام کے نظریہ میں قریش سے کم پُرجوش نہ تھے۔

ان قبائل غطفان نے مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ تنہا جنگ کرنے کی کتنی ہی کوششیں کیں، جو ناکام ہوگئیں، کیونکہ سالارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے دیار میں (سرعت سے) ضرب لگا کر ان کی کوششوں کو ناکام کر دیتے تھے۔ اور ان کی افواج کو حرکت کرنے سے قبل ہی پراگندہ کر دیتے تھے، اس لیے جب یہود نے اپنے منصوبے میں ان قبائل کو قریش اور یہود کے ساتھ مل کر مدینہ سے جنگ کرنے میں مشارکت کی پیش کش کی، تو یہ ان قبائل کی وہ تمنا تھی جو تمنا یہ کیا کرتے تھے۔

اتحاد کا معاہدہ اور اس کی شروط

یہودی وفد نے اعراب غطفان کے زعمار کے ساتھ، مسلمانوں کے خلاف، عرب بت پرست یہودی عسکری اتحاد کا پختہ معاہدہ کیا، اس معاہدے کی اہم شروط یہ تھیں:

(۱) اتحادی فوج میں غطفان کی فوج چھ ہزار جانبازوں پر مشتمل ہوگی،

(۲) اسکے بالمقابل یہود، قبائل غطفان کو خیبر کی کھجوروں کے ایک سال کا پورا پھل دیں گے۔

اس طرح یہ شریر یہودی وفد قبائل قریش اور غطفان سے دس ہزار جانبازوں کو جمع کرکے واپس لوٹا اور انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کے لیے جمع کیا، اور یہ ایسی فوج ہے کہ اس سے قبل مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اس جیسی فوج کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اور یہودی وفد نے قریش کے قائدین کو اس معاہدہ کی تفاصیل پہنچا دیں جو اس کے اور قبائل غطفان کے درمیان طے ہوا تھا، تاکہ اس کے مطابق جنگ منظم کی جاتے، اور اس سے قریش کو بہت خوشی ہوئی۔

احزاب کی تیاری

احزاب کے قائدین تیاری میں لگ گئے، اور انہوں نے اپنی افواج کو اکٹھا کرنے اور ان کو منظم کرنے اور ان کا خرچ برداشت کرنے کے لیے بڑی کوششیں کیں تاکہ جنگ اپنے مقاصد کو پورا کرنے کا کامیاب مرکز ہو۔

اور قریش اپنے حلفاء سمیت چار ہزار جانباز جمع کر سکے اور اس جنگ میں ان کی فوج، تنظیمی مہارت، اسلحی عمدگی اور وافر خرچ کے لحاظ سے بہترین فوج تھی اور نقل وحمل کے ہتھیاروں میں سے قریش کے پاس پندرہ سو اونٹ اور تعاقب کے ہتھیاروں میں سے تین سو گھوڑے تھے۔

اور قریش نے دارالندوہ میں علم باندھا اور اسے انہوں نے عثمان بن طلحہ العبدری[1] کو دے دیا اور فوج کی کمان ابوسفیان بن حرب اموی کے سپرد کی گئی، اور خالد بن ولید مخزومی نے سواروں کی کمان سنبھال لی اور یہ سب کچھ مکمل ہو گیا اور ایک دائمی نظام کے بموجب ہوا جس پہ قریش دور دراز زمانوں سے اپنی جنگوں میں عمل پیرا ہیں۔

اور قبائلِ قریش کے درمیان یہ متفق علیہ نظام ہے کہ فوج کی عام کمان بنی امیہ

---

[1] اس کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

میں ہو، اور سقایہ اور رفادہ بنی ہاشم میں ہو، اور جنگوں میں بنو عبدالدار حجابت کے ساتھ علمبرداری سے مخصوص ہوں اور سواروں کی کمان (عام کمان کے ضمن میں) ہمیشہ بنی مخزوم میں ہو،

کعبہ کے پردوں کے پاس قریش کا عہد

اور قریش کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر مزید پختہ کرنے کے ان کے قبائل کے پچاس جوان حرم کی طرف گئے۔ اور انہوں نے باہم عہد و پیمان کیا۔ اور انہوں نے کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹک کر اپنے جگر اس کے ساتھ لگا دیئے اور اسی حالت میں معاہدہ کیا کہ وہ ایک دوسرے کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے اور جب تک ان میں سے ایک شخص بھی باقی رہا، وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ایک ہاتھ ہوں گے[1]

غطفانی نوجوانوں کا سالار

قبائل غطفان نے اپنے میں سے اور اپنے احلاف میں سے چھ ہزار جانباز جمع کیے اور غطفان کا کوئی ایسا ثابت نظام نہ تھا جس پر وہ جنگوں میں عمل کرتے، جیسا کہ ان قریش کا حال تھا جس کی افواج کا سالار عام ہمیشہ بنی امیہ کا کوئی شخص ہوتا تھا۔ پس غطفان کی افواج نے چار کمانوں کے ماتحت مارچ کیا اور یہ غطفان کے بڑے قبائل کے مطابق تھیں۔

۱۔ بنو فزارہ ــــ ان کا سالار (عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر تھا۔)

۲۔ بنو اسد ــــ ان کا سالار (طلیحہ بن خویلد تھا)

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۹۶)

۳ - بنو اشجع ۔ ان کا سالار، مسعود بن رُخیلہ بن نویرہ تھا)

۴ - بنو مرّۃ ان کا سالار د الحارث بن عوف تھا)

مدنی مؤقف

مدینہ بھی اس سے غافل نہ تھا، جو کچھ اس کے خلاف مکہ میں اور نجد میں بدوؤں کے خیموں میں ہو رہا تھا، اس کی فوجی اینٹلی جنس نہایت چوکس اور سرگرم تھی اور جب سے یہودی وفد خیبر سے مکہ گیا تھا، اس کے جوان اس کی حرکات کی ٹوہ لگا رہے تھے، اور (اولاً) جو کچھ یہودی وفد اور قریش کے درمیان، اور (ثانیاً) جو کچھ غطفان کے ساتھ ہوا انہیں اس کا پورا پورا علم تھا،

اور اینٹلی جنس کے جوان احزاب کے مذاکرات کے بارے میں اپنی پہلی اہم معلومات کو پہلے بھیجتے تھے۔

پس مسلمان نہایت چوکسی اور چھان بینی کے ساتھ ان مساعی کے آخری نتائج کا انتظار کرنے لگے، جو خیبری وفد نے ان عرب قبائل میں، جو مسلمانوں کے دشمن تھے کیں۔

صرف یہودی وفد کے قریش اور غطفان سے سہ فریقی فوجی اتحاد پر موافقت حاصل کرتے پر ہی جو یہود، غطفان اور قریش سے بنا تھا، مدینہ نے اپنی اینٹلی جنس کے جوانوں سے یہ اہم خبر حاصل کی، اسی طرح اس کے بعد مدینہ نے احزاب کی افواج کی قوت اور ان کے سپاہیوں کی تعداد اور ان کے سالاروں کے نام اور مدینہ کی جانب ان کے مارچ کے مقررہ وقت کے متعلق ضروری دقیق معلومات اپنی فوج کی اینٹلی جنس سے حاصل کیں۔

اور دشمن کے متعلق یہ معلومات حاصل کرتے ہی فوراً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری لازمی دفاعی اقدامات شروع کر دیئے، اور ایک فوری میٹنگ بلائی جس میں

مہاجرین اور انصار میں سے آپؐ کی فوج کے بڑے بڑے قائدین شامل ہوتے، اور آپؐ نے اس میں ان کے ساتھ اس اہم موقف کے بارے میں گفتگو کی جو یہود کی خبیث مساعی سے نمایاں ہوا تھا،

مدینے کے دفاع کا منصوبہ

چونکہ معلومات سے یہ یقین ہوگیا تھا کہ جنگ کا بڑا مقصد، مدینہ پر قبضہ کرنا ہے اس لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی میٹنگ میں دارالخلافے کے دفاع کے لیے ضروری، فعال اور فیصلہ کن اقدامات اختیار کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی، نیز یہ کہ کیا مسلمان مدینہ سے باہر احزاب سے جنگ کرنے کے لیے نکلیں، جیساکہ انہوں نے غزوۂ اُحد میں کیا تھا، یا مدینہ کے اندر ہی قلعہ بند ہوکر رہیں؟

بالآخر فیصلہ ہوا کہ مسلمان مدینہ کے دفاع کے لیے مدینہ میں قلعہ بند رہیں خصوصًا اس لیے بھی کہ جو فوج ان سے جنگ کرنے آئی ہے، وہ دس ہزار جانبازوں سے کم نہیں جبکہ مدنی فوج (بڑے سے بڑے اندازے کے مطابق) تین ہزار جانبازوں سے زیادہ نہیں جن میں وہ بہت سے منافقین بھی تھے، جن کی طرف سے (جنگ کے وقت) اطمینان نہ تھا، اور مدینہ کے شمالی منطقہ کو دفاع کی بڑی لائن کے طور پر منتخب کیا گیا۔

بڑی اُلجھن

باوجودیکہ اسلامی کمان نے مدینہ کے دفاع کے لیے اس جگہ کے انتخاب میں اتفاق کیا تھا، اور جنگ کرنے والوں کے سامنے ڈٹ جانے کے لیے اس سے بہتر جگہ موجود نہ تھی لیکن (منصوبہ بندی کے وقت) ایک اُلجھن مسلمان قائدین کے لیے رکاوٹ بن گئی، اور اس نے ان کے دلوں کو بے چین کر دیا۔ اور وہ یہ تھی، کہ انہوں نے (مدینہ کے دفاع کا

منصوبہ بناتے وقت) سوچا کہ احزاب کی جرار افواج کے سامنے ان کے لیے ثابت قدم رہنا کیسے ممکن ہوگا ؟ اور جب وہ یکبارگی ان پر حملہ کریں گے اور اس وسیع جگہ پر جو مدینہ کے شمالی راستوں کے پاس ہے، ان کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ میں برسرِ پیکار ہونگے تو وہ انہیں مدینہ پر قبضہ کرنے سے کیسے روکیں گے ؟

اسلامی فوج کے جوان اگرچہ بے مثال شجاعت میں ممتاز تھے ، جو سچے عقیدہ سے پیدا ہوئی تھی ، مگر تباہ کن کثرتِ تعداد ، جس میں دشمن کی فوج کو برتری حاصل تھی ، اس کا اندازہ عقل سے لگانا ضروری تھا ، کیونکہ کثرت ، اکثر اوقات ، شجاعت پر غالب آجاتی ہے (جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں)

نظریۂ خندق کا پیش کرنیوالا

اس لیے مسلمان (مدینہ کے دفاع کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے) کسی ایسے فعال وسیلے کے ایجاد کرنے کے متعلق سوچ رہے تھے ، جس سے وہ احزاب کی جرار افواج کے ساتھ ، جو سامان اور تعداد میں برتری رکھتی تھیں فیصلہ کن معرکہ میں ہمہ گیری ، فوجی جنگ سے کنارہ کشی کریں تاکہ انہیں اس وسیع حرکت سے جو وہ کرنا چاہتی ہیں ، روک دیں ۔

اور اس موضوع پر گفتگو کے وقت ، حضرت سلمان فارسی بھی اسلامی فوج کے جنگی بورڈ میں مشورہ کے لیے موجود تھے ، آپ نے سالارِ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عظیم اور اہم منصوبہ پیش کیا جس سے حضور علیہ السلام نے اتفاق کیا اور قائدین جو آپ کے صحابہ کرام میں سے تھے ، اس سے خوش ہوگئے ،

اور اس دفاعی منصوبہ کی تنفیذ سے احزاب کی افواج کی سرگرمیوں کے جام کرنے اور ان کی حرکات کے مشل کرنے پر بڑا اثر ہوا ۔ پھر بالآخر جنگ ناکام ہوگئی ۔

خندق مدینہ کے دفاع کا سب سے بڑا منصوبہ تھا

حضرت سلمان فارسی نے تجویز پیش کی کہ مسلمان ایک عمیق خندق کے کھودنے میں جلدی کریں، جو اس تمام منطقہ پہ حاوی ہو جس میں سے احزاب کی افواج کے مدینہ میں داخل ہونے کی توقع ہو اور اس خندق کی کھدائی، احزاب کی افواج کے اس جگہ پر پہنچنے سے پہلے ہو جاتے جس پہ مدینہ کی کمان نے اکتفار کیا ہے اور اس نے اس جگہ پہنچنے کا فیصلہ کیا ہے، اور وہ، وہ میدان ہے جو مدینہ کے شمال مغرب میں واقع ہے۔

حضرت سلمان فارسی نے — اپنا منصوبہ پیش کرنے کے بعد — کہا یا رسول اللہ ہم سرزمین ایران میں جب سواروں سے خوف کھاتے تھے تو اپنے گرد خندق بنا لیتے تھے۔

دفاعی منصوبہ کی تفاصیل

یوں اسلامی فوج کے قائدین کے درمیان مدینہ کے دفاعی منصوبہ پہ مکمل اتفاق ہو گیا اور وہ مندرجہ ذیل صورت میں تھا۔

۱ ——— مسلمان مدینہ کے دفاع کے لیے، مدینہ میں موجود رہیں اور مدینہ سے باہر احزاب سے مقابلہ کے لیے نہ جائیں،

۲ ——— دفاع کی بڑی لائنیں مدینہ کی شمالی طرف ہوں اور جبلِ سلع کے آگے ہوں تاکہ یہ پہاڑ اسلامی کمان کی پشت کے پیچھے ہو۔

۳ ——— مسلمان ایک عمیق خندق کھودنے کے لیے تیار ہو جائیں جو ان کے اور احزاب کی افواج کے درمیان رکاوٹ ہو۔

۴ ——— مسلمان مدینہ کو عورتوں، بچوں اور ناکارہ لوگوں سے خالی کر دیں اور انہیں دشمن سے دور محفوظ قلعوں میں اکٹھا کر دیں تاکہ ان کے بچاؤ میں آسانی ہو، خصوصاً

بنی قریظہ کے یہود سے جن کی متاتل مدینہ میں ہیں اور مسلمان ان کی جانب سے مطمئن نہیں ہیں،

۵ ـــــ اسلامی گشتی دستے مسلسل رات بھر صبح تک مدینہ کی نگرانی کریں۔

اسلامی فوج کے اترنےکی جگہ کی فوجی حکمتِ عملی

مدینہ کے شمالی منطقہ کو اسلامی فوج کے اترنے کے لیے منتخب کرنا ایک ایسا انتخاب تھا، جو فوجی حکمتِ عملی کے مطابق تھا، یہ جگہ سب سے بہتر جگہ تھی، اور جو شخص مدینہ کا دفاع کرنا چاہتا ہے اسے اسی میں پڑاؤ کرنا واجب ہے ــــ کیونکہ یہی وہ واحد کھلی جگہ ہے کہ جو جنگ باز مدینہ پر قبضہ کرنے کا خواہاں ہے اس پر اس کی طرف آنا واجب ہے۔ اس لیے کہ اطراف مدینہ کی دوسری جہات کھجور کے درختوں اور دیگر گھنی کھیتیوں اور ایک دوسرے سے ملی ہوتی بلڈنگوں اور قدرتی مشکل رکاوٹوں سے گھری ہوتی ہیں، جو احزاب کی منظیم افواج کو اپنی مرضی کے مطابق وسیع دائرے میں جنگ کی کوئی کاروائی کرنے کی اجازت نہیں دیتیں، اس بات نے احزاب کے قائدین کو ایسا بنا دیا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ان جہات سے آنے کے بارے میں غور ہی نہ کرتے تھے،

پس وسیع دائرے میں جنگ کے مناسب حال واحد جانب (جیسا کہ احزاب کے قائدین چاہتے تھے) مدینہ کی شمالی جانب ہی تھی، جہاں کسی قابلِ ذکر طبعی رکاوٹ کے بغیر وسیع رستے اور کھلے میدان ہیں، اور اسی جانب اسلامی کمان نے خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔

خندق کہاں اور کیسے کھودی گئی؟

حضرت سلمان فارسی کے منصوبے کی اساس پر خندق کھودنے کے لیے جو نقشہ بنایا،

گیا، وہ ایک بڑی خندق کے کھودنے کا متقاضی تھا، جو غربی جانب سے سلع پہاڑ سے لے کر (حرۃ الوبرہ) کی جانب تک ممتد ہو، جو غربی جانب سے مدینہ کو ڈھانپے ہوتے ہے، اس طرح پر یہ خندق حرۃ مذکورہ کی مشرقی طرف سے کمان کی شکل میں گذرے، پھر جبل سلع کے آگے خطِ مستقیم کی مانند مشرق کی جانب (حرۃ واقم) کی اطراف تک پھیل جائے، جو شرقی جانب سے مدینہ کو ڈھانپے ہوتے ہے اور مکمل طور پر احزاب کے پڑاؤ کے درمیان جو شمالی جانب (احد اور مجمع الاسیال) کے گرد واقع ہے اور اسلامی پڑاؤ کے درمیان جو جبل سلع سے آگے اور مدینہ کے شمالی راستوں کے پاس، حرتین کے درمیان واقع ہے، روکاوٹ ڈال دے۔

اسی طرح یہ منصوبہ ثانوی جزوی خندقوں کی کھدائی پر بھی حاوی تھا، جو ایک دوسرے سے ربط رکھتی تھیں اور بڑی خندق کی طرف سے جبل سلع کی غربی طرف تک ممتد تھیں، اور جنوب کو وادی بطحان اور رانوتا کے اکٹھا ہونے کی جگہ تک یوں چلی جاتی تھیں کہ یہ مترابط خندقیں غربی جانب سے مسجد نبوی کے پیچھے آجاتی تھیں[1]۔

خندق کے تیار کردہ نقشے کے مطابق فوج کے جوانوں نے فوراً اسے کھودنا شروع کر دیا اور سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھدائی میں ان کے ساتھ شامل تھے، اور آپ بھی ایک مسلمان فرد کی طرح کام کرتے تھے، حتیٰ کہ خندق کی کھدائی ختم ہو گئی۔

اسلامی فوج نے سنجیدگی، دلچسپی اور مداومت کے ساتھ کھدائی کا کام کیا اور مدینہ کی کمان نے احزاب کی افواج سے مدینہ کی نواح میں پہنچنے سے قبل خندق کی کھدائی کی تکمیل کے لیے کوشش صرف کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اس لیے کہ یہ خندق عنقریب دارالخلافہ کے دفاع کی بڑی لائن بننے والی تھی اس لیے اس کا دشمن کی فوج کے پہنچنے سے قبل مکمل

---

[1] میدان جنگ کا مفصل نقشہ کتاب کے آخر میں دیکھیے۔

کرنا ضروری تھا۔

فوج نے ہی خندق کھودی

اسلامی فوج کے افراد ہی خندق کھودنے والے تھے (جن میں سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے) کیونکہ ان کے پاس (دوسری قوموں کی طرح) خادم اور غلام نہیں تھے، جن سے وہ اس مشکل فوجی کام میں بیگار لیتے۔

باوجودیکہ بنی قریظہ کے یہود، جو مدینہ کے باشندے تھے (ان کے اور مسلمانوں کے درمیان طے شدہ معاہدہ کے مطابق) خندق کی کھدائی میں مشارکت کے پابند تھے، لیکن ان یہودیوں میں سے کسی ایک شخص نے بھی خندق کی کھدائی کی کاروائی میں شمولیت نہیں کی، اور یہ پہلا رہے ممیت) اور نصوص معاہدہ کے خلاف عمل تھا، جو بنی قریظہ کے یہود نے کیا ——— اور خندق کی کھدائی کی (احزاب کی افواج سے پہنچنے سے قبل) تکمیل کے لیے فوج نے بڑا کام کیا، وہ دن بھر کھدائی کا کام کرتے اور صرف رات کو آرام کرتے اور سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود کھدائی کے کام کی نگرانی کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ اپنے دستِ مبارک سے کام کرتے، حتیٰ کہ خندق کی تکمیل ہوئی،

کٹھن حالات

اور اس پر مستزاد یہ کہ خندق کی کھدائی کی کاروائی (جس کا طول پانچ ہزار ہاتھ سے کم نہ تھا) فی حدِ ذاتہ بڑی مشکل کاروائی تھی اور جن معاشی حالات میں مسلمانوں نے خندق کی کھدائی کا کام کیا وہ نہایت کٹھن حالات تھے۔

یہ سال (مسلمانوں کی نسبت سے) بھوک کا سال تھا، اور اکثر مسلمان جو کھدائی کا کام کر رہے تھے اپنی بھوک مٹانے کے لیے ضروری خوراک بھی نہ پاتے تھے، اور

اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے، جو (کھدائی کا کام کرتے ہوتے) بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے، اور بڑا کھانا جو انہیں ملتا تھا، وہ صرف کھجوریں تھیں،

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان خندق کی کھدائی کے وقت سخت معاشی حالات میں مبتلا تھے اور سخت بھوک کی حالت میں تھے، ــــ اسے ابن اسحاق نے بحوالہ سعید بن مینا بیان کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ بشیر بن سعد کی بیٹی ــــ حضرت نعمان بن بشیر کی ہمشیرہ ــــ نے بیان کیا کہ میری ماں عمرۃ بنت رواحہ نے مجھے بلا کر ایک لپ کھجوریں میرے کپڑے میں مجھے دیں، پھر کہنے لگیں اے بیٹی! اپنے باپ اور اپنے ماموں حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے پاس ان کا صبح کا کھانا لے جا، میں وہ کھجوریں لے کر چل دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری اور میں اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کر رہی تھی، آپ نے فرمایا بیٹی ادھر آؤ، آپ کے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ کھجوریں ہیں، جو میری ماں نے مجھے دے کر میرے باپ بشیر بن سعد اور میرے ماموں عبد اللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے، وہ ان سے صبح کا کھانا کھائیں گے، آپ نے فرمایا انہیں لاؤ، میں نے وہ کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیوں میں ڈال دیں اور وہ ہتھیلیاں ان سے پُر نہ ہوئیں، پھر آپ نے کپڑا لانے کا حکم دیا اور اسے آپ کے لیے بچھایا گیا، پھر آپ نے اس پر کھجوریں منگوائیں اور وہ کپڑے کے اوپر بکھر گئیں، پھر آپ نے ایک شخص سے جو آپ کے پاس تھا، فرمایا اہل خندق کو آواز دو کہ وہ صبح کے کھانے کے لیے آ جائیں، پس اہل خندق اس پر جمع ہو گئے، اور اس سے کھانے لگے، اور وہ بڑھنے لگیں، حتیٰ کہ اہل خندق کھا کر واپس چلے گئے، اور وہ کپڑے کے کناروں سے گر رہی تھیں۔

اور خندق کی کھدائی کے وقت مسلمان جب شدید بھوک کی حالت میں تھے اس پر

مستزاد یہ کہ سردی سخت تکلیف دِہ تھی، اور سخت آندھیاں چل رہی تھیں،

امام بخاریؒ نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کرتے ہوئے، بیان کیا ہے کہ آپ نے بیان کیا ہے کہ ہم خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ مٹی کھودتے تھے اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی اُٹھاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ؎

اللھم لا عیش الا عیش الاٰخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ ...

اے اللہ زندگی صرف آخرت کی ہے۔ تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

اور اسی طرح بخاری میں حضرت انس کی روایت ہے کہ ایک ٹھنڈی صبح کو انصار اور مہاجرین کھدائی کر رہے اور ان کے پاس کوئی غلام نہ تھے، جو ان کی خاطر یہ کام کرتے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تھکاوٹ اور بھوک کو دیکھا تو آپ نے فرمایا:

اللھم لا عیش الا عیش الاٰخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ

تو انہوں نے آپ کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

نحن الذی بایعوا محمدًا علی الجھاد مابقینا ابدًا

"ہم لوگوں نے، جب تک زندہ ہیں جہاد پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے۔"

خندق میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹی اٹھانا

سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی کھدائی کا کام کرتے تھے اور فوج کے ایک چوکس سپاہی کی طرح اپنی پشت پر مٹی اُٹھاتے تھے، بخاری نے حضرت البراء کی حدیث کے حوالے سے بیان کیا کہ آپ نے بیان کیا کہ:

جب احزاب اور خندق کا دن تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق سے

مٹی اُٹھاتے دیکھا، حتیٰ کہ غبار نے آپ کے پیٹ کی کھال کو مجھ سے پوشیدہ کر دیا، اور آپ کے بال بہت تھے اور میں نے آپ کو مٹی اُٹھاتے ہوئے حضرت ابن رواحہ کا شعر پڑھتے سُنا، آپ کہہ رہے تھے

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃً علینا وان ارادوا فتنۃً ابینا

اے اللہ اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے، پس تو ہم پہ سکینت نازل فرما، اور اگر وہ فتنہ کا ارادہ کریں تو ہم انکار کر دیں۔

وہ چٹان جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑا

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ ہم خندق کے روز کھدائی کر رہے تھے کہ سخت ٹھوس ٹکڑا آ گیا (اور نسائی میں ہے کہ چٹان آ گئی جسے کدالیں توڑ نہ سکتی تھیں) تو صحابہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے یہ ایک سخت ٹکڑا ہے جو خندق میں آ گیا ہے، آپ اُٹھے اور بھوک کے باعث آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا — اور ہم نے تین دن سے کچھ نہ چکھا تھا — حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لے کر ماری، تو وہ (سخت اور ٹھوس ٹکڑا) ریت کا گرنے والا ٹیلہ بن گیا۔

اور احمد اور نسائی میں ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی شکایت کی تو آپ نے آ کر کدال لی اور فرمایا بسم اللہ اور ایک ضرب لگائی اور اس کے تیسرے حصے کو بکھیر دیا اور فرمایا اللہ اکبر، مجھے شام کی کُنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ اور قسم بخدا میں اس وقت اس کے سُرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپ نے

دوسری ضرب لگائی تو اس کا دوسرا ثلث کاٹ دیا اور فرمایا اللہ اکبر، مجھے ایران کے خزانے عطا کیے گئے ہیں، اور قسم بخدا میں اب مدائن کے قصر ابیض کو دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی اور فرمایا بسم اللہ اور بقیہ پتھر کو آپ نے توڑ دیا۔ اور فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کے خزانے عطا کیے گئے، اور قسم بخدا میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں۔

اور بعد کے واقعات نے اس قولِ نبوی کی صداقت کو ثابت کر دیا اور یہ ان علاماتِ نبوت میں سے بن گیا جو خطا نہیں جاتیں، اور خندق میں چٹان کے توڑنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مقامات کا ذکر کیا کہ آپ کو ان کی چابیاں دی گئی ہیں، اب سب مقامات پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہوا (شام، یمن، ایران اور اس کے دارالخلافہ مدائن اور اس کے قصر ابیض پر) اور یہ سب کے سب دونوں خلیفوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں مکمل طور پر فتح ہوئے۔

اور خوف اور رعب اور گھبراہٹ کی فضا کے باوجود، جو اس منطقہ کا احاطہ کیے ہوئے تھی، جو سارے کا سارا ان احزاب کی افواج کے پہنچنے کے لیے کان بنا ہوا تھا جن سے اہل مدینہ کو ڈراتے اور خوفزدہ کرنے کے سیلاب سبقت کر گئے تھے اور سیلابوں کے باوجود مسلمان، اعتماد، اطمینان اور ثبات کے ساتھ خندق کی کھدائی کا کام کر رہے تھے، اور اس میں نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بڑا نمونہ تھے، جو ان کے ساتھ کام کر رہے تھے، اور ان کے ساتھ شیریں اور محبت کرنے والے دل کے ساتھ مزاح اور خوش طبعی کر رہے تھے، جس دل کا مالک صرف حق بات ہی کہتا ہے۔

بلاشبہ یہ ایک خوبصورت منظر ہے کہ محمد بن عبداللہ نبی اور سالار خندق میں کدال سے مٹی کھود رہے ہیں اور کلہاڑا اور کدال چلا رہے ہیں اور مٹی کے کھودنے کے لیے جھکتے ہیں اور ٹوکری میں ڈال کر اسے اپنی پشت پر اٹھاتے ہیں اور اپنے اصحاب سے

یوں مل جل جاتے ہیں کہ گویا انہیں میں سے ایک ہیں، اور اشعار پڑھنے والوں کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے ہیں اور وہ کام کے دوران شعر پڑھتے ہوئے اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہیں اور حلق میں آواز گھمانے میں ان کے ساتھ مشارکت کرتے ہیں اور وہ رواں واقعات کے اشارے سے سادہ اشعار گاتے تھے۔

وہاں ایک مسلمان شخص تھا جس کا نام جعیل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نام کو ناپسند کیا اور اس کا نام عمر رکھ دیا اور خندق میں کام کرنے والے خوشی سے یہ سادہ شعر اکٹھے ہو کر پڑھنے لگے ؎

فسماہ من بعد جعیل عمرا　　و کان للبائس یوما ظهرا

آپ نے جعیل کے بعد اس کا نام عمر رکھ دیا اور کسی دن وہ تنگدست کے لیے مددگار رہو گا۔

اور جب اپنی دہرائی میں لفظ "عمر" سے گذرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرا فرماتے اور جب وہ لفظ ظهرا سے گزرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظهرا فرماتے۔

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس فضا کا تصور کریں جس میں مسلمان کام کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان کلہاڑا چلا رہے تھے اور کدال سے کھدائی کر رہے تھے اور ٹوکری میں مٹی اٹھا رہے تھے، اور اس گیت کو (اگر اس کا نام گیت رکھنا صحیح ہو) بار بار دہرا رہے تھے، اور ہمارے لیے اس بات کا تصور کرنا ضروری ہے کہ کونسی طاقت اس فضا میں ان کی ارواح کو طاقت دے رہی تھی اور کونسا چشمہ ان کے وجود میں رضامندی، بہادری، اعتماد اور عتزاز سے پھوٹ رہا تھا[۱]۔ یہ سنجیدہ فضا خوش طبعی اور مزاح سے خالی نہیں ہوتی، حضرت زید بن ثابت چھوٹے بچے تھے[۲] اور آپ بھی خندق

---

[۱] فی ظلال القرآن جلد ۲۱ ص ۱۴۸ [۲] آپکے حالات ہماری کتاب غزوۂ احد میں دیکھیے،

میں مٹی اٹھانے والوں میں شامل تھے اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو (کم سنی کے باوجود) خندق میں کام کرتے دیکھا تو فرمایا، اسے یہ تو بہت اچھا بچہ ہے۔

اور غلام (حضرت زید) کو نیند آگئی، اور آپ ــ گرمی محسوس کرنے کے بعد ــ خندق میں سو گئے، اور سردی بہت سخت تھی، اور عمارہ بن حزام نے (مزاح کرتے ہوئے) آپ کا ہتھیار لے لیا، اور آپ کو پتہ ہی نہ تھا، اور جب وہ بچہ اٹھا تو اس نے اپنا ہتھیار نہ پایا تو وہ گھبرا گیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ آپ نے اسے (مزاح کرتے ہوئے) فرمایا اے نیند کے باپ تو سو گیا اور تیرا ہتھیار جاتا رہا، پھر آپ نے فرمایا اس بچے کے ہتھیار کا کسے علم ہے؟ عمارہ نے کہا یا رسول اللہ وہ میرے پاس ہے، آپ نے فرمایا اسے واپس کرو، اور آپ نے مسلمان کو خوفزدہ کرنے اور مزاح کے طور پر اس کا سامان لینے سے منع فرما دیا۔

اور خوش طبعی اور لطف کی یہ روح کس قدر شیریں ہے جس سے نبی اعظم اور سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھوٹے بچے سے مزاح کیا، جسے کام کے دوران نیند آگئی تھی اور وہ سو گیا تھا، حتیٰ کہ اس سے اس کا ہتھیار لے لیا گیا ــ اے نیند کے باپ تو سو گیا اور تیرا ہتھیار جاتا رہا ــ اور شیریں اور مشفقانہ خوش طبعی کی آواز، اس بات ــ اے نیند کے باپ ــ میں نمایاں ہے، جس سے سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھوٹے بچے سے خوش طبعی کی اور اللہ تعالیٰ نے اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سچ فرمایا ہے:

وانك لعلى خلق عظيم ــ اور بلاشبہ آپ عظیم اخلاق کے حامل ہیں

خندق میں منافقین کی تخریبی کاروائی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص اصحاب کی جانب سے خندق

کی کھدائی کا کام سنجیدگی، سرگرمی، کوشش اور اخلاص سے ہو رہا تھا، اور باوجودیکہ مدینہ کی کمان، خندق کی کھدائی کی تکمیل، احزاب کی افواج کے پہنچنے سے قبل کرنا چاہتی تھی، اسے (پہلے لمحہ ہی سے) ان پارٹیوں کی طرف سے جو اسلام کی طرف منسوب ہوتی تھیں، حالانکہ ان کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا، (اور وہ منافقین تھے) ان پریشانیوں اور کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑا جن پر تخریب کاری اور تفرقہ بازی کی چھاپ تھی اور انہوں نے معرکہ خندق کی تیاریوں کے آغاز ہی سے) ایسے کردار ادا کیے جو بُرے اور گھٹیا تھے۔

پس احزاب کے پہنچنے سے قبل اور خندق کی کھدائی کے دوران یہ منافقین (جو ظاہری حکم کے مطابق اسلامی فوج کا حصّہ تھے) کام میں سہل انگاری کرتے، اور اگر فوج کے ساتھ کام کرتے تو تھوڑا سا کام کرتے اور اس سہل انگاری پر مستزاد یہ کہ وہ تخریبی کارروائیاں کرتے اور ان کے ذریعے خندق میں کام کرنے میں سستی اختیار کرنے پر کمزوروں کی اس خواہش پر حوصلہ افزائی کرتے کہ خندق کی تکمیل میں تاخیر ہو جائے، اور احزاب کی فوجیں پہنچ جائیں۔

اور یہ منافقین (ان سخت فوجی احکام کے باوجود جو اس بات کا تقاضا کرتے تھے کہ کوئی شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم کے بغیر خندق میں اپنے کام کی جگہ کو نہ چھوڑے) کام کو چھوڑ دیتے اور سالار رسولؐ کی اجازت کے بغیر کام سے کھسک کر اپنے اہل کے پاس چلے جاتے اور ان کی ان تخریبی کارروائیوں کا خندق کی کھدائی کے کام کے جاری رکھنے پر بُرا اثر پڑا۔

اور سچے مسلمان ان اہم استثنائی حالات کا اندازہ کر رہے تھے، جو ممکن حد تک سرعت کے ساتھ خندق کی تکمیل کے لیے مسلسل کھدائی جاری رکھنے کو مستلزم تھے، اس لیے وہ خندق میں کام کرنے کو انتہائی ضرورت پر ہی چھوڑتے تھے، جو ترکِ عمل

کی مستدعی ہو، اس کے باوجود جب انہیں کسی ضرورت کی مصیبت پڑ جاتی جس سے چارا نہ ہوتا تو وہ اسے پورا کرنے کے لیے حکم الٰہی کی بجا آوری کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص اجازت لیے بغیر کام نہ چھوڑتے جس کے متعلق بیان ہوا ہے کہ ـــ انما المومنون .... ان اللہ غفور رحیم

(ترجمہ) مومن صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب وہ کسی امر جامع میں اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو اس سے اجازت حاصل کیے بغیر نہیں جاتے بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں، پس جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جسے چاہیں اجازت دیں اور ان کے لیے اللہ سے بخشش طلب کریں، بلاشبہ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی حاجت کے پورا کرنے کی اجازت دیتے اور جب وہ اُسے پورا کر لیتے تو بھلائی کی رغبت اور اپنے نبی کریمؐ کی اطاعت کی حرص میں نہایت سرعت کے ساتھ خندق میں اپنے کام پر واپس آجاتے۔

اور منافقین خندق سے کھسک جاتے اور اس میں کام کرنا ترک کر دیتے، اور سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے بغیر جہاں چاہتے چلے جاتے اور یہ کام وہ تخریب و تاخیر کے ارادے سے کرتے) اور وہ بظاہر اسلام اور آپ کی فوج میں شمولیت کے باوجود نہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور نہ اس چیز پر جس کی طرف آپ دعوت دیتے تھے، اپنے دل کی تہ سے ایمان لاتے تھے اور یہ تظاہر بھی صرف تقیہ کے طور پر تھا، جس سے وہ مقیم مسلم کے حقوق سے متمتع ہوتے تھے، حالانکہ حقیقتاً وہ مسلمان نہ تھے اس لیے یہ منافقین اپنے دلوں کی گہرائیوں سے جانتے تھے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے پابند نہیں ہیں اور اس شعور کی اساس پر خندق کی کھدائی کی کاروائی

قرآنِ کریم کا منافقین کے عیوب بیان کرنا

اور قرآن کریم نے ان منافقین کے عیوب کو بیان کیا ہے جو تخریبی جذبے سے خندق میں کام کو سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کیے بغیر چھوڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تجعلوا دعاء الرسول ...... او یصیبھم عذاب الیم

(ترجمہ) تم رسول کی پکار کو اپنے درمیان اس طرح نہ بناؤ جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اللہ ان کو جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر کھسک جاتے ہیں، پس وہ لوگ جو آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کو فتنہ پہنچے یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔"

اور منافقین کی تخریبی کارروائیوں اور خندق کے کام میں ان کی سہل انگاری کے باوجود ان کے اس خبیث عمل نے کھدائی کی کارروائی کے تسلسل پہ کوئی زیادہ اثر نہیں ڈالا اور صحابہ نے کام میں خوب مشقت اٹھائی حتیٰ کہ خندق کی کھدائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کے مطابق، احزاب کی افواج کے پہنچنے سے کئی دن قبل مکمل ہو گئی؛

ممکن حد تک سرعت سے خندق کی کھدائی کی تکمیل میں عام کمان کی دلچسپی نے، مسلمانوں کے درمیان کھدائی میں ایک اچھے مقابلے کی روح پھونک دی۔

خندق کی لمبائی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان پیمائش تقسیم کر دی جس سے مطلوب خندق کا کھودنا تھا، آپ نے ہر دس صحابہ کو چالیس ہاتھ کھودنے کو دیئے، اور ان پہ لازم قرار دیا کہ وہ اس کھدائی کو اس گہرائی اور چوڑائی کے مطابق،

جو کمان نے ان کے لیے مقرر کی تھی) ممکن حد تک سرعت سے مکمل کریں۔

خندق کی لمبائی تقریباً پانچ ہزار ہاتھ تھی، اور اس کی گہرائی سات ہاتھ سے کم ہونا ممکن نہیں۔ اور اسی طرح چوڑائی بھی نو ہاتھ سے کم ہونا ممکن نہیں اس لیے کہ گھوڑے اس سے کم فاصلہ میں داخل ہو سکتے ہیں، — اور خندق کی کھدائی میں، (جیسا کہ ابن قیم نے الھدی النبوی میں بیان کیا ہے) پورا ایک ماہ صرف ہوا۔

مدینے کے دفاع میں خندق کا اثر

خندق کی کھدائی کے بعد، مدینہ اس محفوظ قلعہ کی طرح ہو گیا، جس تک صرف خود کشادہ جانبازیوں اور عظیم پُرمشقت قربانیوں کے بعد ہی پہنچنا ممکن تھا، اور مدینہ — خندق کے علاوہ جو بڑی دفاعی لائن تھی — ایک دوسرے سے پیوست مکانوں اور کھجور کے گھنے درختوں اور دُور دراز فاصلوں، اور کھجور کے درختوں کے علاوہ دوسری کھیتیوں سے گھرا ہوا تھا، اور مزید یہ کہ اس میں بڑی دشوار طبعی رکاوٹیں بھی تھیں اور تین حرار[1] بھی مدینہ کو اس کی تین اطراف سے گھیرے ہوئے تھے ایک حرہ جنوب میں تھا، اور مشرق میں حرہ واقم اور مغرب میں حرۃ الوبرہ تھا،

اور منطقہ مدینہ میں حرار، مؤثر قدرتی رکاوٹیں بناتے ہیں، جن سے کوئی (سوار یا پیادہ) بڑی صعوبت سے گزر سکتا ہے، کیونکہ وہ سیاہ جلے ہوئے پتھروں سے کاشت شدہ ہیں، جن کے اکثر سرے، تیز دھار آلات کے کناروں کی طرح زخمی کر دینے والے ہیں۔

یوں خندق کی کھدائی سے اسلامی فوج کی کمان نے اسلامی فوج کے اکٹھ کے مقام سے جو

[1] حرۃ، سیاہ پتھروں والی زمین کو کہتے ہیں، مترجم

مدینہ کا دفاع کرنے والی تھی، دشمن کی فوج کو مکمل طور پر علیحدہ کر دیا اور وہ اس کے اور مدینہ کے راستوں کے درمیان اس کی من مرضی کے مطابق گھسنے میں حائل ہو گئی، کیونکہ یہ راستے خندق کھودنے کے بعد اس کے پیچھے اس سے محفوظ ہو گئے،

اور خندق دو فوجوں کے درمیان اور کسی ہمہ گیر جنگ کے درمیان حائل ہو گئی، اور یہی اسلامی کمان کا مقصد تھا۔ اور احزاب کی فوجوں کی کمان بھی اس کے حدوث کو پسند نہ کرتی تھی، جس سے یہ افواج، جنگی مثل جزیرہ نے نہ دیکھی تھی، صرف فیصلہ کن معرکہ میں مسلمانوں کے ساتھ گتھنے کے لیے جمع کی گئیں اور اس کے پس پردہ اس کا مقصد یہ تھا، کہ اسلامی وجود کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا جائے۔

مسلمان اس وسیع و عمیق خندق کے پیچھے قلعہ بند ہو گئے، جس کی لمبائی تقریباً دو کلو میٹر تھی اور اس خندق میں گھسنے کی جرأت صرف دنیا سے بے رغبتی کرنے والا یکتا سوار ہی کر سکتا تھا، اور اب رہے پیادہ لوگ تو ان کے لیے ابد تک اس میں گھسنے کا کوئی راستہ نہ تھا اور اسلامی فوج نے جبل سلع کی مضبوطی سے بھی استفادہ کیا۔ جسے اس نے اپنی پشت کے پیچھے رکھا ہوا تھا، اور اس کے پیچھے مدینہ اور اس کی ایک دوسرے سے پیوست بلڈنگیں اور حرہ کے ساتھ اس کے ملے ہوئے کھجور کے درخت تھے، اور اس کے دونوں بازو حرتین سے محفوظ تھے، جو خندق کا ایک جزء تھے۔ اور اس کے سامنے کے حصے سے اس نے احزاب کی ان افواج سے مقابلہ کیا جن کے درمیان اور اس کے درمیان، خندق حد فاصل تھی۔

یوں دفاع کا وہ منصوبہ مکمل طور پر کامیاب ہو گیا جسے مسلمانوں نے اختیار کیا اور وہ اس کی تطبیق کے بعد ایک محفوظ قلعہ میں ہو گئے، اور جس شخص کو خندق کی شمال جانب سے اس کے قریب آنے کی سوجھی، اس کا انجام موت ہو گا، اور احزاب کی افواج کے لیے اس کے راستے ہی سے وسیع دائرے میں کوئی جنگ کرنا ممکن تھا۔

مسلمانوں نے مدینہ پر احزاب کے حملے کو ناکام کرنے کے لیے جو دفاعی کارروائیاں کیں، خندق ان میں سب سے بڑی دفاعی کارروائی تھی اور احزاب کے قائدین نے اس جگہ کو، جس کی انہوں نے حد بندی کی تھی اپنے بڑے حملے کا ٹارگٹ پایا، اور وہ مدینہ کے وسیع راستے تھے جو حرتین کے درمیان واقع تھے۔ انہوں نے اس جگہ کو دیکھا، جس میں اسلامی افواج عمیق خندق کے پیچھے اپنے شیروں کو باندھے ہوئے پڑاؤ کیے ہوئے ہیں، پس ان کی آرزوئیں فیل ہو گئیں اور ان کے وہ منصوبے بنیاد سے گر پڑے جو انہوں نے مدینہ میں داخل ہونے کے لیے بنائے تھے۔



فصل سوم



- احزاب کی افواج کا مدینہ کے بلند مقام پر پہنچنا۔
- مدینہ کا محاصرہ کرنا۔
- بنو قریظہ کا عہد شکنی کرنا اور پیچھے سے مسلمانوں کو ضرب لگانے کی کوشش کرنا
- اسلامی فوج سے منافقین کا ریٹائرمنٹ کرنا اور مسلمانوں کے خلاف بُری افواہیں اڑانا۔
- گلا گھٹنے کی حد تک محاصرے میں شدت اختیار کرنا
- سواروں کا خندق میں گھسنا اور قریش کے سوار کا قتل ہونا۔
- مصیبت کا شدت اختیار کرنا اور دلوں کا گلوں تک پہنچنا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غطفان کے ساتھ الگ صلح کرنے کی کوشش کرنا اور انہیں مدینہ کے پھلوں کے ثلث کی پیش کش کرنا۔
- انصار کا اس صلح کے نظریے کو مسترد کرنا اور آخر تک مقابلہ کرنے کا فیصلہ

مدینہ کے اردگرد اپنی خندق کی تکمیل کرنے کے بعد مسلمانوں کی افواج اس کے پیچھے احزاب کی افواج کے انتظار میں چوکس ہو کر پڑاؤ کیے ہوتے تھیں، اسی دوران میں ان کے مسلح گشتی دستے پھیل کر مدینہ کے بلند مقامات کا چکر لگانے لگے، اور مدینہ کو کسی اچانک حملے سے بچانے کے لیے زور سے تکبیر و تہلیل کہنے لگے، خصوصاً بنی قریظہ کے یہود کی جانب (ان کے اور مسلمانوں کے درمیان طے شدہ معاہدہ کے باوجود) جن سے مسلمان جنگ کی توقع رکھتے تھے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی فوج کا جائزہ لینا

خندق کی کھدائی کے بعد، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کا جائزہ کیا اور اس کی تنظیم کی (جیسا کہ آپ کا دستور تھا) اور آپ نے فوج کو دو پارٹیوں میں تقسیم کر دیا۔

(۱) مہاجرین: آپ نے ان کا جھنڈا اپنے غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کو عطا فرمایا

(۲) انصار: آپ نے ان کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ کو عطا فرمایا۔

اور فوج کی اکثریت دستور کے مطابق) انصار پر مشتمل تھی۔

اور فوج کے جائزہ کے وقت آپ کے سامنے ان نوجوان مسلمانوں کو پیش کیا گیا جنہوں نے مدینہ کے دفاعی معرکہ میں شامل ہونے کی کوشش کی تھی، ان کے جائزہ کے بعد، آپ نے حکم دیا کہ جو پندرہ سال کی عمر کو نہیں پہنچا وہ اپنے اہل کے پاس واپس چلا جائے، اور آپ نے اسے فوج میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی اور جو پندرہ سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے ان کو شمولیت کی اجازت دے دی، اور جن لوگوں کو آپ نے معرکہ میں شمولیت کی اجازت دی ان میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت[1] حضرت ابو سعید خدری، اور حضرت البراء بن عازب شامل تھے[2]

مدینہ کا نائب امیر

جیسا کہ معرکوں میں حصہ لینے کے عزم کے موقع پر آپ کا دستور تھا، آپ نے ایک سرکلر جاری کیا جس کے بموجب آپ نے حضرت ابن امّ مکتومؓ کو معرکہ احزاب کے

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے،

[2] ان چاروں کے حالات ہماری کتاب غزوۂ احد میں دیکھیے [3] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ احد میں دیکھیے۔

اختتام تک مدینہ کا امیر مقرر کیا۔

اسی طرح آپ نے مدینہ کی حفاظت کے لیے ایک خاص فوج منتخب کی، جسے دو دستوں میں تقسیم کیا۔ ایک دستے کی کمان حضرت زید بن حارثہ کو عطا فرمائی، اور دوسرے کی کمان حضرت سلمہ بن اسلم[1] کو عطا فرمائی، اور ان دونوں دستوں کو حکم دیا کہ وہ مدینہ کے اندر اور اس کے بلند مقامات پر اور خصوصاً جنوب کی جانب جہاں بنی قریظہ کی فرودگاہیں ہیں، گشتی کاروائیاں کریں، کیونکہ مسلمان فریقین کے درمیان نوجی معاہدہ کے باوجود ان پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔

اور مسلمانوں کو بنی قریظہ کے یہود سے زیادہ خوف یہ تھا کہ وہ عورتوں اور بچوں سے تعرض کریں گے اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں بھیج دیا جائے، تاکہ وہ ان میں محفوظ ہو جائیں۔

مدینہ کی جانب احزاب کا مارچ

احزاب کی افواج نے جب اپنے اکٹھ اور تیاری کو مکمل کر لیا تو اس کے بعد ان کے قائدین نے ان کے ساتھ مدینہ کی طرف مارچ کر دیا، پس غطفان اور اس کے احلاف کے دیار سے چھ ہزار جانباز روانہ ہوئے جن کی کمان ان کے چار زعماء کر رہے تھے، اور وہ (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) عیینہ بن حصن قائد بنی فزارہ، طلیحہ بن خویلد الاسدی قائد بنی اسد، مسعود بن رخیلہ، قائد بنی اشجع اور الحارث بن عوف قائد بنی مرہ تھے۔ اسی طرح قریش کے اور ان کے احلاف کے دیار سے چار ہزار جانباز روانہ ہوئے

[1] سلمہ بن اسلم حریشی انصاری، الاصابہ میں ہے کہ ابن عبدالبر نے آپ کا ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ آپ ایران میں جنگ جسر میں قتل ہو کر شہید ہوئے۔

جن کی کمان ابوسفیان بن حرب کر رہا تھا، اور (قریشی فوج کے اندر) بنی سُلیم کے سات سو جانباز بھی تھے، جن کی کمان بنی امیہ کا حلیف سفیان بن عبد شمس کر رہا تھا، اور یہ اپنی اس فوج کے ساتھ قریش کو مرالظہران[2] میں جا ملا ـــ اب رہے یہود، تو ان کی فوج کے متعلق یہودی وفد اور قریش کے درمیان یہ متفق علیہ بات تھی کہ وہ احزاب کی افواج کے ساتھ اشتراک کرے گی اور وہ بنی قریظہ کی فوج تھی جو مدینہ کی جنوبی طرف تھی۔ جس کے متعلق حیی بن اخطب نے احزاب کے قائدین سے وعدہ کیا تھا، کہ وہ صفر کی گھڑی میں مسلمانوں کو پیچھے سے کارگر ضرب لگائے گی،

احزاب کی افواج کا سالارِ عام

احزاب کی افواج کے قائدین نے سب افواج کی کمان ابوسفیان (صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف) کے سپرد کرنے پر اتفاق کیا اور احزاب کے قائدین کے درمیان مدینہ کے گرد جمع ہونے کا مقررہ وقت ماہ شوال ۵ھ تھا، اس مہینے کے شروع میں مدینہ کے گرد احزاب کی افواج کا اکٹھ مکمل ہو گیا اور وہاں پر قریش اور ان کے احلاف اور غطفان اور ان کے احلاف کے دس ہزار جانبازوں نے پڑاؤ کر لیا، جن کی امداد مدینہ کے اندر اور باہر تقریباً دو ہزار یہودی کر رہے تھے، وہ ان کے لیے ریزرو فوج بن گئے، جبکہ بڑے سے بڑے اندازے کے مطابق مسلمانوں کی تعداد تین ہزار جانبازوں سے زیادہ نہ تھی،

---

[1] اس قبیلہ کے حالات ہماری کتاب غزوہ احد میں دیکھیے [2] مراصد الاطلاع میں ہے کہ مرالظہران مکہ سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے۔

مسلمانوں کی افواج کی تعداد کی حقیقت

ابن حزم نے اپنی کتاب (جوامع السیرۃ) کے ص۱۸۷ پر بیان کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کی فوج تو سَو سے زیادہ نہ تھی —— میں کہتا ہوں یہ اقرب الی الصواب ہے خصوصاً ان منافقین کی جو فوج کا بڑا حصہ تھے، واپسی پر اور ان کے مسلمانوں کو مصیبت کے سخت ہو جانے اور حالت کے تنگ ہو جانے پر چھوڑ دینے کے بعد، اور امام ابن حزم کی رائے کو ہمارا صحیح قرار دینا مندرجہ ذیل متعلق امور پر اعتماد کرنے کے باعث ہے۔

(ا) وہ فوج جو معرکہ اُحد میں شامل ہوئی (مدینہ میں حکومت کے پاس وہی ساری فوج تھی) وہ سات سو جانبازوں سے زیادہ نہ تھی، اس طرح پر کہ جو شخص ہتھیار اُٹھا سکتا تھا، وہ معرکہ اُحد سے پیچھے نہیں رہا۔

(ب) اور یہ یقینی بات ہے کہ معرکہ احزاب اور معرکہ احد کی درمیانی مدت ایک سال سے زیادہ نہیں رہی ہے اور اس سال اسلام اور بُت پرستی کے درمیان جزیرۂ عرب کی تمام اطراف میں سخت جنگ کا زمانہ تھا، اور خصوصاً ان علاقوں میں، جو مدینہ کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔

لہ اصحاب مغازی وسیر نے غزوۂ احزاب کی تاریخ کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ یہ معرکہ شوال ۵ھ میں ہوا تھا، اور یہی تصریح دیگر مؤرخین نے کی ہے، لیکن بخاری نے جسے ترجیح دی ہے اور جس کی طرف آپ کا میلان ہے وہ موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے کہ یہ معرکہ شوال ۴ھ میں ہوا تھا اور امام ابن حزم نے امام بخاری کے خیال کو ترجیح دی ہے کہ یہ غزوہ چوتھے سال میں ہوا تھا، نہ کہ پانچویں سال میں، اور امام بخاری اور آپ کے پیرو کاروں نے (باقی اگلے صفحہ پر)

(ج) اس لیے یہ یقینی بات ہے کہ اس مدت میں) اسلام میں داخل ہونے والے لوگ
بہت قلیل ہوں گے اس لیے یہ مستبعد ہے کہ (اس سخت جنگ کے زمانے میں
اسلامی فوج کی تعداد سات سو جانبازوں سے تین ہزار جانبازوں تک بڑھ جاتے
(د) اور امام ابن حزم کی رائے کو یہ بات بھی تقویت دیتی ہے کہ تاریخی مصادر
نے (جیسے کہ البدایہ والنہایہ میں حضرت حذیفہ بن الیمان کی حدیث ہے) بیان
کیا ہے کہ جو خندق کی آخری فیصلہ کُن راتوں میں احزاب کے مقابلہ میں خندق
کے آگے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے تین سو جانبازوں کے
اور کوئی باقی نہ رہا تھا،[۱]
(ھ) اگر مسلمانوں کی فوج خندق کی طویل راتوں میں احزاب کے سامنے ڈٹی رہتی، جو
تین سو جانباز تھے، تو مسلمان اس شدید خوف سے نہ ڈرتے جو بھونچال کی حد
تک پہنچ گیا تھا اور دل گلوں تک پہنچ گئے تھے، جیسا کہ قرآن کریم نے اس کی طرف

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اسی قول پر اعتماد کیا ہے کہ یہ معرکہ چوتھے سال ہوا ہے اور یہ قول حضرت عبداللہ
بن عمر بن الخطاب کا ہے جو آپ سے صحیح سند سے روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے ان نوجوانوں کا جائزہ لیا جنہوں نے معرکہ اُحد میں شامل ہونے کا ارادہ کیا تھا (وہ ہجرت
کا تیسرا سال تھا)، آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر کو واپس کر دیا اور آپ کو اجازت نہ دی، کیونکہ
آپ کی عمر چودہ سال تھی، اور خندق کے روز آپ پندرہ سال کی عمر میں آپ کے سامنے پیش ہوتے
تو آپ نے انہیں سن رشد کو پہنچنے کی وجہ سے جنگ میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔
اس لحاظ سے غزوۂ احد اور غزوہ احزاب کے درمیان ایک سال کی مدت بنتی ہے اور غزوۂ
احد تیسرے سال ہوا تھا، اور غزوۂ احزاب یقیناً چوتھے سال ہوا تھا۔ [۱] ابھی اس کتاب میں حضرت
حذیفہ بن الیمان کی حدیث مفصل بیان ہوگی ان شاء اللہ

اشارہ کیا ہے۔

وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ ...... وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا (الاحزاب ۱۱)

(ترجمہ) اور جب نگاہیں پھر گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس جگہ مومنین آزمائے گئے اور انہیں شدید جھٹکے دیئے گئے،

اور یہ بات یوں ہے کہ جب غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کی فوج تین ہزار جانبازوں پر مشتمل ہو تو مسلمانوں کی نسبت تقریباً تین کے مقابلے میں ایک بنتی ہے، اور یہ پہلی بار نہیں ہوا جس میں مسلمان سپاہیوں کی نسبت، تین مشرکین کے مقابلے میں ایک ہو، معرکہ اُحد میں اس سے بھی کم نسبت تھی، یعنی ایک مسلمان تقریباً چار مشرکین کے مقابلہ میں تھا، اور وہ مدینہ سے سات سو جانباز نکلے، اور وہ کھلے میدان میں (جہاں انہیں بچانے کے لیے نہ خندق تھی نہ مکانات تھے اور نہ حرار تھے) تین ہزار جانبازوں سے ٹکرا گئے، اور پہلے حملہ میں انہیں بُری طرح شکست دی اور اگر تیر اندازوں کی غلطی نہ ہوتی تو وہ شکست تقریباً تباہ کن ہوتی۔

پس مسلمانوں کا خوف اس درجہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے جبکہ وہ مدینہ کے اندر قلعہ بند ہوں گو یا کہ وہ محفوظ قلعے میں ہیں، اور احزاب کے سپاہیوں کی نسبت فقط ایک اور تین کی ہو، اور ان کی یہ نسبت، معرکہ اُحد کی نسبت سے بڑی ہے جس میں انہوں نے خوف اور گھبراہٹ کے احساس کے بغیر دشمن کی فوج سے مقابلہ کیا۔

کیا معرکہ اُحد کے بعد مسلمانوں کی شجاعت و ثبات اور اقدام کی نسبت کم ہو گئی تھی، کہ معرکہ احزاب میں خوف اور گھبراہٹ انہیں اس حد تک لے گیا اور اس میں احزاب کی فوج کے مقابلے میں ان کی مقدار کی نسبت اس نسبت کے مقابلہ میں زیادہ تھی، جو معرکہ احد میں مکی فوج کے مقابلہ میں تھی؟ اس کا صحیح جواب قطعی نفی میں ہے، معرکہ

اُحد کے بعد مسلمان شجاعت و ثبات اور اقدام و قربانی میں بڑھے ہیں۔

پس جب ثابت ہو گیا کہ غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کا خوف و گھبراہٹ، بھونچال کی حد تک اور دل گلوں تک پہنچ گئے تھے، تو یہ بات ضروری ہے (یا کم از کم اسے ترجیح حاصل ہے) کہ اس خوف اور گھبراہٹ کا بنیادی سرچشمہ یہ ہے کہ مسلمان (اپنی شجاعت کے باوجود) اس چھوٹے جزیرہ کی مانند تھے (دشمن کی کثرت اور اپنی قلت کی وجہ سے) جسے پُر جوش سمندر گھیرے ہوتے ہو اور ہر لحظہ اسے نگلنے کی دھمکیاں دے رہا ہو۔

بلاشبہ جانباز دشمن کی خوفناک کثرت جس میں ایک مسلمان کی نسبت دس مشرکین کے مقابلہ تک پہنچ گئی ہو اور اس کے ساتھ یہود کا گردشوں کا منتظر رہنا اور مسلمانوں کا ان سے نقضِ عہد کرنے کی اور پیچھے سے ضرب لگانے کی توقع رکھنا اور اس کے ساتھ فوج کے اندر منافقین کا بُری افواہیں اُڑانا ہی اس خوف اور گھبراہٹ کا سب سے بڑا سبب ہے، جو مسلمانوں کو ایسی صورت میں لاحق ہوا جس کی پہلے کوئی مثال موجود نہیں۔

اس لحاظ سے امام ابن حزم کے قول کو ترجیح دینا ضروری ہے کہ مسلمانوں کی جس فوج نے خندق کے پیچھے پڑاؤ کیا اور احزاب کی افواج کے دس ہزار جانبازوں کے سامنے ڈٹ گئی وہ نوسو جانبازوں سے زیادہ نہ تھی۔

اور کوئی مستبعد نہیں کہ شروع شروع میں اسلامی فوج کی تعداد ـــــ جب مُنافقین اس کا جزو تھے ـــــ دو ہزار یا اس سے زیادہ تک پہنچ گئی ہو، اور جب احزاب کی افواج نے منطقہ تک پہنچنا شروع کیا تو ان کے کھسکنے سے اس میں صرف وہ نوسو سچے مسلمان رہ گئے ہوں جن کے دلوں تک شک راہ نہیں پا سکتا۔ پس یہ بات صحیح ہے کہ جس اسلامی فوج نے جنگِ احزاب میں دشمنوں کا سامنا کیا

وہ تو سو جانبازوں سے زیادہ نہ تھی، جیسا کہ امام ابن حزم نے اس بات کو مضبوطی
سے بیان کیا ہے، اور صرف اسی بات سے ہمیں اس شدید خوف کی تسلی بخش تفسیر
مل سکتی ہے، جو دلوں کو گلوں تک لے گیا تھا،

مسلمانوں کے پہلے دو شہید

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کی فوج کے پہنچنے سے قبل،
اسلامی فوج کی اینٹلی جنس کے دو جوانوں کو دشمن کی حرکات اور اس کے بارے میں کافی
معلومات حاصل کرنے کے لیے روانہ فرمایا، اور یہ دو جوان (سلیط اور سفیانؓ بن عوف
تھے، یہ دونوں جوان، دشمن کے قبضے میں آ گئے، جہاں استکشافی کاروائیاں کرتے
ہوئے ان کی مڈبھیڑ، احزاب کی افواج کے ایک بڑے مسلح گشتی (RECCLE)
دستے سے ہو گئی، گشتی دستے کے جوانوں نے ان دونوں کو گھیر لیا، پھر انہیں گرفتار
کر لیا، پھر انہیں احزاب کی کمان کے سپرد کر دیا، اور اس کمان نے صرف اس علم
پر کہ یہ دونوں شخص، مدنی پڑاؤ کے جاسوس ہیں، انہیں فوراً قتل کرنے کا حکم دیدیا
اور مسلمانوں نے ان دونوں شہیدوں کے جسموں کو مدینہ لے آنے کی قوت پائی، اور
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا، اور یہ دونوں
پہلے شہید تھے، جو معرکہ احزاب میں قتل ہوئے،

احزاب کی فوج کہاں ہے؟

احزاب کی افواج کے مدینہ پہنچ جانے کے بعد، مکی فوج نے رومہ کے مجمع الاسیال
میں پڑاؤ کر لیا، جو الجرف اور زغابہ کے درمیان ہے اور غطفان نے اپنی فوجوں کے
مانند ذنب نقمی ہیں، جبلِ اُحد کی غربی جانب پڑاؤ کیا، اور احزاب کی جتھہ بندی

کرنے والا، عظیم یہودی لیڈر حیی بن اخطب، احزاب کے ساتھ دونوں پڑاؤں کے درمیان موجود تھا، اور وہ فریقین (غطفان اور قریش) کے لیڈروں کے ساتھ منصوبے بناتے ہوئے اور مشورے دیتے ہوئے مسلسل رابطہ کیے ہوتے تھا،

مدینہ پر قبضہ کرنے کیلئے احزاب کا منصوبہ

قائدینِ احزاب نے (قائدینِ یہود کے مشورہ سے) مدینہ پر قبضہ کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا، اس کا تقاضا تھا کہ احزاب کی افواج کی مدینہ پر چڑھائی شمالی جانب سے قوس کی ہیئت پر ہو، جو شمال مغرب سے شمال مغرب تک ممتد ہو اور یہ قوس سریع اور تباہ کن حملہ میں ــ اسلامی فوج پر جو مدینہ کے شمالی راستوں پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے چھا جاتے ــ اور صفر کی گھڑی میں ــ (جیسا کہ زعمائے یہود اور قائدینِ احزاب کے درمیان طے پا چکا تھا) یہود بنی قریظہ (جو مسلمانوں کے حلیف تھے) کے نوسو جانباز، جو مدینہ کی جنوبی جانب اور اسلامی فوج کی پشت کے پیچھے تھے، مارچ کر دیں، اور جنگ کے وقت ــ پیچھے سے اسلام کی چھوٹی سی فوج کو صحیح قاتلانہ ضرب لگائیں، اور اس سے (احزاب کی کمان کے تصور کے مطابق) سہولت کے ساتھ مسلمانوں کی بیخ کنی کی تکمیل ہو جائے گی،

مسلمانوں اور یہود کے درمیان معاہدہ

اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مسلمانوں اور یہود بنی قریظہ کے درمیان ــ احزاب کی افواج پہنچنے تک ــ فوجی معاہدہ اور مشترک دفاع کا معاہدہ قائم تھا، مگر خیبر کے زعیم اور سردار حیی بن اخطب نے بنی قریظہ کے یہود کو اس عہد کے توڑنے اور صفر کی گھڑی میں پیچھے سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے پر رضامند کر لیا، جیسا کہ ابھی اس کی

تفصیل بیان ہوگی، انشاء اللہ

خندق نے احزاب کے منصوبے کو فیل کردیا

احزاب کا منصوبہ، دقیق، خوفناک اور مضبوط تھا، اور اگر اللہ تعالیٰ خندق کی کھدائی کے متعلق مسلمانوں کی راہنمائی نہ کرتا تو ممکن تھا (اگر یہ منصوبہ کامیاب ہوجاتا) کہ جنگ اپنے مقاصد کو پورا کرلیتی اور احزاب کی کمان (سہولت سے) مسلمانوں کے تباہ کرنے اور ان کی بیخ کنی کرنے سے اس منصوبے کے پھل چن لیتی۔

اور اگر یہ خندق نہ ہوتی تو گیارہ ہزار جانبازوں کے لیے، جو نو سو جانبازوں کو ہر جانب سے گھیرے ہوئے تھے، فیصلہ کن معرکہ میں، ان نو سو جانبازوں کو جھڑپ کے وقت ختم کرنا آسان تھا، اور خصوصاً اس وقت جب یہ نو سو جانباز ان لوگوں کے درمیان تھے، جو ان کے متعلق گردشوں کے منتظر تھے، اور منافقین ان کی صفوں کے درمیان شکست کی روح پھیلا رہے تھے، جیسا کہ مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوا۔ لیکن مسلمانوں نے خندق کی کھدائی سے احزاب کے طے شدہ جنگی منصوبہ کو (جیسا کہ وہ چاہتے تھے اور جیسا کہ معرکہ کے لیے پہلے منصوبہ بنایا گیا تھا) بنیاد سے اڑا دیا اور اس کے اثر کو بیکار کردیا، جبکہ یہ خندق فیصلہ کن معرکہ میں احزاب کی افواج کے درمیان اور اسلامی فوج کے ساتھ جنگ کرنے کے درمیان حائل ہوگئی۔

احزاب کے قائدین اس عظیم تدبیر (خندق) کے سامنے حیران ہوکر کھڑے ہوگئے، یہ تدبیر نہ عرب اختیار کیا کرتے تھے اور نہ وہ اپنی طویل تاریخ میں اس کے متعلق کچھ جانتے تھے۔

احزاب کی افواج کی سرگرمیوں کا سرد ہونا

اس خندق کے وجود نے ان ہزاروں لوگوں کی سرگرمیوں کو سرد کردیا، جو ان احزاب

کی افواج میں جمع تھے، جو (جیسا کہ ہم ابھی مفصل بیان کریں گے) مسلمانوں کے ساتھ خندق کے کنارے پر صرف خفیہ خودکشانہ حرکات سے ہی جنگ کر سکے اور ان حرکات پر اقدام کا نتیجہ یا قتل تھا یا فرار، جیسا کہ عمرو بن وُد کے ان سواروں کے ساتھ ہوا، جو اپنے گھوڑوں سمیت خندق میں گھس آتے تھے، جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی انشاءاللہ،

قائدین احزاب اور ان کے ساتھ اس فتنہ کا سرخیل اور اس جنگ کی آندھیوں کو اٹھانے والا (حیی بن اخطب) بھی گیا، یہ لوگ مدینہ پر عام حملہ کرنے کے مقامات کی تلاش و انتخاب میں خود گئے تاکہ اس انتخاب کی اساس پر حملے کے وقت فوجوں کو تقسیم کر دیں۔

وہ تدبیر جو عرب نہیں کیا کرتے تھے

لیکن انہوں نے اپنے آپ کو اچانک ایک فوجی اور نئی حربی تدبیر کے آگے پایا جس سے وہ حیران رہ گئے اور غش کھا گئے، انہوں نے خندق کے سامنے اپنے آپ کو یوں پایا گویا وہ اژدھا ہے جو مدینہ کو اس کی تمام نواح سمیت لپیٹ لے گا،[1]
پس یہ قائدین شرمندہ ہو گئے اور اپنے گھوڑوں کے ساتھ (حیرت اور غصے میں) خندق کے گرد چکر لگانے لگے، تاکہ اس سے آگاہی حاصل کر سکیں، مگر انہوں نے اسے مضبوط ترین دفاعی لائن پایا، جسے مسلمانوں نے ان کے مقابلہ میں قائم کیا تھا،
پس وہ اس عظیم حربی تدبیر کے بارے میں ششدر رہ گئے جو ان کے منصوبے کو سرے سے الٹ دینے کا سبب بن گئی، اور ان کی وہ وسیع حرکات بھی شل ہو کر رہ گئیں جن کے قیام کا وہ ارادہ کیئے ہوتے تھے، اور جو مدینہ پر چھا جانے اور اس میں مسلمانوں کو تباہ کر دینے کے لیے ان کی امیدوں کا دار و مدار تھیں۔

---

[1] اس کتاب میں معرکہ کے عام نقشے میں خندق کے مقام کو دیکھیئے،

احزاب کے قائدین کو خندق کے تمام نواح میں گھومنے کے بعد یقین ہو گیا کہ اس میں گھسنا مشکل ہے اور وہ اس کے کناروں پر کھڑے ہو کر کہنے لگے (اور وہ غصے سے بھرپور تھے) یہ وہ تدبیر ہے جو عرب نہیں کیا کرتے تھے..... اور عملاً خندق کی کاروائی ایک نئی حربی کاروائی تھی، جس سے عرب اپنی طویل تاریخ میں واقف نہ تھے، حالانکہ وہ جب سے مشہور ہوئے ہیں ایک جنگجو قوم ہیں،

لیکن مشرکین نے باوجودیکہ خندق نے ان کی افواج کی حرکت کو شل کر دیا تھا اور وہ اس کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے تھے، ٹھہرنے اور مدینہ کا سخت محاصرہ کرنے اور مسلمانوں کو تکلیف میں ڈالنے کے لیے باری باری رات اور دن میں ان سے مسلسل جنگ کرنے اور مدینہ میں داخل ہونے کے لیے موافق موقع کے انتظار کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا، خصوصاً وہ یہود سے مسلمانوں کو پیچھے سے ضرب لگانے کی توقع رکھتے تھے۔

اور مسلمان اس خندق کے پیچھے قلعہ بند ہونے کے باوجود، جو بہترین اور محفوظ تر دفاعی لائن تھی جسے انہوں نے احزاب کی جرار اور جانباز افواج کے سامنے قائم کیا تھا محتاط اور خائف رہے۔ کیونکہ وہ بنی قریظہ کے یہود کی خیانت سے ڈرتے تھے جن کے قلعے ان کی لائنوں کے پیچھے تھے، اسی طرح وہ ان منافقین کے تاخیری اور افواہی حملوں سے بھی ڈرتے تھے، جو ان کے درمیان موجود تھے، اور وہ ان حملوں کے ذریعے ان کمزور ایمان لوگوں میں، جو فوج کے اندر موجود تھے، شکست کی روح پھیلاتے تھے،

یہود کی خیانت سے مسلمانوں کا خوف

مدنی فوج کے قائدین (داخلی طور پر) سب سے زیادہ جس بات سے خائف تھے، وہ حالات کی نزاکت کے موقع پر، بنی قریظہ کے یہود کی خیانت تھی، اس لیے کہ اس کا مقصد سارے اسلامی وجود کو شدید تر خطرے کے سامنے پیش کرنا تھا، کیونکہ بنی قریظہ کے یہود کا

ضمام، جن کی فوج ساری اسلامی فوج کے برابر تھی، مسلمانوں کو دو آگوں کے درمیان
ال دیتا تھا، یہود ان لائنوں کے پیچھے تھے اور احزاب ـــ دس ہزار فوج کے ساتھ
ـــ ان کے آگے تھے۔

اور بنی قریظہ کا معرکہ میں مسلمانوں کے خلاف شامل ہونا اور پیچھے سے انہیں ضرب
گانا، احزاب کی افواج کے لیے، خندق کی اہمیت کو نسبتہً کم کر دیتا ہے اس لیے
خندق مدینہ کے دفاع کی نسبت سے اہمیت رکھتی تھی، جبکہ وہاں مسلمانوں کی کافی
ج کسی بھی فوج کو، جو گھوڑوں کے ساتھ پھلانگنے کے طریق سے یا ملبہ کے طریق
ے اس میں گھسنے کے لیے جانبازی کی کوشش کرے، ضرب لگانے کے لیے اس
ے گرد رات دن چکر لگاتی رہے۔

پس بنی قریظہ نے پیچھے سے مسلمانوں کو ضرب لگائی اور وہ (یعنی بنی قریظہ)
ولی قوت نہ تھے، وہ مسلمانوں کو مجبور کر سکتے تھے، یا وہ ان کی اس فوج کا بڑا حصہ
ے، جو خندق کے کناروں پہ احزاب کے سامنے پڑاؤ کیے ہوئے تھی، اور وہ انہیں
دق کے ارد گرد پیچھے سے آنے والے یہودی حملے کے مقابلے کے لیے اپنے مراکز
ڑنے پر مجبور کر سکتے تھے۔

اور بلا شبہ یہ بات احزاب کی افواج کے لیے بڑی تعداد میں مسلمانوں کی جانب
ق پار کرنے کو آسان کر دیتی تھی، خواہ وہ گھوڑوں کے ساتھ پھلانگنے کے طریق سے
کسی مقامات سے خندق کو ملبہ سے پُر کرنے کے طریق سے ہو، احزاب کے جوان
مانوں کی کسی قابلِ ذکر مقاومت کے بغیر اسے ملبہ سے پُر کرنے کی طاقت رکھتے
کیونکہ یہودی حملہ کے بعد ان کے جوانوں نے نہایت کم ہو جانا تھا، جس نے خندق
گرانی اور اس کی مؤثر حفاظت کو ایک مشکل امر بنا دینا تھا، خصوصاً اس لیے کہ
ق کا طول تقریباً دو ہزار میٹر تھا اور مدنی کمان نے تقریباً اپنی ساری فوج کو اس

کی نگرانی اور اس کے کناروں کی حفاظت کے لیے بھرتی کیا تھا،

اور مسلمان جس بات کے رونما ہونے کی توقع رکھتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے، وہ رونما ہو کر رہی، خواہ وہ یہود کے نقض عہد اور احزاب کی افواج کے ساتھ ان کے انضمام سے ہوئی ہو، اور خواہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد سے منافقین کے منتشر ہو جانے اور شدت کے وقت ان کے فوج کے چوری چھپے کھسک جانے اور افواہی اور تاخیری کاروائیاں کرنے اور مسلمان سپاہیوں کے درمیان شکست کی روح کو پھیلانے سے ہوئی ہو

یہود نے کیسے عہد شکنی کی؟

اسلامی فوج کی انٹیلی جنس بنی قریظہ کے علاقوں کی زبردست نگرانی کر رہی تھی۔ اور ان کی حرکات وسکنات کی ٹوہ لگا رہی تھی، تاکہ اسے جو نئی خبر ملے وہ اسے سب سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے تاکہ مسلمان غفلت میں نہ پکڑے جائیں۔

جیوش احزاب کے پہنچنے کے وقت، اسلامی کمان مدینہ میں نہایت تنگ حالت اور اس کا موقف دور دراز حد تک کمزور ہو چکا تھا، اور مدنی فوج کے قائدین اس یقین پر قائم تھے کہ بنی نضیر کا شیطان (حیی بن اخطب) بنی قریظہ کو نقض عہد پر اکسانے اور جیوش احزاب کے ساتھ انضمام کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے ان سے رابطہ کرے گا،

اور اصحاب مغازی وسیر نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بنی قریظہ کے یہود کا زعیم (کعب بن اسد) اس عہد کے توڑنے کی طرف (مطلقاً) راغب نہ تھا، جو اس کے اور مسلمانوں کے درمیان تھا، اور نہ اسے ان سے خیانت کرنے کی کوئی رغبت تھی، اُسے

ان تنگ حالات میں، جن میں مسلمانوں کی حالت انتہائی نازک اور کمزور درجے تک پہنچ گئی تھی، ــــ عہد شکنی کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرنے پر مرتب ہونے والے خوفناک نتائج کا یہود کے بارے میں خوف تھا، اس لیے کہ یہود کو، احزاب کے مسلمانوں پر متغلب ہونے کا یقین نہ تھا،

خیبر کا شیطان بنی قریظہ کے قلعوں میں

لیکن خیبر کا شیطان اور اسلام اور مسلمانوں کا دشمن نمبر ایک ــــ حیی بن اخطب ــ جس نے قریش اور غطفان کے قائدین سے ــ جب اس نے ان کی جتھہ بندی کی، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے پر ان کی حوصلہ افزائی کی ــ وعدہ کیا تھا، وہ بنی قریظہ کے پاس انہیں جیوشِ احزاب کی موجودگی کے موقع سے فائدہ اُٹھانے کی دعوت دینے گیا، اور اس نے انہیں مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرنے اور ان کی بیخ کنی کے لیے احزاب کے ساتھ شمولیت کرنا، خوبصورت کر دکھایا، اور یہ بیخ کنی ایسی تھی، جس کی کارروائی کی کامیابی میں خیبر کا کینہ پرور یہودی سردار ایک لحظہ بھی شک نہ کرتا تھا۔

اور بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اس اہم کوشش کا طویل مقابلہ کیا، اور اس نے حیی بن اخطب کو اس نظریئے کی قباحت بتائی جس سے وہ مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی دعوت دے رہا تھا، اور اس نے اسے وہ مُضر عواقب بھی یاد دلاتے، جو اس خیانت کے نتیجہ میں جس کے سرانجام دینے پر، حیی بن اخطب، اصرار کر رہا تھا بنی قریظہ کی قوم کو عنقریب پیش آنے والے تھے،

+

عہد شکنی کے بارے میں قریظہ کے سردار کی رکاوٹ

حتی کہ اس کعب نے جب اسے علم ہوا کہ حیی بن اخطب اس کی ملاقات کو بنی قریظہ کی طرف آرہا ہے اس نے اس کے سامنے قلعے کے دروازے کو بند کرنے کا حکم دیا اور شروع میں اس کی ملاقات سے انکار کر دیا اور اس سے کہا کہ وہ بنی قریظہ کے دیار کو چھوڑ دے اور جہاں سے آیا ہے واپس چلا جائے، کیونکہ اسے علم تھا کہ اس کی آمد، بنی قریظہ کو عہد شکنی کرنے پر اور مسلمانوں سے خیانت کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے ہے، اور اس کعب کو اس شدید عداوت کا بھی علم تھا، جو حیی بن اخطب خاص طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتا تھا۔

لیکن یہ شریر یہودی (حیی بن اخطب) باوجودیکہ اس کے سامنے دروازہ بند کر دیا گیا اور اسے دیار بنی قریظہ کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا (مکر و خباثت کے ساتھ) بنی قریظہ کے سردار کے قلعے کے دروازے سے چپکا رہا اور اس سے اصرار کے ساتھ مطالبہ کرتا رہا کہ وہ اس کے لیے قلعے کا دروازہ کھول دے تاکہ وہ اس سے گفتگو کرے، حتیٰ کہ اس نے اپنی سخت کلامی سے شرمندہ ہو کر اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔

دو یہودی سرداروں کے درمیان مناقشہ

بنی نضیر کے سردار اور بنی قریظہ کے سردار کے درمیان اس اہم موضوع پر مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی، جب حیی بن اخطب دروازے پر کھڑا ہوا تو اس نے کعب بن اسد کو آواز دی اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کے لیے دروازہ کھول دے اور (اس نے رک کر) کہا:

اے کعب تو ہلاک ہو جائے ..... میرے لیے دروازہ کھول دے۔

کعب نے اسے کہا . . . . اے حیی تو ہلاک ہو جائے تو ایک منحوس آدمی ہے، اور میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معاہدہ کیا ہے، اور میرے اور آپؐ کے درمیان جو معاہدہ ہے میں اسے توڑنے کا نہیں اور میں نے آپؐ سے صرف صدق و وفا ہی دیکھی ہے۔

حیی نے کہا . . . . تو ہلاک ہو جائے میرے لیے دروازہ کھول دے میں تجھ سے گفتگو کروں گا۔

اس نے کہا . . . . میں دروازہ نہیں کھولوں گا،

اس بات نے حیی کو غصہ دلا دیا اور وہ کعب سے کہنے لگا . . . . خدا کی قسم تو نے اپنی موٹی پساؤئی والی گندم کے خوف سے میرے آگے دروازہ بند کر دیا ہے کہ میں تیرے ساتھ اس سے کھاؤں گا، پس کعب نے (اس تکلیف دہ گفتگو کے بعد) زچ ہو کر اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔

تو حیی نے اس سے کہا . . . . اے کعب تو ہلاک ہو جائے، میں تیرے پاس زمانے کی عزت لایا ہوں، میں تیرے پاس قریش کو لایا ہوں، حتیٰ کہ میں نے انہیں مجمع الاسیال میں اتار دیا ہے اور غطفان کو لایا ہوں اور میں نے انہیں اُحد کے پہلو میں اتار دیا ہے، انہوں نے مجھ سے عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے ساتھیوں کی بیخ کنی کیے بغیر نہیں ٹلیں گے۔

کعب نے اسے کہا . . . . خدا کی قسم تو میرے پاس زمانے کی ذلت لایا ہے اور ہر قابل خوف چیز لایا ہے، میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں صرف صدق و وفا دیکھی ہے، اے حیی! تو میرے پاس بے بادل بارش بادل لایا ہے جس کا پانی گر چکا ہے اور وہ گرجتا اور چمکتا ہے اور اس میں کوئی چیز نہیں ہے، اس سے کعب کی مراد یہ تھی، کہ احزاب کی اپنی کثرت اور عظمت کے باوجود اس عظیم بادل کی طرح ہیں، جس کی کڑک کانوں کو بند کر دیتی ہے اور اس کی چمک آنکھوں کو اچک لیتی ہے اور اس میں

پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوتا،

پھر بعد ازاں کعب نے اسے کہا ـــ اسے حیی تو ہلاک ہو جاتے، مجھے اور جس بات پہ میں قائم ہوں، اس پہ چھوڑ دے، میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے صرف صدق و وفا ہی دیکھی ہے ـــ

اور حیب حیی بن اخطب نے اپنی بات پہ اصرار کیا اور اپنے فریب کارانہ طریق پر چل کر لوگوں کے دلوں پہ اثر انداز ہونے لگا، تو بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے ایک میٹنگ بلائی جس میں بنی قریظہ کے تمام زعماء اور قائدین اس معاملے میں مشورہ کے لیے، اور بنی نضیر کے سردار نے انہیں جیوش احزاب کے ساتھ انضمام کرنے اور بنی قریظہ اور مسلمانوں کے درمیان جو عہد ہے اس کے توڑنے کی جو پیشکش کی تھی، اس پہ بحث کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔

یہود کے اس زعیم کا عہد شکنی سے انتباہ کرنا

اس مجلس میں ان کے ایک دانشمند قائد عمرو بن سُعدی نے گفتگو کی اور بنی قریظہ کو نصیحت کی اور عہد شکنی کے انجام سے انہیں انتباہ کیا اور انہیں ان کے معاملے میں ہمیشہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدق و وفا اختیار کرنے کی یاد دہانی کرائی، اور یہ کہ وہ آپ کی جانب ہو کر جنگ کرنے کے پابند ہیں، پس ان کے لیے اس کی بجائے) آپ کے مقابلے میں ہتھیار سونتنا، اور آپ کے خلاف آپ کے دشمن کی مدد کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ پھر اس نے ان سے عہد پہ ثابت قدم رہنے کی اپیل کی اور یہ کہ وہ حیی بن اخطب کی باتوں پر کان نہ دھریں، بلکہ اس نے ان سے اپیل کی کہ وہ مسلمانوں کی جانب سے ہتھیار اٹھائیں، جیسا کہ باہم معاہدہ ان پہ یہ بات فرض کرتا ہے اور عمرو بن سُعدی نے اس مجلس میں اپنی قوم سے اپیل کی کہ جب وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی مدد نہیں کرتے، تو کم از کم غیر جانبدار ہی رہیں،

اس نے کہا ــــ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہیں کرتے تو اسے اور اس کے دشمن کو چھوڑ دو ــــ

لیکن حیی بن اخطب کے وساوس اور اثرات ہر معارضہ سے قوی تر تھے اور وہ ــــ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ــــ مسلسل بنی قریظہ کے زعماء کو فریب کرتا رہا اور کعب کو فریب دینے کے لیے چکر لگاتا رہا، حتیٰ کہ انہوں نے اس کے مطالبہ کو قبول کر لیا، اور مسلمانوں سے عہد شکنی کرنے اور جیوش احزاب کے ساتھ انضمام کرنے پر اتفاق کر لیا۔

اور اس سے پہلے انہوں نے بنی نضیر کے سردار حیی بن اخطب سے عہد و میثاق لیا کہ وہ ان کے قلعوں میں ان کے ساتھ رہے گا تاکہ جب قریش اور غطفان اسلامی جیوش کا خاتمہ کیے بغیر واپس جائیں تو جو تکلیف انہیں پہنچے اسے بھی پہنچے اور اس تحقیق میں قریظہ کے حیی بن اخطب سے عہد لینے کے بیان کے زعیم کعب بن اسد نے اپنی عہد شکنی کا اعلان کر دیا اور جو کچھ اس کے اور حضرت نبی کریم کے درمیان تھا، اس سے علاحدگی حاصل کر لی۔

مسلمانوں کے ساتھ قریظہ کی عہد شکنی کا اعلان

پھر کعب نے بنی قریظہ کے زعماء کو بلایا، جن میں زبیر بن باطا، عزال بن میمون، شاس بن قیس، عقبہ بن زید، اور عمرو بن سعدی شامل تھے، اور اس نے وہ دستاویز پیش کی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور بنی قریظہ کے یہود کے درمیان طے شدہ معاہدہ کی عبارت کو متضمن تھی، اور اس نے ان سے نقض عہد کرنے، اور احزاب کے ساتھ انضمام کرنے کا اعلان کرنے کے لیے اس کے پھاڑنے پر اتفاق کرتے

کی اپیل کی۔

اور قرظی زعیم (عمرو بن سعدی) کے سوا سب نے اس سے اتفاق کر لیا، اس نے اس بات سے انکار کیا اور عہد شکنی کے جرم میں مشارکت کرنے سے انکار کا اعلان کیا، اس نے کہا،

خدا کی قسم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کبھی عہد شکنی نہیں کروں گا۔

اور وہ اپنے عہد پر قائم رہا اور اس کے اس شریفانہ موقف میں ان تین یہودیوں نے اس کی مدد کی، اور وہ یہ تھے؛

سعید کے بیٹے ثعلبہ اور اسید اور اسد بن عبید

اور جب بنی قریظہ کے یہود کو ان کی بُری تقدیر نے گھیر لیا اور مدینہ سے احزاب کے واپس چلے جانے کے بعد مسلمانوں نے ان کو قتل کیا تو عمرو بن سعدی یہودی کا یہ موقف اس کی نجات کا سبب بن گیا اور دوسرے تین اشخاص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے، اور انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا، جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہو گی، ان شاء اللہ،

معاہدہ کی دستاویز کو پھاڑنا

کعب بن اسد کا اوچھا پن اس کی عقل و دانش پہ غالب آگیا اور اس نے زعمائے قریظہ کے ساتھ مسلمانوں سے عہد شکنی کرنے پہ اصرار کیا، پس انہوں نے اس دستاویز کو لے کر پھاڑ دیا، جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ کی عبارت کو متضمن تھی، اس طرح وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے والے اور احزاب کی افواج کا ایک جزء بن گئے،

چونکہ بنی قریظہ کے دیار، اسلامی انٹیلی جنس کے جوانوں کی نگرانی میں تھے، ان

جوانوں کو اس اہم واقعہ کا علم ہوگیا، جو غدار قریظہ نے کیا تھا، پس انہوں نے سالار رسولؐ تک خبر پہنچانے میں سرعت سے کام لیا، وہ آپؐ کے پاس آتے، آپ خندق کے پیچھے اپنے پڑاؤ میں تھے، انہوں نے (خفیہ طور پر) یہ اہم خبر آپ تک پہنچائی آپ کو یہ بات بہت گراں گزری، مگر آپؐ نے خبر کو پوشیدہ رکھا اور حکم دیا کہ اس میں سے کوئی بات مشہور نہ ہو۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفد بنی قریظہ کے پاس

پھر آپ نے بنی قریظہ کے حلیف اور اوس کے سردار (حضرت سعد بن معاذ) کو بلایا آپ نوجوان تھے اور ابھی چالیس سال کی عمر کو نہیں پہنچے تھے، اسی طرح آپ نے خزرج کے سردار (حضرت سعد بن عبادہ) کو بلایا، یہ دونوں انصار کے سردار تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت اسید بن حضیر کو بھی بلایا، یہ سب انصار میں سے تھے اور ان کے حاضر ہونے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنی قریظہ کے پاس جانے کی تکلیف دی اور انہیں حکم دیا کہ وہ قانونی طور پر ان یہود کے زعمار سے رابطہ کریں اور ان کی عہد شکنی کی جو خبر ان کے پاس پہنچی ہے اس کے متعلق ان سے دریافت کریں۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کے جوانوں کو حکم دیا کہ جب یہ خبر درست ثابت ہو کہ بنی قریظہ کے یہود نے عہد شکنی کی ہے اور اعلان جنگ کر دیا ہے تو وہ اسے فوج سے پوشیدہ رکھیں تاکہ یہ اہم ...... خبر اسلامی فوج کے حوصلے پر اثر انداز نہ ہو، جو خندق کے کناروں پر رات دن احزاب کے مقابلے کی وجہ سے تکلیف اور تنگی کی حالت میں ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آپؐ نے فرمایا — جاؤ اور دیکھو کہ ان لوگوں کے متعلق جو خبر ہمیں ملی ہے وہ سچی ہے یا نہیں، اگر سچی ہو تو مجھے اشارے کنائے میں بتا دینا

میں دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر اسے سمجھ جاؤں گا، اور لوگوں کی قوت کو کمزور نہ کرنا، اور اگر وہ اس عہد کے پورا کرنے پر قائم ہوں، جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے تو اسے لوگوں کو بلند آواز سے بتا دینا، پس نبوی وفد، حقیقت معلوم کرنے اور یہود سے گفتگو کرنے اور جب وہ عہد شکنی کر چکے ہوں تو ان کو دوبارہ راہِ صواب کی طرف واپس لانے کے لیے بنی قریظہ کی فرودگاہوں کی طرف گیا۔

وفد نبوی اور بنی قریظہ کے درمیان مقابلہ

جب نبوی وفد پہنچا تو بنی قریظہ کے زعماء نے اس کا استقبال کیا اور وہ ان کے ساتھ ان کے قلعے میں داخل ہوا اور وہاں انہوں نے مذاکرات کا آغاز کیا، اسلامی وفد نے ان مذاکرات کا آغاز بنی قریظہ کو اس معاہدہ کی توثیق کی دعوت دینے سے کیا، جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان تھا، یا کم از کم وہ مصالحت کے ساتھ غیر جانبداری پر قائم رہیں، لیکن یہود صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور معاہدے کے متعلق بات سنتے ہی (بد تہذیبی اور بے شرمی سے) کہنے لگے، — یہ اللہ کا رسول کون ہے؟— پھر بعد ازاں وفد نبوی سے کہنے لگے — ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، اور وفد سے کہنے لگے (اور یہودگی ان پر چھائی ہوئی تھی) جس کا مفہوم یہ تھا — اب تم ہم سے اس معاہدے کی وفا کا مطالبہ کرنے آتے ہو، جو ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ہے، اس نے ہمارا بازو توڑا ہے اور ہمارے بھائیوں بنی نضیر کو نکالا ہے؟ چلے جاؤ، ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے —

اس موقع پر خزرج کے سردار، حضرت سعد بن عبادہ غصے میں آ گئے (اور آپ کی طبیعت میں تیزی تھی) اور یہود کو گالیاں دینے لگے، پس انہوں نے آپ کو گالیاں

دیں اور آپ کو بہت غصے کر دیا، مگر اوس کے نوجوان سردار اور ان یہود کے حلیف (حضرت سعد بن معاذ) نے اس معاملے میں دخل اندازی کی اور حضرت سعد بن عبادہ سے کہا کہ وہ اپنے اعصاب پر کنٹرول کریں ـــ آپ نے کہا ـــ

ان کو گالیاں دینا چھوڑ دو، ہمارے اور ان کے درمیان جو بات ہے وہ گالی گلوچ سے بڑھی ہوئی ہے۔

حضرت سعد بن معاذ کا اپنے حلیف یہودیوں کو نصیحت کرنا

پھر حضرت سعد بن معاذ (آخری کوشش میں) انہیں ان کی گمراہی سے باز آنے کی نصیحت کرتے ہوئے اور ان خوفناک عواقب سے، جو نقض عہد پر ان کے اصرار سے عنقریب مرتب ہوں گے، انتباہ کرتے ہوئے، اپنے حلفاء کے پاس گئے، حضرت سعد بن معاذ نے بنی قریظہ کے یہود سے کہا ـــ اے بنی قریظہ! جو عہد ہمارے اور تمہارے درمیان ہے اس کا تمہیں علم ہی ہے اور میں تمہارے بارے میں بنی نضیر کے دن کی شل یا اس سے بھی زیادہ سخت دن سے ڈرتا ہوں،

ان یہود نے اپنے خیرخواہ حلیف کو جو جواب دیا وہ ان کی طبیعت کی کمینگی اور حماقت کی سطح کے مطابق تھا ـــ انہوں نے حضرت سعد کی نصیحت کا مذاق اڑاتے ہوئے، آپ سے کہا ـــ تو اپنے باپ کا ..... کھا گیا ہے۔

حضرت سعد نے انہیں کہا (آپ بڑے بردبار تھے) اے بنی قریظہ اس کے علاوہ بھی کوئی بات اچھی لگے تو کہہ لو۔

پس بنو قریظہ اپنی گمراہی میں بڑھتے گئے، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے لگے، اس موقع پر حضرت سعد بن معاذ اپنے حلفاء کے راہ راست پر واپس آنے سے مایوس ہو گئے، اور اسلامی وفد، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، یہود کی خیانت

اور ان کی عہد شکنی کا یقین حاصل کر کے واپس آ گیا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور وفد کے درمیان خفیہ الفاظ

وفد نے خندق کے پیچھے پڑاؤ میں پہنچنے پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا اور آپ کو (خفیہ الفاظ کے ذریعے) مؤقف کی حقیقت سے اطلاع دی، نیز یہ کہ بنی قریظہ کے یہود نے (عملاً) فریب کاری اور عہد شکنی کی ہے اور جن الفاظ کے ذریعے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (بغیر اس کے کہ پڑاؤ میں سے کسی شخص کو اس کا علم ہو) یہ پریشان کن خبر پہنچائی گئی وہ ـــ عضل اور القارہ ـــ تھے اور رئیس وفد کے صرف یہ الفاظ کہنے سے ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت حال کو معلوم کر لیا۔ کہ یہود نے فریب کاری اور عہد شکنی کی ہے،

عضل اور القارہ، ہذیل کے دو قبیلے ہیں، جنہوں نے قبل ازیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے حجاز کے علاقے میں ذات الرجیع میں عہد شکنی کی تھی، جبکہ وہ ان قبائل کو اصول دین اسلام کی تعلیم دینے کے لیے اپنے راستے میں تھے، جیسا کہ ہم اسے اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

یہود کی عہد شکنی کے بعد کا مؤقف

احزاب کی فوجی سرگرمیاں ـــ قریظہ کے اس عہد توڑنے سے قبل جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان تھا ـــ ایک حد تک کمزور تھیں، اور سواروں کے معلوماتی اور پریشان کن اور خوفزدہ کرنے والے چکروں کے سوا، وہاں اور کوئی قابل ذکر فوجی کاروائی نہ تھی اس لیے کہ مشرکین بہت بڑی تعداد کے ساتھ جو انہیں مدنی فوج کے

ساتھ فیصلہ کن معرکے میں جنگ کی قدرت دے، خندق عبور کرنے کی امید کھو بیٹھے تھے، اس لیے کہ یہ ساری کی ساری فوج گشتی کارروائیاں کر رہی تھی، اور خندق کے کناروں کی حفاظت کر رہی تھی۔

لیکن جونہی احزاب کو (سرکاری طور پر) یہود بنی قریظہ کے اپنے ساتھ منضم ہونے کی خبر ملی، تو ان کی فوجی سرگرمیاں بڑھ گئیں اور وہ خندق کے گرد اپنے حملوں اور فائدہ بخش چڑھائیوں کو بڑھانے لگے اور انہیں خندق کے پیچھے مسلمانوں کی جگہوں میں بہت بڑی تعداد میں سہولت کے ساتھ گھسنے کی دوبارہ امید پیدا ہو گئی اس لیے کہ بنی قریظہ کا ان کے ساتھ انضمام کرنا، عنقریب اسلامی فوج کی اکثریت کو ان مقامات کے چھوڑنے پہ مجبور کر دے گا، جن میں وہ خندق کے کناروں کی حفاظت کے لیے، پڑاؤ کیے ہوئے تھے، اور جب یہودی فوجیں ــــ جن کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان خندق وغیرہ کی کوئی روک نہیں ہے ــــ پیچھے سے مسلمانوں کے پڑاؤ پہ حملہ کریں گی جیسا کہ قریش، غطفان اور یہود کے درمیان طے ہوا تھا، تو یہ حملہ مسلم افواج کی بہت بڑی تعداد کو مشغول کر دے گا۔

مسلمانوں کی حالت کا گرنا

احزاب کی افواج کے پہنچنے پہ ــــ اور یہود کی عہد شکنی سے قبل ــــ اسلامی افواج کا موقف (بلاشبہ) نازک موقف تھا، اس لیے کہ خواہ پہلی دفاعی لائن (خندق) کو کس قدر بھی مضبوط کہا جاتے، اور مسلمان خواہ کس شجاعت و ثبات اور دلیری سے ممتاز ہوں، پھر بھی ان نو سو مسلمان جانبازوں کا وجود، دس ہزار جانبازوں کے آگے جو سب کے سب مسلمانوں سے عصبہ و بغض رکھتے تھے اور ان کے نگلنے کو یوں تیار تھے جیسے موجزن سمندر، جو نہایت چھوٹے سے جزیرے کو گھیرے ہوئے ہو اسے نگلنے کو

کو تیار ہوتا ہے ـــ اور یہ ایک اہم اَمر تھا، اس لحاظ سے کہ اس نے مسلمانوں کی چھوٹی سی فوج کے مرکز کو اس نازک مقام میں ڈال دیا، جس نے اس فوج کی ذمہ داری کمان کی تیندیں حرام کر دیں اور انجام کے لحاظ سے اسے نازک مرکز میں ڈال دیا۔

علاوہ ازیں احزاب کے پڑاؤ کے ساتھ یہود بنی قریظہ کے انضمام نے، اسلامی پڑاؤ کے اندر پوزیشن کو الجھا دیا۔ اور اس میں حالت بد سے بدتر ہونے لگی، حالت تنگی اور نزاکت کے بلند درجات تک پہنچ گئی، اور سارے اسلامی وجود کا انجام آندھیوں کی زد میں آگیا۔

دِلوں کا حلق تک پہنچنا

قرآن کریم نے اس نزاکت اور گراوٹ کی حالت کو بیان کیا ہے اور مسلمان اس خوفناک آزمائش میں، جس خوف اور گھبراہٹ تک پہنچے تھے اس کی صحیح کیفیت کو بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب میں فرماتا ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ .... وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا (احزاب، ۹، ۱۰)

(ترجمہ) جب وہ تمہارے اوپر نیچے سے تمہارے پاس آگئے، اور جب نگاہیں کج ہو گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے، وہاں مومنین آزمائے گئے اور انہیں شدید جھٹکے دیے گئے۔

پس مسلمانوں کی مصیبت بڑھ گئی اور ابتلا بھی بڑھ گیا اور خوف سخت ہو گیا اور تقریباً سب دلوں میں گھبراہٹ آگئی۔ اور چھوٹی فوج کے افراد کی گھبراہٹ (جیسا کہ قرآن کریم نے ہم سے بیان کیا ہے) جھٹکوں کی حد تک پہنچ گئی، اور یہود کی عہد شکنی کے بعد اسلام کی یہ چھوٹی سی فوج دو آگوں کے درمیان آگئی، احزاب آگے سے . . . اور یہود پیچھے سے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اس عظیم مصیبت سے اس نئی امت کی آزمائش کی جس کے کندھوں پر وہ تاریخ کی مشہور عظیم تر حکومت کو بدلنے والا تھا، اور دنیا کے مشہور، بلند شان عقیدہ کی نشر و اشاعت کی مہم اس کے سپرد کرنے والا تھا اور اس عظیم آزمائش سے، طیب، خبیث سے، اور صادق کاذب سے نمایاں ہو گیا، مومنین تو اپنے ایمان پر قائم رہے اور حالت کی سختی اور موقف کی گراوٹ نے انہیں اپنے دین سے تمسک کرنے اور اپنے نبی کے گرد سمٹ آنے میں بڑھا دیا۔

مدنی فوج کے اندر منافقین کا ظہور

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی اور جو اسلام کے لبادے کے پیچھے چھپے ہوئے تھے، ان اہم انقلابات نے ان کو نمایاں کر دیا اور — اس عظیم آزمائش میں — ان کی حقیقت واضح ہو گئی، کہ وہ کذاب اور فریب کار تھے اور وہ اس بات کا اظہار کرتے تھے، جو ان کے باطن میں نہیں تھی۔

اور اس خبیث نوع کی جماعتیں (ففتھ کالم[1] کی طرح) اسلامی فوج کے اندر تھیں یہ لوگ اسلام کا اظہار کرتے اور — حقیقت میں — یہ اسلام کے خلاف کام کرتے اور مسلمانوں کے زوال کی تمنا کرتے اور یہی منافقین ہیں،

اس خبیث نوع کی حقیقت ظاہر ہو گئی، بلکہ اسلامی فوج کے اندر) احزاب کی

---

[1] الطابور الخامس، عراق میں اس پر الرتل الخامس کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے یہ لوگوں کی وہ جماعت ہے جو (ظاہری طور پر) تمہارے ساتھ ہوں گے اور (خفیہ طور پر) تمہارے دشمن کے ساتھ ہوں گے، سب سے پہلے اسے ہسپانیہ کی خانہ جنگی میں ایک طرف سے وطن پرستوں اور کمیونسٹوں کے درمیان استعمال کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانکو کی فوج غالب آگئی۔

جانب اس کا میلان اور دشمن کے سامنے مسلمانوں کے ڈٹ جانے کے خلاف اس کا افواہیں اُڑانا بھی ظاہر ہوگیا، ان سب باتوں نے مسلمانوں کی مصیبت کو دُگنا کر دیا اور چھوٹی سی مدنی فوج کی آزمائش اپنے حلقوں کو مضبوط کرنے لگی،

اسلامی فوج کے اندر ایک جماعت ظاہر ہوتی جو اس کی تاریخ کی ان فیصلہ کُن گھڑیوں میں اس کی کمان سے دشمنی رکھتی ہے اور اس کے خلاف تمرد اختیار کرتی ہے اور یہ سب خطروں سے جن کا مقابلہ جنگجو افواج کر رہی ہوتی ہیں، اور وہ انہیں تباہی کی دھمکیاں دے رہے ہیں، بڑا خطرہ ہوتا ہے ــــ خواہ وہ افواج بہت بڑی ہی ہوں ــــ پس اس چھوٹی سی فوج کی کیا حالت ہوگی جس کے سپاہیوں کی نسبت اپنے گھیراؤ کرنے والے دشمنوں کے مقابلہ میں ایک اور گیارہ کی ہے۔

اسلامی فوج کے اندر موجود منافقین کی جماعت نے خیال کیا ــــ خصوصاً قریظہ کی عہد شکنی اور احزاب کے ساتھ انضمام کے بعد ــــ کہ اسلامی وجود دو کمانوں کے قریب یا اس سے بھی گرنے کے قریب تر ہوگیا ہے، اس لیے اس منافق جماعت نے جرأت کی اور ــــ اس فوج کی صفوں کے درمیان جس پر آزمائش کے حلقے مضبوط ہوگئے تھے، گھبراہٹ پھیلانے اور مورال کو تباہ کرنے کے لیے ــــ اسلامی پڑاؤ کے اندر ــــ اس کی شان کے متعلق خطرناک باتیں کرنے لگے۔

منافقین کی گفتگو

ان منافقین میں سے ایک نے اسلامی پڑاؤ کے اندر کھڑے ہوکر ــــ ٹھٹھے اور مذاق میں ــــ کہا ــــ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے وعدہ کیا کرتے تھے کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو کھائیں گے اور آج ہم میں سے ایک بھی پاخانہ جانے کے لیے اپنے آپ کو محفوظ نہیں پاتا، اللہ اور اس کے رسول نے جھوٹا وعدہ ہی کیا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جس نے یہ بُری بات کہی وہ معتب بن قشیر، بنی عمرو بن عوف کا بھائی تھا، علاوہ ازیں یہ ایک واضح بات ہے کہ یہ معتب بن قشیر بدریوں میں سے تھا، اور خود ابن اسحاق نے اس کا نام ان میں بیان کیا ہے، اس لیے سیرت کے راوی ابن ہشام نے ابن اسحاق کے قول کو غلط بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ . . . مجھے ایک قابلِ اعتماد اہلِ علم نے بتایا ہے کہ معتب بن قشیر منافقین میں سے نہ تھا اور اس نے اس بات سے حجت پکڑی ہے کہ وہ اہلِ بدر میں سے تھا۔

اور بالعموم منافقین نے یہ بات کہی اور قرآن کریم نے یہ بات کہنے والوں کی طرف اشارہ کیا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ . . . . اِلَّا غُرُوْرًا (احزاب، ۱۲)

(ترجمہ) اور جب منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جھوٹا وعدہ ہی کیا ہے۔

اور یوں اسلامی فوج کے اندر، منافقین کی جماعتوں کا موجود ہونا تیسرا ابتلاء بن جاتا ہے، جس سے مسلمان آزمائے گئے،

مسلمانوں کے خلاف تیسری قوت

یہ منافقین ـــ احزاب اور یہود بنی قریظہ کی قوت کے ساتھ مل کر اسلامی پڑاؤ کے خلاف تیسری قوت تھے، جو ارادۃً اور اصرار سے ـــ خصوصاً یہود کی عہد شکنی کے بعد ـــ مسلمانوں کی صفوں کے اندر تخریبی کاروائیاں کرتے تھے، جن سے معاملہ بگڑ گیا اور اسلامی فوج کی ہائی کمان کی پریشانیاں بڑھ گئیں۔

اور یہ منافقین (خصوصاً یہود کی عہد شکنی اور مسلمانوں کی تنگ حالی کے بعد) تقریباً علانیہ صورت میں مدنی فوج کی صفوں کے اندر گھبراہٹ، کمزوری اور مایوسی کی رُوح

پھوٹنے لگے،

فوج سے منافقین کی واپسی

اور منافقین کی جماعتوں نے صرف اسلام کے متعلق افواہیں اڑانے، مذاق کرنے اور مدنی فوج کی صفوں میں شکست کی روح کے پھیلانے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ وہ اس سے بھی دُور تک چلے گئے، اور انہوں نے اس نازک وقت میں، جس سے سارا اسلامی وجود گذر رہا تھا، احزاب کی امداد کے ارادے سے اور ان کی مہم کو غیر فوری طریق سے سہولت دینے کے لیے، اور یہود بنی قریظہ کے حملوں سے اپنے گھروں کو بچانے کے پردہ میں، فوج سے واپس جانا شروع کر دیا اور وُہ فوج سے واپس جانے کی ترغیب دینے لگے۔

اس حالت میں، جس میں مسلمانوں کا مُوقف انتہائی تنگ ہو گیا تھا، اسلامی فوج میں موجود منافقین میں سے ایک نے آگے بڑھ کر ــــ اپنی قوم کے اشراف کے نام سے ــــ گذارش کی کہ سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس پڑاؤ سے جو خندق کے دروازوں پر احزاب کا سامنا کر رہا ہے، واپس جانے کی اجازت دیں، اور یہ حجت پیش کی کہ انہیں اپنے کھلے گھروں کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ جو مدینہ کی اطراف میں واقع ہیں ــــ اور ان منافقین کا مقصد اپنے گھروں کی حفاظت نہ تھا، بلکہ ان کا مقصد فرار اختیار کرنا تھا، اور پھر اس چھوٹی سی اسلامی فوج کے اندر جسے ہر جگہ سے اس کے دشمن نے گھیرا ہوا تھا، گھبراہٹ، شکست اور ملامت کی روح پھیلانا تھا،

اُوس بن قیظی نے ــــ جو بنی حارثہ بن الحارث تھا ــــ کہا، یا رسول اللہ ہمارے گھر دشمن کے لیے خالی ہیں (اور یہ بات اس نے اپنی قوم کے اشراف کی موجودگی میں کہی)

انہیں اجازت دیجیے کہ ہم باہر نکل کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں، وہ مدینہ کے باہر ہیں،

اور قرآن کریم نے ان منافقین کو رسوا کیا ہے اور صراحت کی ہے کہ اس نازک وقت میں ان کا فوج سے واپس جانے کا مطالبہ اپنے گھروں کی حفاظت کے لیے نہ تھا بلکہ اس سے ان کا مقصد فرار اختیار کرنا اور فوج کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا اور سپاہیوں کے دلوں میں مزید خوف اور گھبراہٹ پیدا کرنا تھا، ان کے گھر خالی نہ تھے (جیسا کہ ان کا خیال تھا) وہ کاذب اور منافق تھے، خصوصاً اس لیے کہ مسلمانوں کے گشتی دستوں کو مدینہ کے اندر ان کے گھروں کی حفاظت کا مکلف کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وإذ قالت الطائفة ...... ان یریدون إلّا فرارا (احزاب ۱۳)

(ترجمہ) اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا، اے اہل یثرب تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں واپس چلے جاؤ، اور ان میں سے ایک فریق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنے لگا، وہ کہتے ہمارے گھر خالی ہیں، حالانکہ وہ خالی نہ تھے، وہ صرف فرار اختیار کرنا چاہتے تھے"۔

اس طرح ان منافقین کی جماعتوں کے انکشاف کے بعد جن کی حقیقت اسلامی فوج کے اندر عیاں ہو گئی تھی، مسلمانوں کی حالت مزید کمزور ہو گئی اور ان کے مؤقف کی تنگی میں اضافہ ہو گیا، اور وہ مسلمانوں سے مذاق کرنے لگے، اور ان کی صفوں میں شکست اور مایوسی کی روح پھیلانے لگے،

اگرچہ خندق نے احزاب کی افواج کی سرگرمیوں کو سرد کر دیا تھا اور انہیں کسی وسیع اور تحش حملہ کرنے سے عاجز کر دیا تھا، پھر بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (خصوصاً یہود کی عہد شکنی اور احزاب کے ساتھ ان کے انضمام اور اسلامی فوج کے اندر منافقین کی ٹولیاں پیدا ہو جانے کے بعد) اپنی فوج کے مرکز کی تنگی کو سمجھتے تھے، اور اس کے بارے میں ــــ اس کے جوانوں کی قلتِ تعداد کے باوجود ــــ اس خوفناک زنبور کے دونوں

جبڑوں کے درمیان آجانے سے ڈرتے تھے جس کی نمائندگی احزاب کی افواج اور بنی قریظہ کررہے تھے، اس زنبور نے ـــــ خصوصاً یہود بنی قریظہ کی عہدشکنی کے بعد ـــــ سختی سے مدنی فوج کی گردن پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا جو خندق کے پیچھے پڑاؤ کیے ہوئے تھی ..... اور اس پر مستزاد یہ کہ خود اس مدنی فوج کا مورال گر گیا تھا جس کی صفوں میں منافقین کی جماعتیں نمایاں ہو کر رد کاوٹ پیدا کر رہی تھیں، اور علیحدگی کی ترغیب دے رہی تھیں اور اس چھوٹی سی فوج کے اندر جس کی اپنے دشمنوں کے مقابل ایک اور گیارہ کی نسبت تھی، شکست اور نافرمانی کی روح کی اشاعت کر رہی تھیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غطفان کے ساتھ الگ صلح کرنے کی کوشش

ان سخت حالات میں جن میں اسلامی فوج کی تنگی اور خطرہ چوٹی تک پہنچ گیا تھا سالارِ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروری تھا کہ آپ کسی وسیلے کے بارے میں سوچتے، جس سے (کم از کم) وہ سخت دباؤ کم ہو جاتا جس سے آپ کی چھوٹی سی فوج دوچار تھی اور جو اس بات کی منتظر تھی کہ جب غدار قریظہ نے احزاب سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کی افواج نے اس اسلامی فوج پر پیچھے سے حملہ کر دیا جس نے اپنی تمام محدود طاقتوں کو خندق کے پیچھے پڑاؤ کرنے اور احزاب کو اس خندق سے پار کرنے سے روکنے پر جمع کر دیا ہے تو اسے مزید ہلا دینے والے خطرات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اس لیے قبل اس کے کہ قریظہ مسلمانوں پر کوئی عملی حملہ کریں ـــــ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ـــــ فوجی اور سیاسی لیڈر کی طرح ـــــ کسی ایسے کام کے کرنے کے بارے میں سوچا جس سے آپ احزاب کے قائدین کے درمیان اختلاف پیدا کر

تاکہ مدینہ کے سخت محاصرہ کے دباؤ کی شدت کو کم کریں اور یہود کی قوت کو کمزور کردیں تاکہ (کم از کم) وہ پیچھے سے مسلمانوں کو مارنے کی کاروائی کو مؤخر کردیں، اور یہ وہ خوفناک کاروائی تھی، جس کی ہر لحظہ اسلامی فوج توقع رکھتی تھی۔

غطفان کی کمان کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (خفیہ طور پر) غطفان کے دو لیڈروں (عیینہ بن حصن الفزاری اور الحارث بن عوف المری) سے رابطہ کیا اور آپ نے تاریکی میں) اپنی انٹیلی جنس کے ایک امین اور ذہین جوان کو بھیجا کہ وہ ان دونوں کی اطلاع دے کہ آپ خندق کے پیچھے اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں (خفیہ طور پر) ان دونوں سے ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ——— ایک ذمہ دار سالار اعلیٰ کی طرح اور ایک تجربہ کار ہوشیار سیاستدان کی طرح ——— جوانوں کی نفسیات کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور آپ کو ان تمام قائدین اور زعماء کے اہداف و مقاصد کا مکمل علم تھا جو اس خطرناک اور تباہ کن جنگ کی کمان کر رہے تھے،

مثلاً آپ کو معلوم تھا کہ غطفان اور ان کے قائدین اس جنگ میں اشتراک سے کے پس پردہ کوئی سیاسی مقصد نہیں رکھتے، جسے وہ پورا کرنا چاہتے ہیں اور نہ ان کا کوئی عقائدی سبب ہے جس کے جھنڈے تلے وہ جنگ کرتے ہیں اور اس عظیم جنگ میں ان کے اشتراک کا پہلا اور آخری مقصد، مدینہ پر قبضہ کے وقت، مال کا حصول تھا، یعنی مدینہ پر قبضہ کے وقت جس قدر وہ اس کی بہترین چیزوں پر قبضہ کر سکتے ہیں، کر لیں۔

یہی وجہ ہے کہ سالار اور تجربہ کار سیاستدان رسول ؐ نے احزاب کے یہودی قائدین (جیسے حیی بن اخطب) اور کنانہ بن الربیع) یا قریش کے قائدین جیسے ابو سفیان

بن حرب سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ، ان کا بڑا مقصد مال نہ تھا، بلکہ ان کا مقصد سیاسی اور عقائدی تھا جس کا پورا ہونا اور اس تک پہنچنا، اسلامی وجود کے بنیاد سے تباہ کرنے پر متوقف تھا، اس لیے آپ نے فقط غطفان کے ان قائدین سے رابطہ کیا جنہوں نے (عملاً) اس پیشکش کے قبول کرنے میں، جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیش کیا تھا، تردد نہ کیا ــــ دونوں غطفانی لیڈروں (عیینہ بن حصن اور الحارث بن عوف) نے سالارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گذارش کو قبول کیا اور دونوں (اپنے بعض مددگاروں کے ساتھ) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈکوارٹر میں حاضر ہوتے اور انہوں نے خفیہ طور پہ بغیر اس کے کہ کسی کو ان دونوں کے متعلق علم ہو، خندق کے پیچھے آپ سے ملاقات کی۔

مجوزہ صلح کی شروط

ان دونوں کے پہنچتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مذاکرات شروع کیے یہ مذاکرات ــــ زیادہ تر ــــ اسی پیشکش کے گرد گھومتے رہے، جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا جس میں آپ نے اپنے اور غطفان کے درمیان ایک الگ صلح طے کرنے کی دعوت دی۔ اور اس مجوزہ معاہدہ کی اہم شروط یہ ہیں۔

(۱) احزاب کی افواج کے اندر موجود غطفانیوں اور مسلمانوں کے درمیان الگ صلح کا معاہدہ ہو۔

(۲) غطفانی مسلمانوں سے صلح کریں اور ان کے خلاف کسی حربی کارروائی کے کرنے سے رکیں (خصوصاً اس وقت میں)۔

(۳) غطفانی مدینہ کا حصار چھوڑ دیں اور اپنی افواج کے ساتھ اپنے علاقوں کی طرف ریٹائرمنٹ کر جائیں

(۴) مسلمان (اس کے بالمقابل) غطفانیوں کو مدینہ کے مختلف انواع کے تمام پھلوں کا تیسرا حصہ دیں گے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط ایک سال کے لیے تھی۔

غطفان کے لیڈروں (عیینہ بن حصن اور الحارث بن عوف) نے اس پیشکش سے مکمل اتفاق کیا، مگر انہوں نے تہائی کی بجائے، مدینہ کے نصف پھلوں کا مطالبہ کیا، لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس پہلی گفتگو میں) تہائی پر اصرار کیا، تو غطفان نے اسے قبول کر لیا، اور مدینہ کے پھلوں کے تہائی حصے سے راضی ہو گئے، اور (ابتدائی طور پر) معاہدہ صلح پر اتفاق ہو گیا، اور عملاً معاہدہ کو لکھا گیا اور اس کی شروط کو ریکارڈ کیا گیا اور اس معاہدہ کے کاتب، حضرت عثمان بن عفان تھے اور اس کے نفاذ پر صرف طرفین کے دستخط اور گواہوں کی گواہی دینی ہی باقی رہ گئی۔

انصار سے مشورہ طلب کرنا

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ پر انصار میں سے اوس اور خزرج کے سرداروں کی موافقت کی شرط لگائی تاکہ اس کا نفاذ مؤثر ہو، کیونکہ مدینہ کے پھل، صرف انصار کی ملکیت تھے اور ان پھلوں کے مالکوں کی موافقت کے بغیر ان میں سے کسی کو کچھ دینے کا معاہدہ ہو ہی نہ سکتا تھا، خصوصاً جبکہ وہ بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاسی اجتہاد ہو، نہ کہ آسمانی وحی۔

اس معاہدہ پر دستخط کرنے سے قبل ــــ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ اور خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کو بلایا، اور ان دونوں کو ــــ عیینہ بن حصن اور الحارث بن عوف کی موجودگی میں ــــ وہ بات کھول کر بتائی، جو آپ کے اور ان دونوں لیڈروں کے درمیان ہوئی تھی، اور جو ان دونوں کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا، جس کے بموجب غطفان کے تمام قبائل (جو اس عظیم جنگ کی

ریڑھ کی ہڈی ہیں) مدینہ کے پھلوں کے تہائی حصّے کی ادائیگی پہ مدینہ کا محاصرہ چھوڑ دیں گے، اور ریٹائرمنٹ کر جائیں گے ــــ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں سعدین (حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ) سے مشورہ طلب کیا، خصوصاً اس شرط کے متعلق، جو غطفان کو مدینہ کے پھلوں کا تہائی حصہ دینے سے تعلق رکھتی تھی، اور آپؐ نے ان دونوں سے مطالبہ کیا کہ وہ اس معاہدہ کے متعلق اپنی آخری رائے کا اظہار کریں۔

انصار کے سرداروں کا صلح کو مسترد کرنا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سُننے اور معاہدہ کی شروط سے مطلع ہو جانے کے بعد ان دونوں کو وہ شرط پسند نہ آئی، جو غطفان کو مدینہ کے پھلوں کا تہائی حصہ دینے سے متعلق تھی اور ان کے دلوں نے یہ بات قبول نہ کی بلکہ انہوں نے اسے بڑی بات خیال کیا، مگر وہ سچے مومنوں کی طرح اپنے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خروج کرنا جائز نہ سمجھتے تھے ــــ خواہ اس میں ان کی ہلاکت ہو ــــ ان دونوں نے ــــ تمام انصار کے نام سے ــــ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی کہ اگر یہ بات امرِ الٰہی سے ہے یا اس کی طرف سے وحی ہوتی ہے تو وہ اس پورے معاہدے سے مکمل اتفاق پہ تیار ہیں ــــ اور اگر یہ بات صرف ایک رائے ہے تو اس میں قبول و رَدّ کی گنجائش موجود ہے، اور دونوں کی رائے وہ نہ تھی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، اور وہ دونوں (صراحۃً) اس صورت میں غطفان کے قبائل کو مدینہ کے پھلوں سے ایک کھجور بھی دینے سے انکاری تھے۔

سعدین نے کہا... یارسول اللہ آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں تو اسے کرلیں یا اس کا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے، تو ہمارے لیے اس پہ عمل کرنا ضروری ہے یا آپؐ

اسے ہمارے لیے کر رہے ہیں، پس اگر یہ آسمانی حکم ہے تو اسے کر گزریئے، اور اگر یہ ایسی بات ہے جس کا آپؐ کو حکم نہیں دیا گیا اور آپ کو اس سے رغبت ہے تو ہم سمع و اطاعت کریں گے، اگر یہ صرف ایک رائے ہے تو ہمارے پاس ان کے لیے صرف تلوار ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... اگر اللہ مجھے حکم دیتا تو میں تم دونوں سے مشورہ نہ کرتا، خدا کی قسم میں یہ صرف اس لیے کر رہا ہوں کہ میں نے عربوں کو دیکھا ہے کہ وہ تمہارے خلاف متحد ہو گئے ہیں اور انہوں نے ہر جانب سے تمہیں تنگ کیا ہے پس میں نے ان کی قوت کو کسی حد تک توڑنے کا ارادہ کیا ہے۔

خدا کی قسم ہم صرف انہیں تلوار دینگے

اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ نے آپؐ سے کہا ... آپؐ نوجوان تھے اور ابھی چالیس سال کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔ رسول اللہ! ہم اور یہ لوگ — یعنی غطفان — اللہ کا شرک کرنے اور بتوں کی عبادت کرنے پر قائم تھے، ہم نہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور نہ اُسے جانتے تھے، اور وہ ہم سے صرف مہمان نوازی کے طور پر یا خرید کر کھجوریں کھانے کی امید رکھتے تھے، خواہ وہ جاہلیت میں قحط میں چمڑے کے خون سے ملی ہوئی اُون کھائیں۔

پھر حضرت سعد بن معاذ نے اس معاہدے پر جس کا ابھی ذکر ہوا ہے اعتراض کرتے ہوئے کہا ... کیا اس وقت جب اللہ تعالےٰ نے ہمیں اسلام سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور آپؐ کے ذریعے اور اسلام کے ذریعے ہمیں عزت دی ہے، ہم انہیں اپنے اموال کا حصہ دیں، ہمیں اس کی کچھ ضرورت نہیں خدا کی قسم ہم صرف انہیں تلوار دیں گے، حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اور ان

گے درمیان فیصلہ کر دے گی۔[1]

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تحریری معاہدہ سے انصار کے دونوں سرداروں کے معارضہ کو دیکھا اور صرف اس پر دستخط کرنا اور گواہوں کی گواہی ڈالنا ہی باقی رہ گیا[2] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے سے عدول کر لیا اور سعدین کی رائے کی طرف مائل ہو گئے، اور حضرت سعد بن معاذ سے جو مناقشہ کے لیے مستعد تھے، فرمایا ...... آپ اور وہ جانیں۔

اس موقع پر اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ نے اس دستاویز کو جس میں معاہدۂ صلح لکھا جا چکا تھا اسے کر پھاڑ دیا، پھر غطفان کے سرداروں عیینہ بن حصن الحارث بن عوف کی طرف روئے سخن کر کے کہنے لگے ـــ اور چیلنج میں آپ کی آواز بلند ہو گئی، ـــ واپس چلے جاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف تلوار فیصلہ کرے گی

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صـ۲۲۳، اور سیرت حلبیہ جلد ۲ صـ۱۰۳ اور اس کے بعد کے صفحات،

[2] ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں پر مصیبت سخت ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جیسا کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے اور اس شخص نے جس پر میں اتہام نہیں لگاتا بحوالہ محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب الزہری نے مجھ سے بیان کیا) عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر اور الحارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کی طرف آدمی بھیجا یہ دونوں غطفان کے لیڈر تھے اور ان دونوں کو پیشکش کی کہ اگر وہ اپنے اپنے ساتھیوں سمیت آپ کو اور آپ کے اصحاب کو چھوڑ کر واپس چلے جائیں تو انہیں مدینہ کے پھلوں کا تیسرا حصہ دیا جائے گا پس آپ کے اور ان دونوں کے درمیان صلح ہو گئی حتیٰ کہ انہوں نے دستاویز لکھی اور ابھی گواہی نہیں پڑی تھی اور نہ صلح پختہ ہوئی تھی صرف بات چیت ہوئی تھی پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کرنی چاہی تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادۃ کی طرف پیغام بھیجا اور دونوں سے اس بات کا ذکر کیا اور اس بارے میں ان سے مشورہ مانگا .. یہاں تک کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بالآخر مذکورہ معاہدہ سے سعدین نے اتفاق نہ کیا۔

پس وہ دونوں احزاب کی کمان میں اپنی اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں واپس چلے گئے۔
اس طرح مسلمانوں کی مصیبت میں اضافہ ہوگیا، اور انصار کے سرداروں نے، مدینہ کے پھلوں کے تیسرے حصے کی ادائیگی کے مقابل پر غطفان کے ساتھ الگ صلح کرنے کے نظریے کو پُر زور انداز میں مسترد کر دیا — اور اس انکار نے مسلمانوں کی فوجی پریشانیوں میں اضافہ کر دیا اور ان پر جو دباؤ تھا اس کی کمی کی امید کو توڑ دیا اور غطفان کو مصالحت کی دعوت دینے میں یہی تخفیف مقصود تھی۔
مگر ایک دوسرے پہلو سے اس انکار نے دونوں طرف کے ذمہ دار لیڈروں پر ثابت کر دیا کہ اسلام کی چھوٹی سی فوج کے اندر کچھ ایسے جوان بھی ہیں جو ہزاروں کے مقابل شمار کیے جاتے ہیں اور آزمائشیں ان کی قوت میں اضافہ کرتی ہیں، اور مصائب ان کے ایمان و ثبات اور اپنے نبی کے ساتھ تمسک کرنے اور اس کے گرد جمع ہونے میں اضافہ کرتے ہیں۔
پس اس سخت موقف سے مومنین صادقین کا مورال بلند ہوگیا اور غطفان کے قائدین، چھوٹی فوج کے پڑاؤ سے باہر نکل گئے، اور یہ پھاڑنے والے شیر، جو زبردست اور طاقتور فوج کے قائدین سے جس کے جوانوں سے ان کے جوانوں کی نسبت ایک اور گیارہ کی تھی، کھڑے ہوکر کہنے لگے، ہاں اس فوج کے قائدین سے (جن کی فوجیں ان کو غرق کرنے کے لیے ہر جگہ موجیں مار رہی تھیں) کھڑے ہوکر (چیلنج اور استخفاف کے انداز میں) کہنے لگے..... خدا کی قسم ہم ضیافت کے سوا، تمہیں مدینہ کے پھلوں میں سے ایک کھجور بھی نہیں دیں گے، بس جو بات تمہیں اچھی لگے کر لو۔

شاندار موقف

پھر غطفان کے قائدین، مسلمانوں کے پڑاؤ سے واپس آگئے اور انہوں نے اس

حقیقت کا ادراک کر لیا جس سے وہ مکمل طور پر ناواقف تھے اور وہ یہ کہ جو چیز، حقیقی فتوحات بناتی ہے اور جنگ کے وقت۔ دلوں میں امن وسکون پیدا کرتی ہے، وُہ افواج کی کثرت اور ان کی قوت سے نہیں ہے، یہ سب کچھ عقیدے کی قوت اور ایمان باللہ کی مضبوطی بناتی ہے، غطفان کے قائدین، چھوٹی فوج کے پڑاؤ سے واپس آگئے اور یہ باتیں ان کے کانوں میں رعد کی طرح گونجتی رہیں،

"یارسول اللہ، ہم اور یہ لوگ اللہ کا شرک کرنے اور بتوں کی عبادت کرنے پر قائم تھے، ہم نہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور نہ اسے جانتے تھے، اور وہ ہم سے صرف مہمان نوازی کے طور پہ یا خرید کر کھجوریں کھانے کی امید رکھتے تھے، کیا اس وقت جبکہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اسلام سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور آپؐ کے ذریعے اور اسلام کے ذریعے ہمیں عزت دی ہے، ہم انہیں اپنے اموال کا حصہ دیں؟ خدا کی قسم ہمیں اس کی کچھ ضرورت نہیں، خدا کی قسم ہم صرف انہیں تلوار دیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔

یہ باتیں اوس کے سردار، حضرت سعد بن معاذ نے ــــ غطفان کے قائدین کے سامنے ــــ اس نازک اور تنگ وقت میں کیں جس میں مسلمانوں کے دل شدت کرب پے در پے آزمائشوں اور مصائب کے مسلسل برسنے سے گلوں تک پہنچ گئے تھے۔ (اگر ایمان صادق نہ ہوتا) تو یہ باتیں اس زبردست فوج کے قائدین کے سامنے وہی شخص کر سکتا تھا، جو کم از کم بیس ہزار جانبازوں کا کمانڈر ہوتا۔

لیکن اس جگہ عجیب بات یہ ہے کہ جس شخص نے یہ باتیں کہی ہیں، جن سے جوانمردی، شجاعت، غیرت، ایمان اور حد درجہ اعتماد نفس کے چشمے پھوٹتے ہیں، اس کے پیچھے نو سو سے زیادہ جانباز نہ تھے، جن کے بالمقابل دشمن کی جانب گیارہ ہزار جانباز تھے اور ان کے پیچھے خیبر اور مدینہ میں ریزرو فوج بھی تھی، جو تین ہزار جانبازوں سے

کم نہ تھی۔

اور شاید یہ بات، جو حضرت سعد بن معاذ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غطفان کے قائدین کی موجودگی میں کہی، سب سے بڑا سبب تھی، جس نے ان قبائل کے لیڈروں کو، اپنے دشمنانہ منصوبے پہ بار بار غور فکر کرنے کی طرف مائل کر دیا (اور وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں جان پہ کھیلنے کی اہمیت کو کم خیال کرنے لگے اور یہ بات بیان کرنے کے قابل ہے کہ مسلمانوں کے پڑاؤ سے عیینہ بن حصن اور الحارث بن عوف المری کے واپس جانے اور جو کچھ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے سُنا تھا، اس کے سننے کے بعد) غطفان کا مسلمانوں کے خلاف کوئی حربی کردار نہ تھا، اور ان قبائل کی افواج اپنے اپنے پڑاؤ میں پڑاؤ کیے رہیں حتیٰ کہ سالارِ عام ابوسفیان نے کوچ کا اعلان کر دیا اور احزاب نے مدینہ کا محاصرہ چھوڑ دیا۔

حالات کی سنگینی اور دوچند چوکسی

اس بات میں کوئی نزاع نہیں کہ قریظہ کے عہد شکنی کرنے اور غطفان کے ساتھ، حضورؐ کی تجویز کے مطابق الگ صلح کرنے کے نظریئے کو، انصار کے رد کرنے کے بعد، حالات کی سنگینی چوٹی کو پہنچ گئی، اور ہنگامی حالات کا اندازہ کرتے ہوئے، جن کے مسلمان ان اہم انقلابات کے نتیجہ میں رونما ہونے کے منتظر تھے، مسلمانوں نے اپنی چوکسی اور تیاری کو دوچند کر دیا۔ اور اپنے وجود کے دفاع کے لیے لگاتار کام میں اپنی جانوں کو کھپانے لگے،

مدنی کمان نے، خندق کی تنگ جگہوں کو ـــ جن سے احزاب کے سواروں کے گھس آنے کا احتمال تھا، اس خوف سے مسلسل شدید نگرانی کے تحت رکھا کہ احزاب کے ساتھ یہود کے انضمام کی خوشی کا نشہ ان کے بعض جوانوں کو گھوڑوں کے ساتھ خندق

پھلانگنے کی طرف لے آئے گا،

حتیٰ کہ سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے خطرناک پوائنٹ پر، جس سے مسلمان، احزاب کے سواروں کے گھسنے کی توقع رکھتے تھے، خود پڑاؤ کیا، اسی طرح فوجی کمان نے خندق کی لمبائی پر گشتی نگراں دستوں کی سرگرمیوں کو دوچند کردیا اور اسی طرح انھوں نے اپنی ایک دوسری ریزرو فوج کو اپنی پچھلی لائنوں کے پیچھے یہود کی نگرانی کے لیے، اور جب وہ حملے کا ارادہ کریں تو ان کے سامنے ڈٹ جانے کے لیے پڑاؤ کرنے کا مکلف کیا۔

اور خوف دوچند ہو گیا اور گھبراہٹ سخت ہو گئی، اور دل پہلوؤں کے درمیان (خوف اور گھبراہٹ) سے دھڑک کر گلوں تک پہنچ گئے، اور — ان خوفناک راتوں میں جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف مصائب سے معاہدہ کیا ہوا تھا اور انہوں نے ان میں ان کے خلاف مصائب کو مسلسل برسایا تھا — یہ منافقین اسلامی فوج کی صفوں کے اندر سے اپنی جگہوں سے بھاگنے کے لیے) کھسکنے لگے اور اس چھوٹی سی فوج کو، اس کے انجام پر چھوڑنے لگے، جو ان آندھیوں کی زد میں تھا، جن کی چوبائی ہوائیں ایسی سختی سے اسے گرفت میں لیے ہوئے تھیں جس سے دل اکھڑ جاتے ہیں۔

مومن گروہ کا ثبات

ان سخت اور آزمائشوں اور مصیبتوں سے بوجھل راتوں میں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص اور نیک صحابہ عظیم سالار رسول کے پہلو میں اس انتظار میں ڈٹے رہے کہ ان راتوں سے کیا کیا خطرناک اور پریشان کن واقعات جنم لیتے ہیں، جن کی انتہا کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور خاص طور پر مسلمان اس متوقع حملے کے منتظر

ہے، جو غدار قریظہ نے اسلامی فوج پر پیچھے سے کرنا تھا، جیسا کہ یہ یہود اور احزاب کا طے شدہ منصوبہ تھا۔

معرکہ میں فوجی نقطۂ نگاہ سے انقلابی پوزیشن

قریظہ کے عہد شکنی کرنے اور احزاب سے مل جانے کے بعد عملاً جنگ پہلے سے بھی سخت مراحل میں داخل ہو گئی، خندق (جو مدینہ کی پہلی دفاعی لائن تھی) کھودنے سے حدتی کمان نے احزاب کی کمان کو اچانک سخت صدمہ پہنچایا، جس سے احزاب کے قائدین طے شدہ منصوبہ کے مطابق فیصلہ کن معرکہ میں مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں تباہ کرنے کی امید کو کھونے لگے۔ — لیکن جب انہیں (سرکاری طور پر) یہود بنی قریظہ کی جانب سے اپنی طرف سمٹ آنے اور پیچھے سے مسلمانوں کو ضرب لگانے کے لیے ان کے تیار ہونے کی اطلاع ملی تو اس کے بعد فیصلہ کن معرکہ میں مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں تباہ کرنے کی امید، احزاب کے قائدین کے دلوں میں دوبارہ پیدا ہونے لگی اور وہ خندق میں داخل ہونے اور اسے عبور کر کے مسلمانوں کی جانب کے لیے اپنی کوششوں اور تیاریوں کو دُگنا کرنے لگے، اور انہوں نے فیصلہ کن وقت کے حصول کے لیے، جس میں انہوں نے یہود بنی قریظہ کے اشتراک سے مجوزہ عام حملہ کرنا تھا، مسلمانوں کو ڈرانے اور ان کے مورال کو تباہ کرنے کے لیے خندق کی لمبائی پر، اپنے مضطرب کرنے والے گشتی دستوں کو دوگنا کر دیا۔

اور اس کے لیے قریش کے قائدین (ابوسفیان بن حرب، خالد بن ولید، عمرو بن العاص، ضرار بن الخطاب الفہری، عکرمہ بن ابوجہل، ہبیرہ بن ابو ہبیرہ اور نوفل بن عبداللہ) نے اس امر پر اتفاق کیا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے اور ان کو پریشان کرنے کی کاروائی کی کمان خود کریں، اور ان قائدین نے اس امر پر بھی اتفاق کیا کہ ان میں سے ہر ایک کا

ایک دن مقرر ہو گا، جس میں وہ خندق کے کناروں کی لمبائی پہ گھیرنے اور حملہ کرنے کی کارروائیوں کی کمان کرے گا اور ان تمام قائدین میں سے ہر قائد کے جوان رات دن مسلسل ان کارروائیوں میں حصہ لیں گے[1]۔

مگر یہ جدید اور منظم حملے — خندق کی موجودگی کے باعث — گھوڑوں کی جولانی، تیراندازی اور سنگباری سے آگے نہ بڑھ سکے اور معرکہ کی رفتار پر اس کا کوئی قابل ذکر فیصلہ کن اثر نہ پڑا۔

معرکہ میں فوجی معمہ

اور احزاب کی حربی کارروائیوں کی رفتار میں جو فوجی معمہ پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ کسی مؤرخ نے بیان نہیں کیا کہ غطفان کے نجدی قبائل نے — جن کے جوان اس جنگ کی ریڑھ کی ہڈی تھے — اس غزوہ میں مسلمانوں کے خلاف کوئی ایسی نمایاں حربی کارروائی کی ہو، جس کا مقصد مسلمانوں کی بیخ کنی اور اسلام کی تباہی ہو۔

اور یہ بات طے شدہ تھی کہ غطفان کے قائدین، قریش کے قائدین کے ساتھ ان

---

[1] ابن سعد نے اپنے طبقات الکبریٰ میں بیان کیا ہے کہ حضرت عباد بن بشر، دوسرے انصار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظین کے لیڈر تھے، وہ رات دن آپ کی حفاظت کرتے تھے اور مشرکین باہم باری باری جاتے تھے، ایک دن ابوسفیان بن حرب اپنے اصحاب کے ساتھ جاتا اور ایک دن خالد بن ولید، ایک دن عمرو بن العاص، ایک دن ہبیرہ بن ابی وہب، اور ایک دن ضرار بن الخطاب الفہری جاتا اور وہ مسلسل اپنے گھوڑوں کو جولانی کراتے اور ایک دفعہ متفرق ہو جاتے اور ایک دفعہ اکٹھے ہو جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے جنگ کرتے اور ان کے تیرانداز آگے بڑھ کر تیراندازی کرتے۔

اور مضطرب کر دینے والی کارروائیوں میں مشارکت کریں ، جن کی کمان خود قریش قائدین مسلمانوں کے خلاف خندق کے کناروں پر کریں، لیکن محاصرہ کے پورے ایام میں اس سے کوئی بات بھی رونما نہ ہوئی اس کا یقینی مفہوم یہ ہے کہ غطفان کے قبائل محاصرے کے پورے ایام میں) مدنی فوج کے خلاف ایک تیر بھی نہیں چلایا اور نہ ہی کے جوانوں میں کسی جوان نے مسلمانوں کے خلاف مختلف حربی کارروائی کی ہے ، اور یخ کی کتابوں میں جن لوگوں کا ذکر آتا ہے کہ انہوں نے جنگ کی اور مدینہ کے محاصرہ ایام میں مسلمانوں کے خلاف مختلف حربی کارروائیاں کیں وہ سب کے سب صرف ں میں سے تھے

غور فرمایئے اس کا سبب کیا ہے اور اس معمے کا راز کیا ہے ؟

ہم نے اس کتاب کے آخر میں معرکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اس عجیب معمے کے حل پہنچنے کی قوت پائی ہے ۔

مانوں کے پڑاؤ میں جنگ کا منتقل ہونا

تھوڑا سا عرصہ یہی حال رہا ــــ قریش کی جانب سے تیر اندازی اور ڈرانے کے لیے ل کی جولانی ہوتی رہی اور جانبین کی طرف سے گشتی دستے انتظام کے ساتھ مسلسل کا چکر لگاتے رہے ــــ حتیٰ کہ احزاب کی جانب سے جنگ میں (تھوڑی سی) ہوتی ،

ان کے سخت جانباز سواروں کے ایک دستہ نے اپنے گھوڑوں سمیت خندق میں تنگ جانب سے داخل ہونے کی ذمہ داری لی اور انہوں نے (جزئی طور پر) خندق کے پیچھے مسلمانوں کے پڑاؤ میں منتقل کر دیا ۔

عمرو بن عبد ودّ العامری، عکرمہ بن ابوجہل ، ضرار بن الخطاب الفہری ، ہبیرہ بن ابی وہب

المخزومی اور نوفل بن عبداللہ، یہ سب سوار (جو سب قریشی تھے) اپنے گھوڑے کے ساتھ خندق کی تنگ جگہ میں داخل ہو گئے، اور مسلمانوں کے جیالے بہادروں نے ان سے ملاقات کرنے میں جلدی کی، پہلے تو انہوں نے ان کا وہ راستہ بند کر دیا جس سے وہ گذرے تھے، اور انہوں نے ان کی واپسی کا منصوبہ یوں ختم کر دیا کہ وہ جس راستے سے داخل ہوئے تھے، انہوں نے اس تنگنائی کے دہانے پر قبضہ کر لیا، پھر ایک سخت اور سخت معرکہ میں ان کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے، حتیٰ کہ انہوں نے ان کی اکثریت کو تباہ کر دیا اور بقیہ کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ٹھہرے رہے اور ان کے دشمن ان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور ان کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی، ہاں قریش کے سوار، جن میں عامر بن لوئی کا بھائی عمرو بن عبد ود، عکرمہ بن ابی جہل مخزومی، ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی، ضرار بن الخطاب شاعر اور بنی محارب بن فہر کا بھائی، ابن مرداس شامل تھے۔ جنگ کا لباس پہن کر بنی کنانہ کی فرودگاہ کے پاس سے گزرے اور کہنے لگے اے بنی کنانہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تمہیں عنقریب پتہ چل جائے گا کہ سوار کون ہیں، پھر تیزی سے ان کے گھوڑے انہیں لے آئے حتیٰ کہ وہ خندق پر کھڑے ہو گئے، اور جب انہوں نے اسے دیکھا تو کہنے لگے۔۔ خدا کی قسم یہ ایک تدبیر ہے جو عرب نہیں کیا کرتے تھے۔

پھر انہوں نے خندق کے تنگ مقام کا قصد کیا اور انہوں نے اپنے گھوڑوں کو مارا اور وہ اس میں گھس گئے، اور وہ خندق اور سلع کے درمیان دلدلی زمین میں ان کے ساتھ جولانی کرنے لگے، اور حضرت علی بن ابی طالب مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ باہر نکلے، حتیٰ کہ انہوں نے اس شگاف پر قبضہ کر لیا، جس سے انہوں نے اپنے گھوڑوں کو داخل کیا تھا اور سوار جلدی سے ان کی طرف آنے لگے۔

قریش کے سوار کا قتل

عمرو بن عبدِ وُدّ العامری (فوج کا جھنڈا) بدر کے عظیم معرکہ میں شامل ہوا اور اس نے معرکہ میں زخمی ہونے کے بعد ہزیمت کی تلخی کا مزہ چکھا اور اس نے نذر مانی کہ جب تک وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل نہ کرے اپنے سر کو تیل نہیں لگائے گا، اس لیے وہ اپنے گھوڑوں کے ساتھ داخل ہونے والے سواروں میں سے پہلا سوار تھا، جو مسلمانوں کی طرف گیا، پس حضرت علی بن ابی طالب نے اس سے ملاقات کی اور اس سے مقابلہ کیا، حتیٰ کہ آپ نے اسے قتل کر دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عمرو بن عبدِ وُدّ العامری (فوج کا جھنڈا) نے بدر کے روز جنگ کی حتیٰ کہ زخموں نے اسے چھید دیا، اور وہ اُحد میں شامل نہیں ہوا کیونکہ وہ زخمی تھا، مگر جب خندق کا دن آیا تو وہ اپنا مقام دکھانے کے لیے نشان لگا کر باہر نکلا، اور جب وہ اور اس کے سوار کھڑے ہوئے، تو اس نے کہا.... کون مقابلہ کریگا؟ تو حضرت علی بن ابی طالب اس کے مقابلے میں آئے، اور جب حضرت علی، عمرو کے مقابلہ کے لیے اس کی طرف چل کر گئے، تو آپ نے اسے کہا.... اے عمرو تو کہا کرتا تھا کہ جب کوئی شخص مجھے تین باتوں میں ایک کی دعوت دیتا ہے تو میں اسے قبول کر لیتا ہوں، اس نے کہا بیشک!

آپ نے اُسے کہا، میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور تو رب العالمین کی فرمانبرداری اختیار کر۔

عمرو نے کہا: اے میرے بھتیجے، اس بات کو مجھ سے پرے ہٹا،

حضرت علی رض نے کہا، دوسری بات یہ ہے کہ تو اپنے علاقے کی طرف واپس چلا جا، اگر محمد رسول اللہ صادق ہیں تو تو آپ کے ذریعے سب لوگوں سے زیادہ

سعادتمند ہو جائے گا، اور اگر کاذب ہیں تو جو بات تو چاہتا ہے وہ ہو جائے گی ،
عمرو نے کہا :— یہ بات وہ ہے جسے قریش کی عورتیں کبھی بیان نہ کر سکیں
اور میں یہ بات کیسے قبول کر سکتا ہوں، جبکہ میں نے اپنی نذر کے پورا کرنے کی قدر
پالی ہے۔

پھر عمرو نے کہا — تیسری بات کیا ہے ؟

حضرت علی رضؓ نے کہا — مقابلہ !

تو قریش کا سوار عمرو ہنس پڑا ، اور وہ مشہور معمر سوار تھا ، جو اسّی سال سے
زیادہ عمر کا تھا — پھر حضرت علی سے کہنے لگا ، یہ وہ بات ہے کہ میں عربوں
سے کسی کے متعلق یہ خیال نہ کرتا تھا ، کہ وہ مجھے اس سے ڈرائے گا ،

پھر وہ حضرت علی رضؓ سے کہنے لگا .... اے میرے بھتیجے ہم کیوں مقابلہ کریں ؟ خدا
قسم میں آپ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا لیکن قسم بخدا میں تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں
اس بات پر عمرو کو شدید غصہ آیا ، اور جب عمرو سوار ہو کر اور حضرت علی پیادہ ہو کر
تو عمرو اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور اس نے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور اس کے چہر
پر مارا ، پھر حضرت علی کی طرف آیا اور دونوں نے تلوار سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ آپ نے ا
قتل کر کے مسلمانوں کو اس کے شر سے بچایا ۔ اور حضرت علیؓ کو بھی مقابلہ کے دوران سر میں زخم

لے یہ عربوں کی ایک قابل لحاظ روایت ہے — حتیٰ کہ جاہلیت میں بھی — کہ مقابلہ کے وقت برابری کی تکمیل کے
ضروری ہے کہ سوار اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنے مدمقابل سے اس کی مانند پیادہ ہو کر مقابلہ کرے ۔
ٹے سیرت ابن ہشام ص۲۲۴ اور اس کے بعد کے صفحات ، البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص۱۰۶ اور اس کے بعد کے صف
سیرت حلبیہ جلد ۲ ص۱۰۴ اور اس کے بعد کے صفحات ۔

حافظ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ جب عمرو نے حضرت علی سے ملاقات کی تو اس نے آپ سے پوچھا آپ کون ہیں؟

آپ نے اسے کہا، میں علیؓ ہوں،

اس نے کہا، ابن عبد مناف؟

حضرت علی نے کہا.... میں علی بن ابی طالب ہوں،

عمرو نے کہا.... اے میرے بھتیجے! آپ کے چچاؤں میں آپ سے عمر رسیدہ بھی ہیں، میں آپ کا خون بہانا پسند نہیں کرتا،

حضرت علی نے اسے کہا، لیکن قسم بخدا میں تیرے خون کو بہانا پسند کرتا ہوں،

اس موقع پر عمرو غصے ہو گیا اور گھوڑے سے اُتر آیا اور اپنی تلوار سونت لی گویا وہ آگ کا شعلہ تھی، پھر وہ غصے کی حالت میں حضرت علی کی جانب آیا اور حضرت علی نے اپنی ڈھال سے اس کا استقبال کیا اور عمرو نے تلوار کو آپؓ کی ڈھال پہ مارا اور اسے چیر دیا اور تلوار کو اس میں کھبو دیا اور آپ کے سر کو مار کر اسے زخمی کر دیا، اور حضرت علی رضؓ نے اس کے کندھے کے جوڑ پہ تلوار ماری تو وہ گر پڑا اور غبار اُٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر سنی تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حضرت علی نے عمرو قتل کر دیا ہے۔

جانباز سواروں کی شکست

اور قریش کے جانباز سواروں کے دستے کے سالار عمرو بن ود، کے مرنے کے بعد قریشی دستے کے باقی افراد بھاگ گئے اور ان کے گھوڑے انہیں ہوا سے مقابلہ کرتے ہوئے تیزی سے دوڑتے ہوئے اس تنگنائی کی طرف لے گئے جس سے وہ خندق میں داخل ہوئے تھے، پس بعض مسلمان سواروں نے ان کا تعاقب کیا، اور حضرت زبیر بن العوامؓ نے نوفل بن عبداللہ کو مل کر اسے تلوار مار کر دو لخت کر دیا اور ضرب گھوڑے کے کندھے تک پہنچ گئی،

حضرت زبیر سے پوچھا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ اے ابو عبداللہ ہم نے آپ کی تلوار کی مثل نہیں دیکھی آپ نے کہا خدا کی قسم! وہ تلوار نہیں ہے بلکہ وہ کلائی ہے، اسی طرح حضرت زبیر نے جانباز قریشی دستے کے ایک اور سوار کا تعاقب کیا — اور وہ ہبیرہ ابن ابی وہب تھا — اور اس کے گھوڑے کے سینے پر تلوار مار کر اُسے کاٹ دیا، مگر وہ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

اور قریش کے جانباز سواروں میں سے دو جانباز سواروں نے حضرت علی بن ابی طالب کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن آپ ان کے سامنے ڈٹے رہے اور ان سے جنگ کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے انہیں شکست دے دی۔

اسی طرح یہ یکطرفہ معرکہ — جسے قریش کے جانبازوں نے خندق کے پیچھے اس مقام پر منتقل کر دیا تھا، جہاں مسلمان پڑاؤ کیے ہوئے تھے، جانباز سواروں کے تمام افراد کے خاتمہ سے ختم ہو گیا، صرف ان میں سے تین شخص خندق میں اپنے گھوڑوں سمیت داخل ہو کر بھاگ جانے میں کامیاب ہوتے، اور وہ ضرار بن الخطاب[1] الفہری، ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی،

---

[1] ضرار بن الخطاب بن مرداس الفہری القرشی، قریش کے گنتی کے سواروں میں سے تھے، اور ان کے بڑے شاعر اور مشہور سپاہی تھے، اور مسلمانوں کے خلاف سخت جنگ کرنے والوں میں سے تھے، آپ کا باپ بنی فہر کا رئیس تھا، اور قریش میں آپ سے بڑا شاعر کوئی نہ تھا اور آپ جاہلیت میں کہا کرتے تھے میں نے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دس کا نکاح موٹی آنکھ والی حوروں سے کر دیا ہے، اس کا مفہوم یہ تھا کہ میں نے انہیں قتل کر دیا ہے، ضرار نے فتح کے سال اسلام قبول کیا، آپ ہی نے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق سے کہا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ہم تم سے قریش کے لیے بہتر ہیں، ہم نے انہیں جنت میں داخل کیا ہے (یعنی ان لوگوں کو، جنہوں نے ان کے ہاتھوں شہادت پائی، اور تم نے انہیں آگ میں داخل کیا ہے (یعنی ان لوگوں کو جنہیں مسلمانوں نے مشرک ہونے کی حالت میں قتل کیا ہے) اور اوس اور خزرج نے جنگ احد کے شجاع ترین آدمی کے بارے میں اختلاف کیا، تو ضرار ان کے پاس سے گذرے (باقی اگلے صفحہ پر)

اور عکرمہ بن ابی جہل مخزومی تھے، عکرمہ نے معرکہ سے فرار کے وقت اپنا نیزہ پھینک دیا تھا،

اس یک طرفہ معرکہ میں مسلمانوں کی طرف سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا، ہاں حضرت علی بن ابی طالب کے سر میں ایک بڑا زخم لگا، اور یہ زخم آپ کو اس وقت لگا جب آپ عمرو بن عبد ودّ العامری کا مقابلہ کر رہے تھے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

قریش کا اپنے سوار کے جثّے کو مانگنا

یکطرفہ معرکہ کے اختتام کے بعد، قریش کے قائدین نے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ وہ آپ کو اپنے سوار (عمرو بن عبدود) کے جثّے کی قیمت دس ہزار درہم پیش کرتے ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمت لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا وہ تمہارے لیے ہوئی، ہم مُردوں کی قیمت نہیں کھاتے،

اور امام احمد کی روایت میں ہے (جیسا کہ البدایہ والنہایہ میں ہے) کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — اس کے مُردہ جثّے کو انہیں دیدو بلاشبہ وہ خبیث مردہ جثّہ اور خبیث الدیتہ ہے اور آپ نے ان سے کچھ بھی قبول نہ کیا . . . . . اور قریش اپنے سوار کے جثّے کو اُٹھا کر اپنے پڑاؤ میں لے گئے،

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تو وہ کہنے لگے یہ شخص اس معرکہ میں شامل ہوا تھا اور یہ اسے جاننے والا ہے، انہوں نے اپنے ایک نوجوان کو آپ کے پاس اس بارے میں دریافت کرنے کو بھیجا تو آپ نے کہا میں تمہارے اوس کو خزرج کے مقابلے میں نہیں جانتا، لیکن میں نے اُحد کے روز تم میں سے گیارہ نوجوانوں کے نکاح موٹی آنکھ والی حوروں سے کر دیتے ہیں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اکیلے نے اس تعداد کو اُحد کے روز قتل کیا، حضرت ضرار بن الخطاب الفہری معرکہ یمامہ میں شامل ہوئے اور شہید ہو گئے، حضرت ضرار کی زندگی کی تفاصیل کتاب — قادۃ فتح الشام ومصر — میں دیکھیے،

اس طرح مکی سواروں کا جانباز دستہ اپنی مہم میں ناکام ہوا اور اس دستے کے اکثر افراد کو مسلمانوں نے قتل کر دیا اور اسکے بعد وہ ہزیمت و ناکامی کے دامن گھسیٹتا ہوا واپس آ گیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ احزاب کی کمان نے مسلمانوں کی حربی قوت کا جائزہ لینے کے لیے اور یہ معلوم کرنے کیلیے، کہ سخت محاصرے نے ان کے مورال کو متاثر کیا ہے یا نہیں، اس جانباز کاروائی کے قیام کا فیصلہ کیا تھا

احزاب کے دلوں میں شکست کا ردِّ عمل

معلوم ہوتا ہے کہ قریش کے سواروں کی اس جانبازانہ کاروائی کے پس پردہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر یہ تجربہ، جو سواروں نے خندق کو عبور کرنے کا کیا تھا، کامیاب ہو جاتے تو وہ اس قسم کی چھاپہ مار کاروائیوں کو لگاتار جاری رکھیں، اس لیے کہ احزاب کے قائدین نے سمجھ لیا تھا کہ ان کے اور ان کے دشمن کے درمیان خندق کی موجودگی کی صورت میں ان کے لیے خندق کے پیچھے مسلمانوں کی جگہوں پر کوئی ہمہ گیر حملہ کرنا محال ہے خصوصاً ان پیادوں کی طرف سے جو جیوش احزاب کی اکثریت کی نمائندگی کرتے تھے … اسلیے احزاب کے قائدین نے سواروں کے ہتھیاروں پر اعتماد کیا تاکہ وہی اس معرکہ میں بڑا ہتھیار ہوں جسے وہ مسلمانوں کے پڑاؤ میں منتقل کرنا چاہتے تھے خصوصاً وہ یہود یعنی قریظہ کے اس وعدہ پر قائم تھے کہ یہودی صفر کی گھڑی میں پیچھے سے مسلمانوں کو ماریں گے۔

لیکن سواروں کا یہ دستہ اپنے جوانوں کی اس جانبازی میں ناکام ہو گیا جو ان کی اکثریت کی موت اور باقیماندہ لوگوں کے فرار پر ختم ہوئی، اس بات نے احزاب کے قائدین کو یقین دلا دیا کہ ان تمام زلازل، مصائب اور آزمائشوں کا، جنہوں نے مسلمانوں کا (ان کی قلت اور ان کے دشمن کی اکثریت کے باوجود) گھیراؤ کیا ہوا ہے، ان کے مورال پر کوئی اثر نہیں ہے اور ان سب باتوں نے انہیں ثبات و استقلال و ایمان میں اور راہِ خدا میں شہادت حاصل کرنے کی حرص میں بڑھا دیا ہے۔

گھوڑوں کے ساتھ پھلانگنے کی جانبازیوں سے قریش کا توقف

اس لیے احزاب کی کمان نے اپنی حربی جانبازیوں کو روک دیا اور اپنے گھوڑوں کے ساتھ حملہ آور سواروں کی خندق پھلانگنے کی کاروائیاں رک گئیں اور اس ناکام جانبازی کے بعد، جس میں مسلمانوں نے قریش کے سوار عمرو بن عبدِ ودّ کو قتل کر دیا۔ احزاب کے سوار، احزاب کے واپس جانے تک اس قسم کی کوئی جانبازی نہ کر سکے۔

لیکن احزاب نے جب گھوڑوں کے ساتھ خندق پھلانگنے کی کارروائیوں کو روک دیا تو دوسری جانب سے انہوں نے مسلمانوں کے محاصرہ کو سخت کر دیا۔ اور ان پر دباؤ کی کاروائیوں کو دوگنا کر دیا، گویا انہوں نے مسلمانوں کو ڈرانے اور پریشان کرنے اور سواروں اور پیادوں کو آگے بڑھانے اور ذلیل و خوفزدہ کرنے کے تمام وسائل سے تکلیف دِہ اعصابی جنگ پر اعتماد کیا کہ شاید یہ مسلمانوں کے اس حوصلہ کو گم شدہ کر دے، جو ان خوفناک اور زبردست جیوش، جنہوں نے ہر جگہ سے ان کا احاطہ کیا ہوا تھا، کے سامنے ان کے ہاتھوں میں واحد بڑا ہتھیار باقی رہ گیا تھا۔

اور (عملاً) مصائب (از سرِ نو) پے بہ پے آتے، اور چھوٹی فوج کی پریشانیاں بڑھ گئیں، جو خندق کے پیچھے اپنی لائنوں کے پیچھے سر چھپاتے ہوئے تھی گویا وہ موجزن بحرِ اسود کے درمیان ایک سفید خشک قطعہ تھا، اور از سرِ نو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص و وفادار صحابہ کی تنگی اور کرب اس عظیم حد تک پہنچ گیا کہ اسکی موجودگی میں وہی شخص ثابت رہ سکتا ہے جو ایمان و عزیمت اور اللہ پر بھروسہ کرنے اور اسکے وعدے پر اطمینان رکھنے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نیک اصحاب رضی اللہ عنہم کی سطح پر ہو۔

اسلامی فوج میں فقر و بھوک

مسلمان ــــ ان پریشانیوں، آزمائشوں اور مصیبتوں کے علاوہ ــــ جن کا سبب سخت اور خوفناک محاصرہ تھا، دیگر بڑی پریشانیوں کو بھی برداشت کر رہے تھے جن کا سرچشمہ فقر و محتاجگی کی حالت تھی جسے وہ ان حالات میں سخت طبعی عوامل کے ساتھ برداشت کر رہے تھے یعنی سخت تکلیف دہ سردی ان کے اجسام کو برہنہ اجسام کی مانند دکھ پہنچا رہی تھی اور وہ پڑاؤ کئے ہوئے تھے یا خندق کے طول میں رات دن مسلسل گشتی کارروائیاں کر رہے تھے اور یہ سال مسلمانوں کے لیے خشک سال اور قحط کا سال تھا اور موسم بھی سخت سردی کا تھا جس میں چوپائی ہوائیں بھی شامل تھیں۔

بخاری نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف گئے کیا دیکھتے ہیں کہ انصار اور مہاجرین ایک خنک صبح میں کھدائی کر رہے ہیں اور ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کا یہ کام کرتے اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکلیف اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا ؎

اے اللہ، زندگی تو صرف آخرت کی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے،

اور البدایہ والنہایہ میں بحوالہ صحیح بخاری بیان ہوا ہے کہ احزاب کے دنوں میں مسلمانوں کے درمیان بھوک پھیلی ہوئی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ــــ خندق کی کھدائی کے وقت ــــ بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے،

اور سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۹۵ پر بیان ہوا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تھکاوٹ ہوئی اور بھوک لگی کیونکہ وہ تنگی کا زمانہ اور بھوک کا سال تھا اور جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی تکلیف اور بھوک کی دیکھا تو حضرت عبداللہ بن رواح کے شعر کو بطور مثال پڑھا ۔

اے اللہ بھلائی تو صرف آخرت کی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کو برکت دے ،

اور یہ آزمائشیں اور مصائب جن میں مسلمان ڈوب گئے عہد شکن قریظہ لائے تاکہ اس عہد کو توڑ دیں جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ہے اور ان کو مارنے کے لیے احزاب کے ساتھ موافقت کرلیں ، پس آزمائش کے حلقے مزید مضبوط ہو گئے اور مسلمانوں کے خلاف کرب و بلا کے عوامل نے عہد و پیمان کر لیا ، لیکن ــــ ان سب باتوں کے باوجود ــ وہ اللہ کی طرف سے فراخی کے انتظار میں ڈٹے رہے جس کی مدد پر انہیں یقین کامل تھا ۔

دشمن کے قافلے کی برآمدگی

اور مدنی فوج نے بیس اونٹوں پر قبضہ کر لیا جو کھجوروں ، جو اور بھوسے لدے ہوئے تھے جنہیں یہود نے قریش کی مدد و تقویت کے لیے بھیجا تھا ، پس مسلمانوں نے انہیں روک لیا اور انہیں سالار رسول کے پاس لے آئے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی بھوک کی تنگی کو کم کیا اور اس قافلہ پر قبضہ کرنے والا انصار کا ایک مسلح گشتی دستہ تھا جس کے جوان اپنے ایک مُردہ کو مدینہ میں دفن کرنے کے لیے نکلے تو انہوں نے اس قافلے کو پایا اور جب ابو سفیان کو مدنی فوج کے اس قافلہ ، خوراک پر قابض ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے کہا ۔ ۔ ۔ ۔ بلا شبہ حیی بن اخطب منحوس ہے اس نے ہمارا دستہ روک دیا ہے جب ہم واپس ہوں گے تو ہم اس پر لادنے کو کچھ نہیں پائیں گے ؎ سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ

مشرکین کے سواروں کی سرگرمیاں

اور مشرکین کے سواروں کی سرگرمیاں بڑھ گئیں اور یہ سوار بہت بڑی تعداد میں ہر رات کو صبح تک خندق کے گرد چکر لگاتے اور ان کے پیچھے دوسرے سوار سارا دن رات تک چکر لگاتے اور ان کے اصحاب کی خواہش تھی کہ وہ مسلمانوں کو اچانک پکڑ لیں جس سے مصیبت بڑھ گئی اور مشقت نے انہیں درماندگی کی حد تک تکلیف پہنچائی۔

اور (خندق کی آخری راتوں میں) خندق کے گرد مشرکین کے سواروں کی بڑھی ہوئی سرگرمیوں نے انہیں (رات بھر) صبح تک جاگنے پر مجبور کر دیا اور یہ جاگنا اس خوف سے خندق کے کناروں کی حفاظت کے لیے گشتی کاروائیاں بروئے کار لانے کی وجہ سے تھا کہ دشمن کے سوار انہیں غفلت میں نہ پکڑ لیں،

اور جب احزاب کے سواروں کا دباؤ سخت ہو گیا تو سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود (رات کو) خندق کی خطرناک پوزیشن کی حفاظت کرتے جس کے راستے سے مسلمان ان کی آمد سے ڈرتے تھے۔

حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کو) خندق کے شگاف پر پڑاؤ کرتے تاکہ دشمن کو اس سے داخل ہونے سے روکیں اور آپ فرمایا کرتے تھے مجھے خدشہ ہے کہ مسلمان اس سے نقصان اٹھائیں گے۔

اور جب سردی کی شدت آپ پر قابو پا لیتی تو آپ کچھ وقت گرمی حاصل کرنے کے لیے اپنے خیمے میں آجاتے اور جب گرم ہو جاتے تو اس خطرناک شگاف پہ پڑاؤ کرتے اور خود اس کی حفاظت کرنے کے لیے واپس آجاتے۔

اور ان سرد راتوں میں سے ایک سرد رات کو آپؐ اپنے خیمے میں جو اس شگاف کے قریب ہی تھا گرمی حاصل کر رہے تھے اور آپؐ کی توجہ اس شگاف کی طرف تھی، آپؐ نے (حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق) فرمایا کاش کوئی نیک جوان اس شب کو اس شگاف کی حفاظت کرتا، آپؐ نے آخر شب کی تاریکی میں اپنے خیمے کے گرد ہتھیاروں کی آواز سُنی تو آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا ——— یا رسول اللہ، سعد ہے میں آپؐ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں آپؐ نے حضرت سعد سے کہا کہ اس شب (آپ کی بجائے) اس اہم شگاف پہ وہ پڑاؤ کریں آپؐ نے فرمایا . . . . . اس شگاف کی حفاظت کرنا آپ کی ذمہ داری ہے حضرت سعد نے اپنے نبی کے حکم کی اطاعت کی اور اپنے ساتھی سپاہیوں کے ساتھ جلدی کی اور اس کی حفاظت کے لیے اس کے پاس پڑاؤ کر لیا اور اس اہم اور حساس پوزیشن کے متعلق اطمینان کرنے کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قابل اعتماد سوار کی حفاظت میں رات کا کچھ حصہ (آپ بے خوابی کی سختی سے تھکے ہوئے تھے) ایسی پُرسکون نیند سوئے کہ آپؐ نیند میں خراٹے مارنے لگے (جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گشتی کاروائیوں میں حصہ لینا

اور کچھ نیند کرنے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ——— رات گذرنے سے قبل ——— اُٹھ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ گشتی کاروائیوں میں حصہ لینے کے لیے خندق کے کناروں کی جانب گئے نیز اس دشمن کی نگرانی کے لیے گئے جو اپنے سواروں کے ساتھ خندق کے گرد تمام رات چکر لگانے سے نہ رکتا تھا۔

اور آپ نے اپنی گشتی کارروائیوں کے درمیان (جو رات کی آخری تہائی میں ہوتی تھیں) مشرکین کے سواروں کی حرکت کو محسوس کیا وہ خندق کے کناروں کے گرد گھوم رہے تھے آپؐ نے اپنے اصحاب کو ان کی جگہ بتاتے ہوئے کہا . . . . یہ مشرکین کے سوار ہیں پھر آپؐ نے اپنے خاص محافظ دستے کے لیڈر کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ اور اس کے جوان دشمن کے سواروں کی نگرانی کریں آپؐ نے فرمایا . . . . اسے عباد بن بشر، اس نے کہا لبیک یا رسول اللہ، آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے، اس نے کہا، یا رسول اللہ میں ایک جماعت کے ساتھ آپ کے خیمے کے گرد ہوں، آپؐ نے اسے خندق کے گرد چکر لگانے کا حکم دیا اور اسے بتایا کہ مشرکین کے سوار اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں، حضرت عباد نے اپنے سالار اعلیٰ کے حکم کو نافذ کر دیا اور جہاں احزاب کے سوار گشت کر رہے تھے اس کے بالمقابل اپنے جوانوں کے ساتھ گشت کرنے لگے۔

خالد بن ولید اور خندق میں داخلہ[1]

اور احزاب کی سخت راتوں میں سے ایک سخت رات کو حضرت خالد بن ولید نے، قریش کے سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ، خندق کی تنگ جانب سے مسلمانوں پر حملہ کرنے اور غفلت میں انہیں پکڑنے کی کوشش کی، لیکن مسلمانوں کے گشتی دستے اس کے اور اس کے مقصد کے درمیان حائل ہو گئے، مسلمان، خندق کے تنگ مقامات کو مشرکین سے بہتر جانتے تھے اور توقع رکھتے تھے کہ آخر شب کی تاریکی میں احزاب کے سوار ان سے داخل ہوں گے، اس لیے یہ مقامات ہمیشہ مسلمانوں کے چوکس

---

[1]: قادۃ فتح العراق والجزیرہ صفحہ ۵۰۔۵۹ میں تفاصیل ملاحظہ کیجئے۔

گشتی دستوں کی نگرانی میں رہتے تھے اور جب (حضرت) خالد بن ولید نے اپنے گھوڑے کے ساتھ خندق کی تنگنائی سے داخل ہونے کی کوشش کی تو اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے ایک بڑے گشتی مسلح دستے کے سامنے پایا جس کی کمان حضرت اُسید بن الحضیر کر رہے تھے جو آپؐ کے دوسو اصحاب پر مشتمل تھا تو (حضرت) خالد، تنگنائی میں داخل ہونے سے رُک گئے۔

البتہ (حضرت) خالد کے سواروں نے اس شب مسلمانوں سے جنگ کی اور جنگ (طبعاً) خندق کے پار تیروں اور نیزوں سے ہوئی اور اس شبینہ جنگ میں حضرت الطفیل بن النعمان نے شہادت پائی آپ کو (حضرت حمزہ کے قاتل) وحشی حبشی نے قتل کیا، حضرت طفیل کو خندق کے پار سے ایسے مقام پر نیزہ لگا، جس جگہ چوٹ لگنے سے انسان کی ہلاکت ہو جاتی ہے۔

اُبُوسفیان کا خُود سَواروں کی کمان کرنا

اور خندق کی آخری راتوں میں مشرکین کی سرگرمیاں خطرناک حد تک پہنچ گئیں جنہوں نے مسلمانوں کو تکلیف اور مشقت میں ڈال دیا اور خندق کے گرد گشتی کاروائیوں کے لیے احزاب کے جیوش کے سالار عام ابو سفیان نے خود کمان، سنبھال لی ـــــ اور اس نے خود سواروں کی کمان کی ـــــ اور وہ خالد بن ولید، عکرمہ بن ابوجہل اور عمرو بن العاص کے ساتھ مل کر، احزاب کے سواروں کے ساتھ (بہت بڑی تعداد میں اور عناد واصرار اور اضطراب میں) خندق کی تنگنائیوں کے گرد گشت کرنے لگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ احزاب کی کمان کو اکتاہٹ نے آلیا کیونکہ بیس روز سے زیادہ دنوں تک اُن کی افواج حیران کھڑی رہیں انہیں معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ

وہ اس عظیم حربی تدبیر (خندق) کے سامنے کیا کریں جس نے مسلمانوں کے لیے ان کے مدینہ کے دفاع کو بعد ازاں حدود تک آسان کر دیا تھا اور (اس طویل مدت میں) جیوش احزاب کے دس ہزار جانباز بیکار کھڑے رہے اور مسلمانوں کے خلاف کوئی قابل ذکر فوجی کارروائی نہ کر سکے،

اور سپاہیوں میں (خصوصاً اس زمانے میں) برافروختگی پیدا کرنے کے لیے اس سے بڑی بات کوئی نہ تھی کہ انہیں اپنی چھاؤنیوں میں بند کر دیا جائے خصوصاً جب وہ اپنے اوطان واہالی سے دور ہوں۔

مدینہ پر قبضہ کرنے کی آخری کوشش

معلوم ہوتا ہے کہ احزاب کی کمان نے (باوجود ان تمام کوششوں کی ناکامی کے جو اس نے مسلمانوں کی جانب خندق عبور کرنے کے لیے کیں) فیصلہ کیا کہ وہ فیصلہ کن معرکہ میں حصہ لینے کے لیے مسلمانوں کو مجبور کرنے کے واسطے ایک آخری کوشش کرے اور اس دفعہ یہ کوشش پہلی سب کوششوں سے بڑی تھی اور اسے منصوبہ بندی اور غور و خوض سے بنایا گیا جس میں احزاب کے ان قائدین نے شرکت کی (جو افواج کے ذمہ دار قائدین کی طرح) اپنی جرار افواج کے اپنی چھاؤنیوں میں اپنے اوطان واہالی سے دور بیکار پڑا رہنے کی اہمیت کا اندازہ لگاتے ہیں، خصوصاً بدوی سپاہی جو احزاب کی افواج کے ستون تھے وہ صرف سریع اور چھاپا مار جنگ کے عادی ہوتے ہیں جو (طویل ترین وقت میں) ایک دن سے زیادہ نہیں ہوتی۔

قریش کے تمام دستوں کے قائدین اپنے ماتحت سواروں کو خندق کے کناروں پر لے آئے اور ان کے پیچھے بہت سے پیادے بھی تھے جو ریوڑ کی مانند کھڑے

تھے تاکہ ضرورت پر انہیں بلا لیا جائے۔

نئے منصوبے کی تفاصیل

ان سوار دستوں کے قائدین اپنے گھوڑوں کے ساتھ ، طے شدہ منصوبے کے مطابق معین تکنیک اور انتظام کے موافق گشت کرنے لگے اور وہ خندق کی تنگنائیوں کے گرد مسلسل گشت کرتے رہتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ خندق کو قریب قریب جگہوں سے اپنے سواروں کی بہت بڑی تعداد کے ساتھ پھلانگ کر دونوں کناروں پر قبضہ کرنا ان کے امکان میں ہے ، جس سے (جب وہ سواروں کی بڑی تعداد کے ساتھ پھلانگنے میں کامیاب ہو جائیں) وہ اپنی سوار فوج کو خندق کے کناروں پر معین مقامات پر مدینہ کی جانب مضبوط پوزیشن میں کھڑا کر سکیں گے۔

اس سے ان کے سوار خندق کے فوجی حکمت عملی کے مقامات پر قابض ہو جائیں گے جو دونوں اطراف سے ان کی نگرانی تلے ہوں گے اور جو سوار مسلمانوں کی جانب معین مقامات پر قبضہ کریں گے تو جب وہ ان مقامات سے انہیں باہر نکالنے کا ارادہ کریں گے تو وہ مسلمانوں کے سامنے ڈٹ جانے کی قوت پائیں گے۔

اور اس منصوبے کی تنفیذ سے احزاب کے جوان —— ان سواروں کی نگرانی میں جو مدینہ کی جانب خندق کے کناروں پر ٹھہرے ہوں گے —— خندق کے مقررکردہ مقامات کو ملبے سے پُر کر سکیں گے اور ان مقامات کے پُر ہو جانے سے احزاب کے پیادے (جو ان کی افواج کے اکثریت کے نمائندے تھے) سہولت سے خندق کو عبور کر کے اس جگہ پہنچ جائیں گے جہاں مسلمان پڑاؤ کئے ہوئے ہیں اور اس طرح احزاب کے قائدین اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کن معرکہ

کو جلد شروع کر سکیں گے ،

اور احزاب کے قائدین کو تقریباً یہ یقین تھا کہ جب ہمہ گیر اور فیصلہ کن معرکہ میں ان کی عظیم اور خوفناک افواج ، مدینہ کی چھوٹی فوج کے ساتھ جنگ کریں گی (خصوصاً یہود بنی قریظہ کے ان سے ملنے اور پیچھے سے مسلمانوں کو دھمکانے کے بعد) تو انہیں مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہوگا اور اسبات سے مدینہ کی کمان بچتی تھی اور اس لفظ کے پورے مفہوم کے ساتھ اس سے بچنے کے لیے کام کرتی تھی اور مدینہ کی دانشمند کمان نے خندق کی کھدائی کا جو کام کیا تھا وہ اس لیے تھا کہ وہ ایک طبعی رکاوٹ بن جائے جو ان کے اور احزاب کی افواج کے درمیان علیحدگی کر دے ،

اور اس جدید منصوبے کی تنفیذ سے عموماً خندق کے پیچھے اسلامی فوج کے مقامات پر مشرکین کا دباؤ دگنا ہوگیا اور ابوسفیان —— احزاب کی افواج کا سالار عام جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے صرف سوار دستوں کے بھیجنے پر اکتفا کیا کرتا تھا —— خود اس دباؤ کی کارروائیوں کی نگہداشت کرنے لگا اور خود ہی سواروں کی کمان کرنے لگا جو دباؤ اور تکلیف کی کارروائی کا بڑا ہتھیار رکھتے۔

اور یوں —— جمود کے کچھ عرصہ بعد جو کئی دنوں تک مسلسل جاری رہا —— احزاب نے (آخری کوشش کے طور پر) مسلمانوں کو فیصلہ کن معرکہ میں اپنے ساتھ گھسنے پر مجبور کرنے کے لیے اپنی افواج کی جتھہ بندی کی اور وہ اس معرکہ میں مسلمانوں کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے۔

اور احزاب کی اس آخری زبردست کوشش کے نتیجہ میں ، مسلمانوں کے خلاف دباؤ چوٹی پر پہنچ گیا اور گذشتہ اوقات کی نسبت ان پر معیت سخت ہو گئی اور تنگی ، کرب اور خوف نے ان کو پوری طرح قابو کر لیا۔

اور محاصرے کی جدید تنظیمات نے ان کو سخت مشقت میں ڈال دیا حالانکہ اس کے ساتھ وہ بھوک کی شدت اور سردی کی سخت تکلیف بھی برداشت کر رہے تھے اور انہیں یہ خوف بھی تھا کہ یہود پیچھے سے ان پر حملہ کر دیں گے اور وہ اس شدید آزمائش کے پنجوں میں پڑے ہوئے تھے۔

خندق کی سخت ترین رات

مسلمانوں کے خلاف، مصیبت کے حوال کے تلاحق کے نتیجے میں دوسرے کمزور ایمان گروہ اسلامی فوج کی صفوں سے واپس جانے لگے اور قسمت کی ان تاریک راتوں میں آپؐ کے مخلص اصحاب کی ایک چھوٹی سی جماعت ——— آندھی کے سامنے ڈٹی رہی ——— جس نے اپنی قسمت کو آپؐ کی قسمت کے ساتھ مربوط کر دیا تھا، جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن معاذ، اور حضرت طلحہ بن عبد اللہ، اور جو شجاعت ویقین اور ایمان میں ان کے پائے کے لوگ تھے، رضی اللہ عنہم،

اور تنگی، تکلیف، کرب اور خوف ——— حتیٰ کہ اس مخلص جماعت سے بھی کچھ لوگوں نے اس شدت کے باعث جو ان کا گھیراؤ کیے ہوئے تھے ——— بہت دور اس درجہ تک چلا گیا کہ انہوں نے خوفناک جنگ کی آزمائش کے باعث ان آخری لمحات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپؐ کو خوف، تنگی اور کرب کی اس شدت سے آگاہ کیا جسے وہ برداشت کر رہے تھے انہوں نے آپ سے کہا،

یا رسول اللہ، دل، حلق تک پہنچ گئے ہیں، کیا کوئی چیز ہے جسے ہم پڑھیں، آپ نے فرمایا، ہاں، پڑھو، اللھم استر عوراتنا وامن روعاتنا[1] (ترجمہ) اے اللہ ہماری

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱

کمزوریوں کو چھپانے اور ہمیں اپنے خوف سے امن دے اور ان لمحات میں جن میں . . .
مسلمانوں کے خلاف مصیبت بڑھ گئی تھی ، حضرت جبریل نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس آکر آپ کو احزاب کی شکست کے نزدیک ہونے کی بشارت دی نیز یہ کہ عنقریب
اللہ تعالےٰ اپنی جناب سے ان کے خلاف ہوا اور افواج کو بھیجے گا ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مطمئن کرنے گئے اور جو کچھ جبریل نے آپؐ کو بتایا تھا
آپؐ نے انہیں بتایا کہ احزاب کا انجام نزدیک ہے اور آپؐ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف
بلند کرکے کہنے لگے . . . شکریہ شکریہ !

شدت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

صحیح بخاری میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب پر مصائب
اُمڈ آئے اور محاصرے کی کاروائیاں تبدیل ہوگئیں اور خندق کی آخری راتوں میں ان کا
دباؤ سخت ہوگیا اور آپؐ نے اپنے اصحاب کی شدت خوف کو دیکھا تو آپ نے
اپنے رب سے دعا کی ،

اللھم منزل الکتاب سریع الحساب اھزم الاحزاب . . . . . اللھم اھزمھم ،
وانصرنا علیھم وزلزلھم . . . . .

ترجمہ : اے کتاب کے نازل کرنے والے ، جلد حساب لینے والے خدا احزاب کو
شکست دے . . . اے اللہ انہیں شکست دے اور ہمیں ان پر فتح دے اور
ان کو خوفزدہ کردے ،

پھر آپؐ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں تقریر کی اور فرمایا ــــ اے لوگو دشمن سے
مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت چاہو اور اگر تم دشمن سے مڈبھیڑ کرو تو استقلال
سے کام لو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے ۔

اور آپؐ نے خندق کے روز یہ دعا بھی کی ـــــ یا صریخ المکروبین، یا مجیب المضطرین اکشف ھمی وغمی وکربی فانک تریٰ مانزل بی وباصحابی۔

اے مصیبت زدوں کے فریاد رس، اے مجبوروں کو جواب دینے والے، میرے ہم وغم اور کرب کو دُور فرما، بلاشبہ تو اس مصیبت کو دیکھتا ہے جو مجھ پر اور میرے اصحاب پر نازل ہوئی ہے۔

قریش کا مسلمانوں سے متعرض ہونا

محاصرے کی جدید تنظیمات کے نتیجے میں، مسلمانوں نے جس شدت و تنگی اور کرب و خوف کو برداشت کیا احزاب کی کمان نے اس کا ادراک کر لیا اور انہوں نے اپنے دباؤ کو سخت کر دیا اور اپنی سرگرمیوں کو دُگنا کر دیا اور بنی قریظہ کے یہود کو اشارہ دیا کہ وہ پیچھے سے مسلمانوں سے چھیڑ خانی کریں اور انہیں مصروف کر دیں اور ان قلعوں پر حملہ کر کے انہیں پریشان کر دیں جن میں اسلامی کمان نے مدینہ کو خالی کرتے وقت عورتوں اور بچوں کو جمع کیا ہے نیز یہ کہ وہ (صفر کی گھڑی میں) خندق کے پیچھے مسلمانوں کے مقامات پر عام حملہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار رہیں۔

اور احزاب کے مطالبے کو یہود نے پورا کر دیا اور وہ مسلمانوں کو مضطرب کرنے لگے اور ان قلعوں پر جن میں مسلمانوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو رکھا ہوا تھا حملہ کر کے انہیں پریشان کرنے لگے۔

اور انسان کے دل کو اس بات کے علم سے زیادہ پریشان کرنے والی کوئی بات نہیں کہ اس کی بیوی اور بیٹے اور بیٹیاں خطرے میں ہیں اور انہیں یہ دھڑکا بھی لگا رہتا ہو کہ دشمن انہیں قیدی بنا لے گا یا انہیں قیدی بنا کر پکڑے گا۔

اور دشمن نے بنی قریظہ کے یہود کو ان قلعوں پر جن میں مسلمانوں کی عورتیں

اور بچے قلعہ بند تھے، حملہ کا اشارہ کر کے بھی ارادہ کیا تھا، اور یہود نے (عملاً) بھی ان قلعوں پر حملہ کیا۔

یہود کا عورتوں پر حملہ

یہود نے (احزاب کی راتوں کی ان خوفناک گھڑیوں میں) ان قلعوں پر جن میں عورتیں اور بچے پناہ لئے ہوئے تھے حملے کی کئی کوششیں کیں، چونکہ قلعے، خندق کے پیچھے اسلامی فوج کی جگہوں سے دور نہ تھے اس لیے مسلمانوں نے ان قلعوں کی حفاظت کے لیے خاص محافظ نہ چھوڑے جو ہمیشہ ان کی حفاظت کرتے کیونکہ مسلمانوں کے گشتی دستے مدینہ کے اندر (خاص طور پر رات کو) مسلسل چکر لگاتے رہتے تھے، لیکن کمان نے عورتوں کو حکم دیا کہ جب انہیں دشمن کی طرف سے حملے کا خطرہ ہو تو وہ مدد کی طلب کے سگنل کے طور پر قلعے کی چوٹی پر تلواروں کو حرکت دیں تاکہ مسلمان جلد ان کی مدد کو پہنچ جائیں۔

طبرانی نے بحوالہ حضرت رافع بن خدیج روایت کی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ بنی حارثہ کے قلعے سے کوئی مضبوط قلعہ نہ تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو اس میں رکھا اور فرمایا اگر کوئی شخص نہ ہو تو تلوار سے اشارہ کرنا،

اور (بنی قریظہ) کا ایک شخص جو بنی ثعلبہ بن سعد سے تھا اور اسے نجدان کہا جاتا تھا اور وہ بنی جحاش کا ایک شخص تھا وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا حتی کہ قلعے کی بنیاد کے پاس آکر عورتوں سے کہنے لگا اتر کر میرے پاس آجاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا تو انہوں نے تلوار ہلائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اسے دیکھ لیا تو کچھ لوگ جلدی سے قلعے کی طرف گئے ان میں بنی

حارثہ کا ایک شخص بھی تھا جسے ظفر بن رافع کہا جاتا تھا اس نے کہا اے محمد! ان مقابلے میں آؤ تو وہ اس کے مقابلے میں آیا تو اس نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے سر کو لے کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔

یہود کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر حملہ کرنے کی کوشش کرنا

اور یہود نے قلعوں میں صحابہ کی بیویوں پر حملہ کرنے اور ان کو قیدی بنانے کی کوشش پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور دوسرے قلعے میں ان کے ساتھ جو عورتیں تھیں ان پر بھی مسلمانوں کو پریشان اور مشوش کرنے کے لیے حملہ کیا اور وہ خندق کے کناروں پر احزاب کی بڑی افواج کا مقابلہ کر رہے تھے البزار نے اپنے اسناد سے حضرت زبیر بن العوام سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ) خندق کے لیے نکلے تو آپ نے اپنی بیویوں اور اپنی پھوپھی حضرت صفیہ کو فارع نام قلعہ میں رکھا اور حضرت حسان بن ثابت کو ان کے ساتھ رکھا اور ابن اسحاق نے بھی ایسے ہی عباد بن عبداللہ بن زبیر سے بحوالہ ان کے باپ کے روایت کی ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب فارع میں حضرت حسان بن ثابت کے قلعے میں تھیں اور حسان بن ثابت عورتوں اور بچوں کے ساتھ تھے حضرت صفیہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی ہمارے پاس سے گذرا اور قلعے کے چکر لگانے لگا اور بنو قریظہ نے جنگ کی اور ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو عہد تھا انہوں نے توڑ دیا اور ہمارے اور ان کے درمیان کوئی شخص نہ تھا جو ہمارا دفاع کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اپنے دشمنوں کے سامنے تھے اور اگر کوئی آنے والا ہمارے پاس آتا تو وہ انہیں چھوڑ کر ہمارے پاس نہ آ سکتے تھے آپ بیان کرتی ہیں میں نے کہا: اے حسان یہ یہودی ہے اور

تو دیکھ ہی رہا ہے کہ یہ قلع کے چکر لگا رہا ہے اور قسم بخدا میں اس سے مطمئن نہیں کہ یہ ان یہود کو جو ہمارے پیچھے ہیں ہماری کمزوری سے آگاہ کر دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب ہماری حفاظت میں مشغول ہیں اتر کر اسے قتل کر دیجئے، حضرت حسان نے کہا، اے دختر عبدالمطلب اللہ تجھے معاف کرے آپ جانتی ہیں کہ میں اس کام کا اہل نہیں، حضرت صفیہ بیان کرتی ہیں جب آپ نے مجھے یہ بات کہی اور میں نے آپ کے پاس کوئی چیز بھی نہ دیکھی تو میں نے اپنی کمر کس لی، پھر میں نے ایک ڈنڈا لیا اور قلعے سے اتر کر اس کے پاس گئی اور میں نے اسے ڈنڈا مار کر قتل کر دیا اور جب میں اس سے فارغ ہوئی تو قلعے کی طرف واپس آگئی اور میں نے کہا اے حسان، اس کے پاس جا کر اس کا لباس اتار لو مجھے اس کے کپڑے اتارنے سے یہی امر مانع ہے کہ وہ ایک مرد ہے، حضرت حسان نے کہا، اے دختر عبدالمطلب مجھے اس کے کپڑوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

البزار کی ایک روایت میں ہے جسے مولف وفاءالوفا نے جلد ا ص۲۰۳ پہ بیان کیا ہے کہ یہ یہودی قلعہ پر چڑھ آیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو دیکھنے لگا اور حضرت صفیہ نے اسے قتل کرنے کے بعد اس کا سر کاٹ لیا، اور اسے ان یہود کی طرف پھینک دیا جو قلعے کے اردگرد تھے اس بات نے انہیں خوفزدہ کر دیا اور وہ خوفزدہ ہو کر واپس چلے گئے اور وہ خیال کرنے لگے کہ وہاں پر اسلامی فوج کے محافظین عورتوں کی حفاظت کر رہے ہیں اور ان یہود نے (بھاگتے ہوئے) ایک دوسرے سے کہا ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اہل کو یوں پیچھے چھوڑنے والے نہیں کہ ان کے پاس کوئی آدمی نہ ہو پھر وہ منتشر ہو گئے

اسی طرح یہود نے (عورتوں اور بچوں سے متعرض ہو کر) مسلمانوں کو

پریشان کیا اور ان کی پریشانیوں میں اضافہ کیا اور ان کی مصیبت کو دُگنا کر دیا اور کوئی چیز (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں) انسان کے دل کو اس بات سے بڑھ کر پریشان کرنے والی نہیں کہ اس کے بیوی، بچوں اور بیٹوں کو تہہ ہونے کا خطرہ درپیش ہے۔

اس لیے مسلمان مجبور ہوئے کہ وہ اپنی عورتوں اور بچوں کو یہود سے بچانے کے لیے اپنی محافظ فوج کو دُگنا کر دیں جس سے ان کی بڑی فوج کی قوت جو احزاب کے مقابلہ کے لیے خندق کے کناروں پر پڑاؤ کئے ہوئے تھی کم ہو گئی۔

اور مشرکین نے بھی مسلمانوں کی اس فوج میں جو خندق کے کناروں پر ان کا مقابلہ کر رہی تھی واضح کمی محسوس کی اور انہوں نے موقع سے فائدہ اُٹھایا اور ہر طرف سے ان کا گھیراؤ کر لیا اور تکلیف و درماندگی کے درجہ تک ان کو مشغول کر دیا اور اس حد تک کہ انہوں نے ان کو آرام حاصل کرنے کا موقع نہ دیا کہ وہ اس میں نماز کا فریضہ ہی ادا کر سکتے اور انہوں نے ان کو (دن رات) خندق کے کناروں پر تیاری کی حالت میں پڑاؤ کیے رہنے پر مجبور کر دیا اور وہ ہتھیار بند بیٹھے تھے۔

پس احزاب کے سوار (مزید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اور دھمکاتے ہوئے) خندق کے گرد چکر لگانے لگے اور بہت بڑی تعداد میں دن رات اور پریشان کن خوفناک صورت میں ٹکڑیوں کے گرد جمع ہونے لگے جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہ تھی جس نے مسلمانوں کو اسلحہ سمیت ہمیشہ دن رات خندق کے کناروں پر ہتھیار بند رہنے پر مجبور کیا ہو اور خصوصاً اس پوزیشن پر جہاں سے خیال تھا کہ احزاب کے سوار اس جگہ گھس آئیں گے اور مسلمانوں نے اپنی گشتی دستوں کی سرگرمیوں کو دگنا کر دیا جنہیں (اپنے جوانوں کی کمی کی وجہ سے) خندق کے گرد مسلسل گشت نے انجام کار تھکا دینے والی صورت میں سست کر دیا،

محاصرے کی سختی نے مسلمانوں کو نماز سے روک دیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قلیل مخلص اصحاب نے ان آخری خوفناک راتوں میں جو زبردست حفاظتی کارروائی کی ان نے ان کو مشقت، کمزوری اور مصروفیت کے اس درجہ تک پہنچا دیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض صحابہ (جو نگرانی اور دشمن کی حرکات اور خندق کی جنگی حکمت عملی کی پوزیشنوں کی حفاظت کے ذمہ دار تھے) ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں اپنے اوقات میں ادا نہ کر سکے،

اور المقریزی نے اپنی کتاب (امتاع الاسماع) میں ان خوفناک اور فیصلہ کن راتوں میں مسلمانوں کے بڑھے ہوئے کرب اور انتہا کو پہنچی ہوئی شدت کی حالت کی تصویر کشی کی ہے اس نے بیان کیا ہے کہ

"مشرکین سحری کے وقت آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو تیار کیا اور انہوں نے اس روز رات آنے تک جنگ کی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ کوئی مسلمان اپنی جگہوں سے ہلنے کی طاقت رکھتا تھا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھنے کی سکت پائی اور آپ کے اصحاب کہنے لگے یا رسول اللہ ہم نے نماز نہیں پڑھی آپ فرماتے اور نہ ہی میں نے قسم بخدا نماز پڑھی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو دور کر دیا، اور دونوں فریق اپنی اپنی فرودگاہ پر واپس آگئے"۔

اور حضرت اُسید بن حضیر[1] دو سو آدمیوں کے ساتھ خندق کے کنارے پر کھڑے

---

[1] اُسید بن حضیر انصار کے ایک زعیم اور سوار تھے آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے۔

تھے کہ مشرکین کے سواروں نے موقع پاکر حملہ کر دیا (اور ان کے سالار خالد بن ولید تھے[1])
اور ایک گھنٹہ تک آپ نے ان سے جنگ کی اور وحشی (حضرت حمزہ بن عبد المطلب کے
قاتل) نے حضرت طفیل بن نعمان بن خنساء انصاری کو نیزہ مار کر قتل کر دیا جس طرح کہ
اس نے اُحد کے روز حضرت حمزہ کو قتل کیا تھا، اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بحوالہ موسیٰ
بن عقبہ بیان کیا ہے کہ

"مشرکین نے مسلمانوں کو گھیر لیا حتیٰ کہ انہوں نے ان کو اپنے دستوں کے
سامنے قلعے کی طرح رکھ دیا اور تقریباً اکیس راتوں تک ان کا محاصرہ کئے رکھا اور ہر
جانب سے انہیں پکڑ لیا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ

پھر ابن کثیر ـــــ سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر پر مشرکین کے سواروں کے
حملے کی کوشش کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرودگاہ کی جانب ایک مضبوط دستہ
روانہ کیا اور انہوں نے اس روز، رات تک ان سے جنگ کی اور جب نماز کا وقت آیا
تو دستہ قریب ہو گیا اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ آپ کے وہ اصحاب جو
آپ کے ساتھ تھے اپنی مرضی کے مطابق نماز پڑھ سکے اور دستہ رات کو لوٹ گیا
راوی کا بیان ہے کہ ان کا خیال ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا....
انہوں نے ہمیں نماز عصر سے غافل کر دیا ہے اللہ تعالےٰ ان کے بطون و قلوب اور
قبور کو آگ سے بھر دے۔

---

[1]: آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ اُحد میں دیکھئے۔

اور جب مصیبت سخت ہوگئی تو بہت سے لوگوں نے منافقت کی اور بُری باتیں کیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے کرب و مصیبت کو دیکھا تو آپؐ انہیں بشارت دیتے ہوئے کہنے لگے ...... اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو سختی تم دیکھ رہے ہو وہ ضرور اسے تم سے دُور کر دے گا اور مجھے امید ہے کہ میں اطمینان کے ساتھ پُرانے گھر کا طواف کروں گا اور اللہ مجھے کعبہ کی چابیاں دے گا اور اللہ ضرور قیصر و کسریٰ کو ہلاک کرے گا اور ان دونوں کے خزانوں کو تم ضرور راہِ خدا میں خرچ کرو گے''

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب خندق کے روز غروب آفتاب کے بعد آئے اور قریش کفار کو بُرا بھلا کہتے گئے اور آپ نے کہا یارسول اللہ میں سورج غروب ہونے تک نماز ادا نہیں کر سکا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں بھی نماز ادا نہیں کر سکا، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطحان میں اترے اور آپ نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی اس کے لیے وضو کیا اور آپ نے غروب آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی ،

اور مسند امام احمد میں بحوالہ حضرت ابن عباس بیان ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن سے جنگ کی اور آپؐ ان سے فارغ نہ ہوئے حتیٰ کہ عصر اپنے وقت سے پیچھے ہوگئی اور جب آپؐ نے یہ صورتحال دیکھی تو فرمایا ، اے اللہ جنہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے روکا ہے ان کے گھروں اور دلوں کو آگ سے بھر دے ،

اور اسی طرح مسند امام احمد میں بحوالہ حضرت ابن مسعود بیان ہوا ہے کہ مشرکین نے خندق کے روز ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں سے روک دیا،

حتیٰ کہ رات کا اتنا حصہ گذر گیا جتنا اللہ نے چاہا، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی اور عصر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی اور مغرب کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی اور عشار کی نماز پڑھائی۔

فقیہانہ نکتہ

بہت سے آئمہ اسلام نے ـــــ جن میں سے امام اوزاعی اور مکحول بھی ہیں ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے عذر قتال کی وجہ سے نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے مگر دوسرے آئمہ نے ـــــ جن میں امام شافعی بھی شامل ہیں ـــــ بیان کیا ہے کہ یہ فعل، اس حکم سے منسوخ ہو گیا ہے جو اللہ نے نماز خوف کے بارے میں نازل کیا ہے جس سے اس نے سپاہی کے لیے ـــــ جنگ کے دوران ـــــ نماز پڑھنا مباح کیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ کام جنگ کی رفتار میں دشمن کے مفاد میں نہ ہو،

اور بہت سے محقق علماء نے نسخ تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اس لیے کہ نماز خوف معرکہ خندق سے قبل شروع ہو چکی تھی جب کہ مسلمانوں نے اسے غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ عسفان میں پڑھا اور یہ دونوں غزوات مسلمانوں نے، غزوہ خندق سے قبل، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں کئے۔

اور امام ابن کثیر نے ـــــ جو کبار فقہائے شافعیہ میں سے ہیں ـــــ نسخ کے قول کے قبول کرنے میں تردد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ (یعنی نسخ کا قول) مشکل ہے پھر بیان کیا ہے کہ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عسفان میں نماز خوف پڑھی اور ابن اسحاق نے . . .

(جو امام المغازی ہیں) اس کا ذکر خندق سے قبل کیا ہے اور اسی طرح ذات الرقاع کو بھی ا
نے خندق سے پہلے بیان کیا ہے واللہ اعلم،

کمزوری کا مقام

تقریباً بائیس راتوں کے شدید محاصرہ کے بعد، محصور مسلمانوں کی حالت خطرہ
کے اس مقام پر پہنچ گئی کہ اس کے بعد صرف کمزوری کا درجہ ہی تھا اور ـــــ ان
گھڑیوں میں ـــــ ہر چیز اس چھوٹی فوج کی صفوں کے اندر کلی کمزوری کا اشارہ کرتی
ہے جو احزاب کے متموج دستوں کے عظیم سمندر میں غرق تھی جو ہر طرف سے اسے
گھیرے ہوئے تھا، اور اگر وہ ایمان نہ ہوتا جس کے ذریعے اللہ نے انہیں بچایا اور
اسے قوی تر ہتھیار بنا دیا جس سے وہ اپنے اس دشمن کا مقابلہ کرتے تھے جو ہر مادی
چیز میں ان سے کئی گنا برتری رکھتا تھا تو ہر چیز بتاتی تھی کہ مسلمان فنا کے نہایت
قریب ہیں اور یا وہ اپنے زبردست محاصر دشمن کی بلا قید و شرط فرمانبرداری اختیار
کرنے کو ہیں۔

خوفناک ڈر کی راتیں

محصور اسلامی فوج کے خلاف، کرب و بلا کے عوامل کا دباؤ اس درجہ تک بلند ہو گیا کہ
بشر اسے اُٹھا نہ سکتا تھا . . . . . قریب تھا کہ قریش اور ان کے احلاف کی متعدد،
زبردست، جانباز، اور اچھی طرح لیس افواج (اپنی کثرت اور ان کی قلت کی وجہ
سے) کا موجزن سمندر انہیں نگل لے جو ان کے گرد ہر جگہ اچھل رہا تھا۔
اور بنی قریظہ کے عہد شکن اور غدار یہودی (سرمستی اور خوشی میں) مدینہ کی
چھوٹی فوج پر ٹوٹ پڑنے کی تیاری کر رہے تھے جو خندق کے پیچھے اپنے دفاعی

استحکامات سے پرے خوف و اضطراب میں بیٹھی ہوئی تھی ۔

اور سخت پریشان کن طبعی عوامل (جو ان فیصلہ کن راتوں میں) اس آزمائش میں پڑی ہوئی فوج کے شامل حال تھے شدید تکلیف دہ سردی، کمزور کرنے والی، بھوک، قاتل سردی سے بچانے والے لباسوں کی خوفناک کمی، اندھیرے میں گھبراہٹ پیدا کرنے والی اور آواز دینے والی زبردست ہوا . . . . اور محصور اور آزمائش میں پڑی ہوئی فوج کی صفوں سے چھپ چھپ کر کھسکنے والے اور راہی افواہوں سے دلوں میں خوف اور گھبراہٹ پیدا کرنے والے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص قلیل اصحاب کو آندھی کی زد میں چھوڑنے والے منافقین ،

خندق کی آخری راتیں

حق بات یہ ہے کہ خوفناک احزاب کی یہ آخری فیصلہ کن راتیں ایک لیبارٹری تھیں جس کی مصائب کی بھٹی میں اللہ تعالٰے نے دوسری بار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو پگھلایا تاکہ صادق کو کاذب سے اور خبیث کو طیب سے ممیز کرے (اور وہ اپنے بندوں کو بہتر جانتا ہے)

اور عملاً ان مسلسل مصائب کے سمندر میں جو ایک دوسرے کی گردن پکڑے ہوئے تھے اپنے نبی کے ساتھ وہ راسخ الایمان ہی ثابت قدم رہے جن کا ایمان بلند پہاڑوں کی طرح راسخ تھا اور اسے کوئی چیز ہلا نہ سکتی تھی خواہ وہ کس قدر بڑی ہو حتٰی کہ بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ خندق کی آخری فیصلہ کن راتوں میں سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف تین سو جانبازوں کے قریب رہ گئے تھے اور تین سو جوان (جن کے پاس ایمان کے سوا، ہر مادی چیز کی

کمی تھی) گیارہ ہزار جانبازوں کے آگے جو ہر مادی چیز میں ان پر برتری رکھتے تھے، کیا کر سکتے تھے؟

حضرت حذیفہؓ شب ہائے کرب و شدت کا حال بیان کرتے ہیں

لیجئے ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور مخلص صحابہ میں سے جو ان فیصلہ کن راتوں میں آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے ایک بڑے صحابی سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے واسطے احزاب کی خوفناک راتوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص اصحاب کو پیش آنے والے مصائب و آلام کو بیان کرے جن جیسے مصائب کو ٹھوس بلند پہاڑ بھی اٹھانے سے عاجز ہوتے ہیں۔

حاکم اور بیہقی نے عکرمہ بن عمار کی حدیث سے روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن الیمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے... مشاہد کا ذکر کیا تو آپ کے ہمنشینوں (یعنی حضرت حذیفہ کے) نے کہا قسم بخدا اگر ہم ان میں شامل ہوتے تو یوں کرتے اور یوں کرتے حضرت حذیفہ نے کہا..... اس کی تمنا نہ کرو، پھر کہا، ہم نے احزاب کی رات کو دیکھا ہے اور ہم بیٹھ کر صف بندی کئے ہوئے تھے اور ابو سفیان اور اس کے ساتھی ہمارے اوپر تھے اور قریظہ کے یہود ہم سے نیچے تھے ہم اپنے بچوں کے بارے میں ان سے خوفزدہ تھے۔

اور اس سے زائد تاریک اور شدید ہوا والی رات ہم پر کبھی نہیں آئی اس کی ہوا میں بجلیوں کی مانند آوازیں تھیں اور وہ ایسی تاریکی تھی کہ ہم سے کوئی، شخص اپنی انگلی کو نہیں دیکھ سکتا تھا اور منافقین، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے لگے اور کہنے لگے ـــــ ہمارے گھر خالی ہیں حالانکہ وہ خالی نہ تھے۔

اور ان میں سے جو کوئی آپؐ سے اجازت مانگتا آپؐ اسے اجازت دے دیتے اور آپؐ انہیں اجازت دیتے اور وہ چپکے سے کھسک جاتے اور ہم (تین سو) یا اس کے قریب رہ گئے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے حتیٰ کہ آپؐ میرے پاس آئے اور مجھ پر دشمن سے بچاؤ کے لیے کوئی چیز نہ تھی اور نہ سردی سے بچنے کے لیے کوئی چیز تھی صرف میری بیوی کی ایک چادر تھی جو میرے گھٹنوں سے تجاوز نہ کرتی تھی۔

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میں اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا آپؐ نے پوچھا . . . یہ کون ہے؟ حذیفہ؟ میں نے کہا . . . حذیفہ تو زمین کے ساتھ بکڑ گیا ہے میں نے کہا . . . ہاں یا رسول اللہ اور میں کھڑے ہونے کو ناپسند کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا آپؐ نے فرمایا، لوگوں میں کوئی واقعہ ہونے والا ہے اور ان لوگوں کی خبر میرے پاس لاؤ۔

اور ابن اسحاق کی روایت میں بحوالہ محمد بن کعب القرظی بیان ہوا ہے کہ کوفہ کے ایک شخص نے حضرت حذیفہ بن الیمان سے کہا . . . اے ابو عبداللہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور آپ کی صحبت اختیار کی ہے؟

آپ نے کہا ہاں میرے بھتیجے

اس نے پوچھا، تم کیا کرتے تھے؟

حضرت حذیفہ نے کہا، ہم کوشش کرتے تھے

اس شخص نے کہا (وہ تابعی تھا اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا تھا)

لہ:- البدایہ والنہایہ جلد۴ صفحہ۱۱۴

خدا کی قسم اگر ہم آپؐ کو پاتے تو ہم آپ کو زمین پر نہ چلنے دیتے اور آپؐ کو اپنی گردنوں پر اُٹھا لیتے، حضرت حذیفہؓ نے کہا اے میرے بھتیجے میں نے اپنے آپ کو خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا کچھ حصہ گئے نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ..... لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اسے ہمارے لیے کون دیکھے گا اور پھر واپس آئے گا —— آپؐ نے اس کے لیے واپسی کی شرط لگائی —— پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا

حضرت حذیفہؓ نے کہا ..... ہم میں سے کوئی شخص شدت خوف، شدت بھوک اور شدت سردی سے کھڑا نہ ہوا اور جب کوئی شخص کھڑا نہ ہوا تو آپؐ نے مجھے بلایا اور جب آپؐ نے مجھے بُلایا تو میں نے کھڑے ہونے کے سوا چارا نہ پایا،

آپؐ نے فرمایا ..... اے حذیفہ، جاؤ اور لوگوں میں داخل ہو جاؤ اور دیکھو اور کچھ بیان نہ کرو حتیٰ کہ ہمارے پاس آجاؤ، اور حضرت حذیفہؓ نے اپنے سالار نبی کی خواہش کو قبول کیا اور مشرکین کے پڑاؤ کی طرف گئے اور ان کے مؤقف کی حقیقت سے آگاہ ہوئے جیسا کہ ہم عنقریب اس کتاب میں اپنی جگہ پر اسے مفصل بیان کریں گے، انشاء اللہ



فصل چہارم



- مسلمانوں کے مفاد کے لیے حربی مؤقف میں اچانک اہم انقلاب
- احزاب اور یہود کے درمیان شدید اختلاف
- جس شخص نے اپنی دانشمندی سے واقعات کے دھارے کو مسلمانوں کے مفاد میں بدل دیا،
- احزاب اور یہود کے درمیان قائم شدہ اتحاد میں کمزوری
- مدینہ کے محاصرہ کو چھوڑنا اور احزاب کا اپنے علاقوں کی طرف ریٹائرمنٹ کرنا
- معرکہ کا انجام

ہم نے اس کتاب کی فصل سوم میں بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کا کرب دضیق اور خوف گلا گھٹنے کے درجہ تک پہنچ گیا (اور دل ، گلوں تک پہنچ گئے) اور ہر مادی چیز اشارہ کر رہی تھی کہ مسلمان (اس سخت خوفناک محاصرے کے آگے) فنا کے نزدیک تھے یا بلا قید و شرط احزاب کی محاصر اور زبردست افواج کی فرمانبرداری اختیار کرنے کو تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب مخلص صحابہ (اپنی متانت ایمان اور شدت یقین کے باعث) ان مسلسل مصائب اور ایک دوسرے سے پیوست تکالیف اور لگاتار ، زلازل کے سامنے حیران ہو کر کھڑے ہو گئے اور انہیں معلوم نہ تھا کہ اس قاتل اور مستحکم بھنور سے کیسے نکلنا ہوگا اور انہوں نے سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تنگی دخوف اور اضطراب کی اطلاع دے دی جسے وہ محسوس کر رہے تھے کہ شاید آپؐ کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو ان کی شدت کرب دخوف اور تنگی و اضطراب کو ہلکا کر دے ، یا رسول اللہ ، دل گلوں تک پہنچ گئے ہیں ، کیا ہمارے کہنے کی کوئی بات ہے؟[1]

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱

مؤقف میں اہم انقلاب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص اصحاب (بیس راتوں سے زیادہ عرصہ گذرنے کے بعد جو سب کی سب مصیبتوں، آزمائشوں اور دکھوں سے بھرپور تھیں) یونہی کھڑے تھے ہاں یہ مخلص چنندہ لوگ (بڑھتے ہوئے خوف و اضطراب میں) قسمت کے ترازو کی طرف دیکھ رہے تھے اور اس کا کانٹا صفر پر حرکت کر رہا تھا اور ٹھیک کر ان کے خوفناک انجام کا انتباہ کر رہا تھا کہ اچانک اللہ تعالےٰ نے تاریخ اسلام کے ان فیصلہ کن لمحات میں ایک شخص کی اسلام کی طرف راہنمائی کی۔

پھر اللہ تعالےٰ نے اس دانشمند اور ذہین شخص کی عطا کردہ قوتوں سے کام لیا تاکہ وہ (ماہرانہ سیاسی فریب کاری سے) اہم واقعات کے دھارے کو بدل دے اور طاقت کا توازن کو آندھی کی زد میں ثابت قدم رہنے والی مومن قلت کے مفاد میں بدل دے اور معجزہ رونما ہوجائے اور اللہ، احزاب کو شکست دے اور مسلمانوں کو مؤید فتح دے۔

اور اس شخص کی دانشمندی نے احزاب کی کمان اور ان کی افواج کے ساتھ جرار فوجوں سے بھی بڑھ کر کام کیا اور اس عظیم دانشمند کا فعل، سب سے بڑا عامل تھا جس نے احزاب کی افواج کو پراگندگی اور جنگ کرنے والوں کو اپنے مقاصد کو پورا کئے بغیر اپنے گھروں کی طرف ناکام واپس جانے تک پہنچا دیا۔

پس اس شخص کی مشقت اور اس کی سیاسی تدبیر اور اس کے دینی اخلاص نے، جس کی دین میں داخل ہونے پر ابھی چوبیس گھنٹے نہیں گذرے تھے احزاب کی جماعتوں اور یہود بنی قریظہ کے درمیان تفرقہ پھیلانے کی قوت حاصل کرلی اس نے (بڑی مہارت کے ساتھ) احزاب کے قائدین اور یہود کے دلوں

میں ایک دوسرے کے خلاف شک و شبہ کے بیج بکھیر دیئے حتیٰ کہ ان زعماء اور قائدین کو ایک دوسرے پر اعتماد نہ رہا اور ان کے محاذ پھٹ گئے اور ان کی وحدت پارا پارا ہوگئی جس سے قریش اور غطفان کے قائدین یہود پر برافروختہ ہونے لگے اور مدینہ کے محاصرے کو چھوڑنے لگے اور ان میں سے ہر کوئی بنی قریظہ کے عہد شکنی اور غدار یہودیوں کو ان کے فیصلہ شدہ انجام کے لیے جو ان کی تباہی پر ختم ہوا، چھوڑ کر اپنے اپنے علاقے کو واپس جانے لگا۔

واقعات کے دھارے کو بدلنے والا شخص

اور یہ شخص جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جنگجو اور ظالم احزاب کی وحدت کو توڑنا پسند کیا نعیم بن مسعود تھا جو نجدی غطفان کے قبیلے سے تھا جس کے جوان، قریشی غطفانی یہودی فوجی اتحاد کے بڑے بازو کی نمائندگی کرتے تھے جو مدینہ پر قبضہ کرنے اور اس میں مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے آیا تھا یہ نعیم بن مسعود اپنی قوم کے سرداروں اور عربی یہودی حلقہ کی نمایاں مشہور شخصیات میں سے تھا اور حرب بت پرست یہودی جنگ باز اتحاد کی فوج کی کمان کے بڑے مشیروں میں سے تھا۔

لیکن حکمت حق سے داس بات میں جس کے بعد احزاب کی آخری رات تھی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے دل کو احزاب کے پڑاؤ میں، اسلام کے لیے کھول دیا۔

نعیم بن مسعود نبوی پڑاؤ میں

اور جب اس کا دل نور اسلام سے روشن ہوگیا تو اس نے اس بات کو اپنے

دل میں چھپائے رکھا پھر یہ احزاب کے پڑاؤ سے جو خندق کے آگے تھا . . کھسک آیا اور آخر شب کی تاریکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑاؤ کی طرف آگیا جہاں آپ خندق کے پیچھے اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھے ۔

اور وہاں یہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا اور اس نے (خفیہ طور پر) آپ کو اطلاع دی کہ . . . اللہ تعالےٰ نے اسلام کی طرف اس کی راہنمائی کی ہے اور اس نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے آپ کے تصرف میں رکھے گا اور آپ جو بھی اسے حکم دیں گے وہ اسے کرنے کے لیے پوری طرح تیار رہے ۔

نعیم بن مسعود نے کہا . . . یا رسول اللہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میری قوم کو میرے اسلام کا علم نہیں ہے آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں اس موقع پر سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا ، تو واحد شخص ہے اگر تو طاقت رکھتا ہے تو ہمیں چھوڑ کر پیچھے چلا جا بلا شبہ جنگ ایک دھوکا ہے[1] اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ

---

[1] ۔ سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۱ میں ہے کہ نعیم بن مسعود نے کہا ، یا رسول اللہ ، میں (مقتضائے حال کے مطابق) بات کروں گا خواہ خلاف واقعہ ہی ہو آپ نے فرمایا آپ کو جو سوجھے وہ کہیں آپ کے لیے جائز ہے ، پس نعیم بن مسعود چل کر بنی قریظہ کے پاس آئے اور آپ ان کے ندیم تھے آپ بیان کرتے ہیں جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے کھانا اور شراب پیش کی ، میں نے کہا میں ان چیزوں میں سے کسی کے لیے نہیں آیا مجھے تمہارے متعلق خوف ہوا ہے تو میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ میں تمہیں مشورہ دوں پھر مؤلف سیرت حلبیہ نے وہ گفتگو بیان کی ہے جسے ہم نے اس کتاب کے متن میں بیان کیا ہے ۔

علیہ وسلم نے نعیم کو مطلق آزادی دے دی کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق جو کام چاہے کرے اور اس کا کام یہ ہے کہ وہ احزاب کی صفوں کے اندر انتشار و انقسام اور ترکِ مدد کی بات رونما کر دے وہ فوراً ان بنی قریظہ کی منازل کی طرف گیا جنہوں نے عہد کے توڑنے سے مؤقف کو گنجلک کر دیا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کرب و بلا کے عوامل کو دوگنا کر دیا تھا۔

خندق کا دانشمند بنی قریظہ کے پاس

نعیم بن مسعود، بنی قریظہ ہاں مشہور و مالوف شخصیات میں سے تھا اور جاہلیت میں ان کا ندیم و صدیق تھا اور اسی نے جاہلیت میں مدینہ میں یہود کی ایک شراب کی دوکان پر (شراب کی تحریم سے قبل) نشے کی حالت میں کفارِ مکہ کے ایک قافلے کے بارے میں گفتگو کی تھی جو عراق کے راستے شام جا رہا تھا اور شراب کی دوکان میں ایک صحابی بھی موجود تھا جو اسلامی فوج کی انٹیلی جنس سے تعلق رکھتا تھا، اس نے سرعت کے ساتھ یہ خبر سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی تو آپ نے ایک فوجی دستہ تیار کیا جس کی کمان آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو دی اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس قافلے کو شام سے واپس آنے پر روکیں اور حضرت زید اس قافلہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یہ اس غزوہ کا واقعہ ہے جس کا نام سریہ زیدؓ بن حارثہ ہے۔

خندق کے دانشمند سے قریظہ نے کیسے فریب کھایا

اور جب نعیم بن مسعود، بنی قریظہ کے قلعوں میں پہنچا اور انہیں آپ کے اسلام کا علم نہیں تھا) تو اس نے دھوکے کے بڑے بڑے دھاگوں کو بُننا شروع کر دیا

سلہ اس سریہ کی تفاصیل ہماری کتاب غزوہ احد میں دیکھئے۔

جن کی کامیابی نے احزاب کی جمعیت کو پراگندگی اور ان کی شکست اور مسلمانوں کو اس کرب عظیم سے چھٹکارا دینے تک پہنچا دیا۔

نعیم نے کہا ۔ ۔ ۔ ۔ اے بنی قریظہ مجھے تم سے جو محبت ہے تم اسے جانتے ہو اور خاص طور پر میرے اور تمہارے درمیان جو تعلقات پائے جاتے ہیں انہیں بھی تم جانتے ہو، سو انہوں نے اس بات کا انکار نہ کیا بلکہ اس کی تائید کی اور کہا آپنے درست کہا ہے آپ ہمارے ہاں متہم نہیں ہے۔

اور یہاں سے اس نے اپنے اس منصوبے کی تنفیذ کا کام شروع کر دیا جس کی تنفیذ کا وہ عزم کئے ہوئے تھا اس نے احزاب کی افواج اور یہود کے درمیان، انتشار، شک اور عدم اعتماد کے بیج بکھیرے تاکہ اسے ان کے باہمی عہد وپیمان کے توڑنے کا موقع ملے اس نے بنی قریظہ کے زعماء کو جمع کیا (اور وہ سب اسے جانتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے) اور انہیں ـــــ انہی میں سے ایک شخص کی طرح جو اُن کے مفاد کی طمع رکھتا ہو ـــــ کہا، قریش اور غطفان تمہاری طرح نہیں ہیں، ملک تمہارا ہے اور اس میں تمہارے اموال اور تمہارے بیوی بچے ہیں تم اسے چھوڑ کر کسی اور ملک میں نہیں جا سکتے اور قریش اور غطفان محمد، (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپؐ کے اصحاب سے جنگ کرنے آئے ہیں اور تم نے ان کے خلاف ان کی مدد کی ہے ان کا ملک اور ان کی بیویاں اور اموال کسی اور جگہ ہیں وہ تمہاری طرح نہیں ہیں اور اگر انہوں نے کوئی موقع پایا تو وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اگر کوئی اور بات ہوئی تو اپنے علاقوں میں چلے جائیں گے اور تمہارے ملک میں تمہارے درمیان اور اس شخص کے درمیان جگہ خالی کر دیں گے۔

پھر نعیم مسلسل ان یہود کے دلوں کو خوف وشک سے بھرنے لگا اور کہنے

لگا، اور اگر تمہارے ساتھ اس کی ملاقات ہوئی تو تم اس سے (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ملاقات کی طاقت نہ پاؤ گے، پھر اس نے وہ آخری ضرب لگائی، جو ٹھیک نشانے پر لگی اس نے کہا ..... احزاب کے ساتھ مل کر جنگ نہ کرو حتیٰ کہ تم ان کے ستر اشراف کو یرغمال کے طور پر لے لو، وہ تمہارے پاس اعتماد کے طور پر ہوں گے کہ وہ تمہارے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کریں گے حتیٰ کہ وہ اس سے جنگ کریں۔

معلوم ہوتا ہے کہ عہد شکن قریظہ کو خوف اور گھبراہٹ نے آ لیا اور وہ ایسی ضمانتوں کی ضرورت محسوس کرنے لگے جو انہیں زبردست غداری کی اس سزا سے بچا سکیں جس کی خوفناک پرچھائیاں ان کے دلوں کو مضطرب کرنے لگیں تھیں۔

اس لیے نعیم بن مسعود کی بات کو بنی قریظہ کے زعماء نے دل سے قبول کیا اور جب نعیم بن مسعود نے انہیں یہ نصیحت کی تو انہوں نے اس کی کوششوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا آپ نے مشورہ دے دیا ہے اور انہوں نے اس کے مشورے سے تمسک کرنے کا فیصلہ کیا۔

دانشمند نعیم احزاب کی کمان میں

خندق کے دانشمند (نعیم بن مسعود) نے اس منصوبے کے پہلے مرحلے کی کامیابی کے یقین کے بعد جسے اس نے یہودیوں بت پرستوں کے باہمی تحالف کو توڑنے کے لیے بنایا تھا، یقین کر لیا کہ بنی قریظہ کے یہود اس بات کے فریب میں آ گئے ہیں جو اس نے انہیں کہی ہے اور انہیں اس کے اپنے امین خیر خواہ ہونے میں شک نہیں ہوا، اس کے بعد فوراً وہ خندق کے آگے احزاب

کے پڑاؤ میں مشترکہ کمان کی طرف گیا تاکہ وہ اس منصوبے کے آخری مرحلے کو مکمل کرے جو اس نے احزاب میں پھوٹ ڈالنے، انتشار پھیلانے اور ان کے اور بنی قریظہ کے یہود کے درمیان جھگڑا پیدا کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔

اور جب نعیم، احزاب کی مشترکہ کمان میں پہنچا تو اس نے (سب سے پہلے اور انفرادی طور پر) احزاب کی افواج کے سالار عام ابوسفیان اور اس کے جنگی بورڈ کے قریشی ارکان سے ملاقات کرنے کا مطالبہ کیا اور جب اس نے ان سے ملاقات کی (اور وہ طبعی طور پر اس کے مسلمان ہونے سے واقف نہ تھے) تو اس نے انہیں بتایا کہ وہ ایک عظیم کام کے لیے آیا ہے جو ان کی سلامتی اور ان کی افواج کی سلامتی سے تعلق رکھتا ہے۔

اور یہ کہ ان کا محب ہے اور ان کی سلامتی اور ان کی افواج کی شہرت کا خواہشمند ہے اس نے محسوس کیا کہ اس پر واجب ہے کہ وہ انہیں اہم امر سے آگاہ کرے جس کا علم اسے ان کے خلفاء، بنی قریظہ کے یہود سے ہوا ہے۔

اس نے ابوسفیان اور اس کے جنگی بورڈ کے قریشی ارکان سے کہا مجھے تم سے جو محبت اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو عداوت ہے تم اس کو جانتے ہو . . . . تو انہوں نے اس کی اس بات پر اعتراض نہ کیا کیونکہ وہ اسے مشرک سمجھتے تھے جو اسلام کو قبول نہیں کرتا اور وہ احزاب کے ان سرداروں میں سے تھا جنہوں نے مدینہ کا محاصرہ کرنے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے میں شرکت کی تھی۔

جب اس نے ان کے ظاہری اعتماد کو دیکھا تو اس نے مخلص ناصح کی طرح ان تک وہ بات پہنچائی جس کا قریظہ کے یہود نے عزم کیا تھا یعنی ان سے یرغمال طلب کرنے کا تاکہ وہ اطمینان حاصل کریں کہ وہ مسلمانوں کے مکمل خاتمہ

تک مدینہ کے محاصرے کو چھوڑیں گے اور اس نے (اپنی طرف سے) اس خبر کے ساتھ یہ اضافہ بھی کر دیا کہ یہود اپنی اس عہد شکنی پر نادم ہیں جو ان کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ہے اور انہوں نے ستر یرغمال اس لیے طلب کیے ہیں کہ انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیں تاکہ وہ انہیں خوشنودی اور اپنی عہد شکنی کے کفارہ میں قتل کر دیں اور اس دلیل کے طور پر کہ وہ از سر نو مسلمانوں کی دوستی پر قائم ہیں اور یہ دشمن میں پھوٹ ڈالنے اور جھگڑا پیدا کرنے اور دسیسہ کاری کے لیے مضبوط ترین منصوبہ تھا۔

نعیم بن مسعود نے قریش کے قائدین سے کہا ..... مجھے ایک امر کی اطلاع ملی ہے میں نے اپنے پر واجب جانا ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی کے لیے اسے تم تک پہنچاؤں لیکن میری بات کو پوشیدہ رکھنا .... انہوں نے کہا ہم اسے پوشیدہ رکھیں گے۔

اس نے انہیں کہا ..... تمہیں معلوم ہے کہ یہودی اس عہد کے توڑنے پر جو ان کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان تھا نادم ہیں اور انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا ہے کہ ہم اپنے فعل پر نادم ہیں ... پھر انہوں نے آپ تک یہ بات بھی پہنچائی ہے کہ وہ از سر نو آپ کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ دینے کو تیار ہیں اور وہ احزاب کے خلاف آپ کے ساتھ ہونے کو تیار ہیں اور اور انہوں نے اپنی اس بات کے صدق پر جو انہوں نے آپ سے کہی دلیل دینے کے لیے آپ سے کہا ... کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے کہ ہم دونوں قبیلوں قریش اور غطفان کے اشراف کو آپ کے لیے پکڑ لیں اور انہیں آپ کو دے دیں اور آپ ان کو قتل کر دیں پھر ان میں سے جو لوگ باقی رہ جائیں گے ہم ان کے خلاف آپ کے ساتھ ہوں گے حتی کہ آپ ان کی

بیخ کنی کر دیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی طرف ہاں کہہ کر موافقت کا پیغام بھیجا ہے پھر نعیم نے قریش کے قائدین کو نصیحت کرتے ہوئے کہا .... اگر یہود تم سے تمہارے جوانوں کو یرغمال مانگیں تو تم انہیں اپنا ایک جوان بھی نہ دینا

خندق کے دانشمند سے احزاب کی فریب خوردگی

قریشی قائدین کے دلوں کو شک و ریب کے اسباب کا شکار بنانے اور انہیں اپنے نئے حلیفوں (بنی قریظہ) پر ناراض کرنے کے بعد یہ عظیم دانشمند فوراً اپنی قوم.. غطفان کے پاس گیا اور اس نے اس عظیم قبیلہ کے پڑاؤ میں اس کے زعماء اور قائدین عیینہ بن حصن الفزاری، طلیحہ بن خویلد اسدی اور الحارث بن عوف المری) سے (الگ) ملاقات کرنے کا مطالبہ کیا اور جب اس نے ان سے ملاقات کی تو انہیں کہا، اے گروہ غطفان، تم میری اصل اور میرا قبیلہ ہو اور مجھے سب لوگوں سے محبوب تر ہو اور میں تمہیں اپنے پر اتہام لگاتا بھی نہیں دیکھتا ... انہوں نے کہا آپ نے درست کہا ہے آپ ہمارے ہاں متہم نہیں ہیں۔

اور اس نے انہیں بتایا کہ اس کے پاس ایک اہم خبر ہے جو ان کی سلامتی سے تعلق رکھتی ہے ...... اس نے انہیں کہا میری اس بات کو پوشیدہ رکھنا انہوں نے کہا ہم اسے پوشیدہ رکھیں گے، اور اس نے ان سے اسی قسم کی بات کی جو قریش کے قائدین سے اس بارے میں کی تھی، کہ یہود ان سے یرغمالیوں کے مطالبہ کا عزم کئے ہوئے ہیں اور اس نے انہیں ـــــ جیسا کہ اس نے قریش کے قائدین کو انتباہ کیا تھا ـــــ قریظہ کے یرغمالیوں کے سپرد کرنے کے مطالبہ کو قبول کرنے سے انتباہ کیا۔

سو انہوں نے اس کے احسان کا شکریہ ادا کیا اور اسے یقین دلایا کہ وہ قریظہ

کو ہرگز ایک چیز بھی ضمانت نہ دیں گے اور نہ کسی شخص کو یرغمال کے طور پر دیں گے، اس طرح نعیم بن مسعود نے اپنے عظیم فریب کے مضبوط کرنے میں کمال کامیابی حاصل کی۔

احزاب کا وفد بنی قریظہ کی طرف

احزاب کی مشترکہ کمان کے ارکان (قریش اور غطفان) اس خبر سے جسے نعیم بن مسعود نے (جس کے متعلق وہ ایک لحظہ بھی شک نہ کرتے تھے کہ وہ ان کے دین پر ہے) پہنچایا بہت غمگین ہوئے اور اس سے بہت پریشان ہوئے اور نعیم بن مسعود نے جو بات ان تک پہنچائی اس کی صداقت ان کے دلوں میں گڑ گئی اور انہوں نے قلق و اضطراب کی بدترین رات گذاری اور وہ بنی قریظہ کے خلاف غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے۔

اس طرح یہ عظیم دانشمند، ان لوگوں کے حساس مقامات پر جو احزاب اور یہود کے درمیان معاہدے کی صراحت کرتے تھے پھلنے والا مواد رکھنے میں کامیاب ہوگیا حتیٰ کہ اس نے انہیں پوری طرح تباہ کر دیا۔

اور جب ذہین صحابی نعیم بن مسعود نے فریقین (یہود اور احزاب) کے دلوں کو اس درجہ تک شک و شبہ اور ایک دوسرے پر عدم اعتماد سے بھر دیا جس پر مزید اضافہ نہیں ہو سکتا تو احزاب کی مشترکہ کمان نے (یہ جمعہ کی شام کا واقعہ ہے) اپنے قائدین اور زعماء کا ایک وفد بنی قریظہ کی طرف بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ اس خبر کے موضوع کے بارے میں بنی قریظہ سے رابطہ کرے جسے نعیم بن مسعود نے پہنچایا ہے تاکہ وہ (براہ راست) اس کی حقیقت تک پہنچ جائیں انہوں نے اپنے وفد کو مکلف کیا کہ وہ یہود سے مطالبہ

کرسے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ معرکہ میں شامل ہونے کے لیے تیار ہو جائیں، نیز انہیں یہ بھی اطلاع دے کہ ہفتے کی صبح، مسلمانوں پر عام حملہ کرنے کے لیے مقررہ وقت ہے اور عملاً احزاب کا وفد اسی شب کو تاریکی میں بنی قریظہ کی منازل کی طرف گیا اور اس وفد کے جوان (مخفیہ طور پر) چپکے سے بنی قریظہ کی منازل کی طرف چلے گئے جو مسلمانوں کی لائنوں کے پیچھے تھیں اور یہ کام انہوں نے مسلمانوں کے گشتی دستوں کے خوف سے کیا جو رات بھر مدینہ کے گرد چکر لگاتے رہتے تھے۔

احزاب کا حملے کا مطالبہ کرنا اور قریظہ کا یرغمالیوں کا مطالبہ کرنا

اور جب احزاب کا وفد بنی قریظہ کے قلعوں تک پہنچا تو اس نے (پہلے مرحلے میں) ان یہود کے زعماء کی کمزوری کو نمایاں طور پر محسوس کیا لیکن اس وفد نے بنی قریظہ کو (احزاب کی مشترکہ کمان کے نام سے) یہ اطلاع دی کہ یہ کمان مسلمانوں پر زبردست حملہ کرنے میں دلچسپی رکھتی ہے جیسا کہ فریقین کے درمیان (اصلاً) یہ متفق علیہ بات تھی اور انہوں نے ان سے اس کے لیے تیار ہونے کا مطالبہ کیا انہوں نے کہا،

(اے بنو قریظہ) ہم ٹھہرنے کی جگہ میں نہیں ہیں اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہو گئے ہیں پس جنگ کے لیے تیاری کرو، حتیٰ کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کریں اور اس کے اور ہمارے درمیان جو معاہدہ ہے اس سے فارغ ہو جائیں اور یہود کے زعماء نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے انکار کا اعلان کر کے احزاب کے وفد کے ممبران کو صدمہ سے دوچار کرنا پسند نہ کیا بلکہ (پہلے مرحلہ میں) ان سے یرغمال حاصل کرنے چاہے اور انہوں نے اس بارے میں ہم آہنگی اختیار کی حتیٰ کہ ہم عصر میں انہوں نے ان کا اعلان کر دیا۔

مسلمانوں پر حملہ کرنے میں اشتراک کے مطالبہ پر (ہفتے کی صبح کو) ان کا جواب یہ تھا کہ وہ آج کے دن جنگ کرنے سے معذور ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ (اپنے دین کی تعلیمات کے مطابق) ہفتے کے دن کو کوئی کام نہیں کرتے خواہ وہ کس قدر حقیر ہو پس جنگ کیسے ہو سکتی ہے ، انہوں نے احزاب کے وفد سے کہا . .

. . . ہم ہفتے کے روز جنگ نہیں کرتے اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہم میں سے جس نے سبت کے بارے میں تعدی کی اسے کیا تکلیف پہنچی سبت میں ایک نیا کام کیا اور جو تکلیف اسے پہنچی وہ تم سے مخفی نہیں ۔

پھر انہوں نے اپنے خوف کا اظہار کیا کہ احزاب ، مسلمانوں کا خاتمہ کرنے اور ان کی بیخ کنی کرنے سے قبل واپس چلے جائیں گے —— اور یہ زبردست خوف ، نعیم بن مسعود کی محکم تدبیر کے نتیجے میں پیدا ہوا تھا ۔

اور ان یہودیوں نے احزاب کی مشترکہ کمان کے وفد سے کہا —— ہم تمہارے ساتھ ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑنے کے نہیں ، حتیٰ کہ تم اپنے جوانوں کو بطور یرغمال ہمیں دو جو ہمارے ہاتھوں میں ہمارے اعتماد کے لیے یوں ہوں گے تاکہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کریں ہمیں خدشہ ہے کہ اگر جنگ نے تم پر مصیبت ڈالی اور قتال نے تم پر سختی کی تو تم تیزی سے اپنے علاقوں کو چلے جاؤ گے اور ہمیں اور اس شخص (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے علاقے میں چھوڑ دو گے اور ہمیں اس کے ساتھ اس کی طاقت نہیں ہے ۔

احزاب اور یہود کے درمیان اختلاف کا رونما ہونا

احزاب کی کمان کے وفد نے ، اپنے حلیف یہود سے یہ جواب سننے کے بعد اُن

کے ساتھ کوئی بحث شروع نہیں کی بلکہ جس راستے گیا تھا اسی راستے مشترکہ کمان کے ہیڈ کوارٹر کی طرف واپس آگیا اور جو جواب اس نے بنی قریظہ کے یہود سے سنا تھا اس کی اطلاع احزاب کے قائدین کو دی۔

اس موقع پر اس کمان کو، اس بات کی سچائی میں کوئی شک نہ رہا جو نعیم بن مسعود نے انہیں کہی تھی کہ ان یہود نے ان کے ساتھ عہد شکنی کا منصوبہ بنایا ہے اور وہ ان سے یرغمالی اس لیے مانگ رہے ہیں کہ انہیں قتل کرنے کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیں نیز وہ مسلمانوں کے ساتھ دوستی کی دلیل ہوں اور ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو عہد تھا اس کے توڑنے کے جرم کا کفارہ ہوں۔

احزاب کے قائدین نے (بیک آواز) ایک دوسرے سے کہا، خدا کی قسم نعیم بن مسعود نے تم سے جو بات بیان کی ہے وہ سچ ہے اس موقع پر احزاب کے دلوں میں جو شک پایا جاتا تھا وہ یقین میں بدل گیا کہ بنی قریظہ کے یہود نے ان سے عہد شکنی کی ہے اور ان کے خلاف، مسلمانوں سے اتفاق کر لیا ہے اور بلا شبہ وہ ان کے یرغمالیوں کو (جب وہ انہیں ان کے سپرد کرتے) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرنے والے ہیں۔

احزاب کا یرغمالیوں کے دینے سے انکار

اس وجہ سے احزاب کے قائدین کے دل، یہود کے خلاف غیظ و غضب سے بھر گئے اور انہوں نے (اسی وقت) ایک دوسرا وفد ان کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں، اطلاع دے کہ انہوں نے یرغمالیوں کا جو مطالبہ کیا ہے وہ اس سے انکار کرتے ہیں اور ان سے (اگر وہ چاہیں) مسلمانوں پر حملہ کرنے کے معاہدے کی تنفیذ کا

مطالبہ کرتے ہیں۔

اور وفد نے دوسری بار دیار بنی قریظہ کی طرف جانے میں جلدی کی اور اس نے (احزاب کی مشترکہ کمان کے نام سے) ان کے یرغمالیوں کے سپرد کرنے کے مطالبہ کو مسترد کرنے کی اطلاع دی ـــــ نیز یہ کہ یہ مطالبہ، عدم اعتماد (اور احزاب کی کمان کی اس بات کے شرف میں، جو انہوں نے یہود کو دی ہے، طعن ہے ـــــ وفد نے بنی قریظہ کے زعماء سے (احزاب کی مشترکہ کمان کی زبان سے) کہا ـــــ خدا کی قسم ہم اپنے جوانوں میں سے ایک جوان بھی تمہیں نہ دیں گے اور اگر تم جنگ کرنا چاہتے ہو تو باہر نکلو اور لڑو،

احزاب کی مشترکہ کمان کی جانب سے یہ جواب سنتے ہی زعماء قریظہ کو اس بات کی صداقت میں کوئی شک نہ رہا جو ان کے (سابق ندیم) نعیم بن مسعود نے انہیں قریش اور غطفان کے بارے میں بتائی تھی اور وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے،

"بلا شبہ نعیم بن مسعود نے جو بات تمہیں بتائی ہے وہ سچ ہے یہ لوگ یہی چاہتے ہیں کہ تم جنگ کرو اور اگر وہ موقع پاتے تو اس سے فائدہ اٹھاتے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہوئی تو یہ اپنے علاقوں کی طرف تیزی سے چلے جائیں گے اور تمہارے اور اس شخص کے درمیان جگہ خالی کر دیں گے"

اس یقین کی اساس پر قریظہ نے احزاب کی مشترکہ کمان کی طرف ایک نمائندہ بھیجا جو انہیں (اصرار سے) بتا دے کہ اسلامی فوج پر کسی بھی حملہ میں یہ یہود اس وقت شریک ہوں گے جب احزاب کی کمان انہیں کافی ضمانتیں دے گی جو اس بات کی ضامن ہوں گی کہ وہ مسلمانوں کا مکمل خاتمہ کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔

اور قریظہ کے نمائندے نے ـــــ ان کی زبان سے ـــــ احزاب

کے قائدین سے کہا . . . . . . خدا کی قسم، ہم تمہارے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ نہیں کریں گے حتیٰ کہ تم ہمیں ضمانت دو اور احزاب کی کمان نے (دوسری بار) یہود کے مطالبے کو، احزاب کے یرغمالی روک کر، مسترد کر دیا۔

بنی نضیر کے شیطان کا شگاف کو پُر کرنے کی کوشش کرنا

اور بنی نضیر کے یہود کے زعیم اور فتنہ کے سرخیل (حیی بن اخطب) نے احزاب اور بنی قریظہ کے درمیان گرتے ہوئے مؤقف کو بچانے کی کوشش کی، وہ بنی قریظہ کے یہود کو مسلمانوں پر حملہ کرنے میں اشتراک پر رضامند کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ان کے پاس گیا لیکن یہ کوشش ناکام ہو گئی اور بنی قریظہ نے اپنے متشدد مؤقف پر اصرار کرتے ہوئے حیی بن اخطب سے کہا

خدا کی قسم جب تک دو قریش اور غطفان سے ستر آدمی ہمیں بطور یرغمال نہ دیں ہم ان کے ساتھ ہو کر جنگ نہیں کریں گے[1]۔

اور اس سے عظیم فریب کی فصول میں سے آخری فصل کی معنبوطی مکمل ہو گئی جس کا تانا بانا عظیم دانشمند نعیم بن مسعود نے بُنا تھا پس یہود اور احزاب کی کمان کے درمیان، بحران کے حلقے مضبوط ہو گئے اور ان کے درمیان اتفاق محال ہو گیا اور مسلمانوں نے لمبے سانس لینے شروع کیے

بنو قریظہ کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صُلح کے مذاکرات کرنا

بیہقی نے (الدلائل) میں بحوالہ موسیٰ بن عُقبہ نقل کیا ہے کہ جب یہود اور احزاب کی

---

[1] دیکھیے طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۹۰، البدایہ والنہایہ، جلد ۴ ص ۱۱۱، سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۳۱ اور اس کے بعد کے صفحات، سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۲۹، الکامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۲۱، جوامع السیرۃ ابن حزم ص ۱۹۰ اور اسکے بعد کے صفحات

کمان کے درمیان اختلاف بڑھ گیا اور اس کمان نے یہود کو مطلوبہ یرغمالی دینے سے انکار کردیا تو یہود نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ کیا اور آپ کو اس شرط پہ صلح کی پیشکش کی کہ آپ ان کے بھائیوں بنی نضیر کو واپس مدینہ آنے کی اجازت دیں لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کو مسترد کردیا۔

بہر حال احزاب اور ان کے نئے حلیفوں (بنی قریظہ کے یہود) کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور انہوں نے ایک دوسرے پہ بدظنی کی اور فریقین (احزاب اور یہود) کے درمیان تنافر اور اختلاف اس حد تک پہنچ گیا کہ ان کے درمیان جو فوجی معاہدہ ہوا تھا وہ انجام کو پہنچ گیا اور دونوں اس معاہدے کے توڑنے کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے لگے۔

بت پرست اور یہودی اتحاد کی کمزوری

اور جب اختلاف و تنافر اس حد تک پہنچ گیا تو احزاب کی مشترکہ کمان نے مدینہ کے محاصرے کو ختم کرنے اور اپنی افواج کے ساتھ اپنے علاقے کو واپس جانے اور یہود اور ان کے کام کو چھوڑنے کے بارے میں غور و فکر کیا تاکہ وہ اپنے خوفناک انجام سے دوچار نہ ہوں خصوصاً ان احزاب کے پڑاؤ میں برافروختگی اور برائی ظاہر ہونے لگی جن کے سپاہی (جو دس ہزار سے بھی زیادہ تھے) تقریباً تیس یوم تک خندق کے سامنے جام ہو کر کھڑے رہے وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی فیصلہ کن فوجی کاروائی کرنے کی سکت نہ رکھتے تھے اس بات نے ان لوگوں کے دلوں میں تنگی اور اکتاہٹ پیدا کردی جو اپنی پوری زندگی میں (جنگوں میں) جام ہونے اور شہروں کے سامنے پڑاؤ کرنے سے مالوف نہ تھے وہ ان تیز جنگوں اور سریع حملوں سے مالوف تھے جن کی کاروائی پہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ صرف ہوتا تھا اس پہ

مستزاد یہ کہ جس وقت یہود اور احزاب کے درمیان اختلاف مستحکم ہو گیا تو جس علاقے میں احزاب پڑاؤ کیے ہوئے تھے اس میں چو بائی ہوائیں چلیں جو اپنی قوت سے خیموں کو اکھیڑ دیتیں اور عمارتوں کو گرا دیتیں اور دیگوں کو الٹ دیتیں تھیں اور آگ کو بھڑکنے نہیں دیتی تھیں۔

ابوسفیان کا ریٹائرمنٹ کا آرڈر

اس پوزیشن نے انہیں اس حد تک پریشان کر دیا کہ اس کے ساتھ سالار عام ابو سفیان بن حرب نے ـــــ مشترکہ کمان کے بقیہ قائدین سے مشورہ کے بعد ـــــ احزاب کے سپاہیوں کو جلد ریٹائرمنٹ کرنے اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے گھر واپس جانے کا حکم دے دیا اور ان کے سامنے ان اسباب کی وضاحت کی ـــــ جن کی شرح کی ضرورت نہیں ـــــ اور ان میں سے اہم سبب یہ تھا کہ احزاب کو یقین ہو گیا تھا کہ یہود نے مسلمانوں کے ساتھ مصالحت کر لی ہے اور ان کے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔

احزاب اور یہود کے درمیان جو اختلاف رونما ہوا اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احزاب کی ریٹائرمنٹ کی توقع رکھتے تھے آپ نے اپنی انٹیلی جنس کے ایک شجاع اور ذہین جوان کو مکلف کیا کہ وہ بھیس بدل کر احزاب کے پڑاؤ کے وسط میں چلا جائے اور آپ کے پاس وہاں کے موقف کی حقیقت کو لے کر آئے،

یہ جوان، حضرت حذیفہ بن الیمان تھے جن کے کچھ واقعات ہم نے اس کتاب کے گزشتہ صفحات میں بیان کیے ہیں،

لیجئے اب یہ ہیرو، احزاب کے پڑاؤ میں چپکے سے داخل ہونے کا دا

ہمارے سامنے خود بیان کرتا ہے نیز یہ کہ دشمن کی حالت کے متعلق بنوسی کمان کہ جن تمام قیمتی اور اہم معلومات کی ضرورت تھی اس نے انہیں کیسے حاصل کیا،

حضرت حذیفہ بن الیمان بیان کرتے ہیں کہ ——— اس فیصلہ کُن رات میں ——— حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا، اے حذیفہ، جاؤ اور لوگوں میں داخل ہو جاؤ اور دیکھو وہ کیا کرتے ہیں اور میرے پاس آنے تک کوئی کام نہ کرنا آپ بیان کرتے ہیں، میں گیا اور لوگوں میں داخل ہو گیا اور ہوا اور اللہ کے لشکر جو کچھ ان سے کر رہے تھے، کر رہے تھے وہ ان کی دیگوں اور خیموں کو ٹکنے نہیں دیتے تھے۔

ابو سفیان نے اٹھ کر کہا . . . . اے گروہ قریش، ہر شخص اپنے ہمنشین کو دیکھے؟ اور یہ ابو سفیان کی طرف سے تحفظ کی بات تھی کہ کوئی شخص پڑاؤ کے اندر مسلمانوں کے لیے جاسوسی نہ کر رہا ہو،

اس حکم نے حضرت حذیفہ کو مشکل میں ڈال دیا لیکن وہ اپنی ذہانت سے اس مشکل سے نجات پا گئے اور وہ اس طرح کہ انہوں نے اس شخص سے جو آپ کے پہلو میں تھا جلدی سے سوال کر کے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا فلاں بن فلاں اور اس کام سے حضرت حذیفہ نے اس مشکل سے نجات پائی جس میں آپ پڑ گئے تھے اور اگر آپ کا معاملہ منکشف ہو جاتا تو قریب تھا کہ آپ مشرکین کے قبضہ میں آ جاتے[1]

---

[1] اور ایک اور طریق سے حضرت حذیفہ سے روایت کی گئی ہے (جیسا کہ سیرت حلبیہ میں ہے) کہ آپ نے فرمایا میں نے ابو سفیان کو کہتے سُنا اے گروہ قریش تم میں سے ہر شخص اپنے ہمنشین کو پہچانے اور جاسوسوں سے محتاط رہو پس میں نے اپنے ہمنشین کے ہاتھ کو پکڑ لیا جو میرے دائیں ہاتھ تھا اور میں نے پوچھا، تو کون ہے؟ اس نے کہا معاویہ بن ابی سفیان، اور میں نے اس شخص کے ہاتھ کو بھی پکڑ لیا جو میرے بائیں ہاتھ تھا اور میں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا عمرو بن العاص، میں نے یہ کام اس خوف سے کیا کہ میرے بارے میں معلوم نہ ہو۔

ابوسفیان کی فوج میں تقریر

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں پھر ابوسفیان نے بیان کیا . . . . . اے گروہ قریش خدا کی قسم تم ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہو گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو گئے ہیں اور بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی ہے اور ہمیں ان کے متعلق وہ بات پہنچی ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے اور ہوا کی شدت سے جو تکلیف ہمیں پہنچی ہے اسے تم دیکھ رہے ہو، نہ ہماری آگ جلتی ہے اور نہ ہماری دیگ ٹھہرتی ہے اور نہ ہمارا خیمہ ٹھہرتا ہے پس تم کوچ کر جاؤ میں بھی کوچ کرنے والا ہوں پھر وہ اپنے اُونٹ کے پاس گیا، جو بندھا ہوا تھا اور وہ اس پر بیٹھ گیا پھر اس نے اسے مارا اور وہ اس کے ساتھ تین بار اُٹھا اور اس نے اس کے بندھن کو اس وقت کھولا جب وہ کھڑا تھا۔

اور حضرت حذیفہ ہم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے لئے سالار عام ابوسفیان کا قتل کرنا کیسے آسان تھا اگر سالارِ اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ سخت احکام آپ کو یاد نہ ہوتے جو آپ نے انہیں دیئے تھے کہ وہ آپ کے پاس آنے تک کوئی کام نہ کریں تو آپ اس کے قتل کی کوشش کرتے۔

حضرت حذیفہ نے ——— ابوسفیان کے قتل کرنے کی کوشش کا حال بیان کرتے ہوئے ——— بیان کیا ہے کہ میں نکل کر دشمن کی فوج کے قریب ہو گیا اور میں نے ان کی جلتی ہوئی آگ کی روشنی کو دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سیاہ فام موٹا آدمی آگ پر اپنے ہاتھ سے کہہ رہا ہے اور اپنے کولہے کو پونچھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے . . . . . کوچ، کوچ اور اس سے قبل میں ابوسفیان کو جانتا نہ تھا پس میں نے اپنے ترکش سے سفید پروں والا تیر نکالا اور اسے اپنی کمان کے وسط میں

رکھا تاکہ اس سے اُسے آگ کی روشنی میں ماروں اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آگیا کہ میرے پاس آنے تک کوئی کام نہ کرنا سو میں رُک گیا اور میں نے اپنا تیر اپنے ترکش میں واپس کر دیا۔

بالآخر مدینہ سے محاصرہ کا ختم ہونا

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں ..... پھر میں نے اپنے دل کو حوصلہ دیا اور فوج میں داخل ہوگیا کیا دیکھتا ہوں کہ میرے قریب تر، بنو عامر کہہ رہے ہیں ... کوچ کوچ .... تمہارے ٹھہرنے کا کوئی مقام نہیں اور ہوا ان کی فوج میں کام کر رہی تھی اور قسم بخدا میں ان کے خیموں اور بچھونوں میں پتھروں کی آواز سُن رہا تھا، ہوا انہیں مار رہی تھی آپ کا بیان ہے کہ غطفان نے قریش کی کارروائی کو سُنا تو اپنے علاقوں کو واپس جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

اور حضرت حذیفہ اپنی بات کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ ..... پھر میں واپس آگیا گویا میں حمام میں چل رہا ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جب میں نصف راستے میں پہنچا تو میں نے اپنے آپ کو تقریباً بیس سواروں میں پایا یا اسی قدر عمامہ پوشوں میں پایا وہ کہنے لگے اپنے آقا کو خبر دینا کہ اللہ نے آپ کو کفایت کی ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا تو آپ ایک چادر اوڑھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور قسم بخدا جونہی میں واپس آیا مجھے دوبارہ سردی لگنے لگی اور میں سردی سے کانپنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کیا تو میں آپ کے نزدیک ہوگیا تو آپ نے اپنی چادر مجھ پہ ڈال دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی بات غمگین کرتی تو آپ نماز پڑھتے، میں نے آپ کو بتایا کہ میں احزاب کو

سلکواتے کرتے چھوڑ اسے۔

اس طرح غم چھٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزمائش کے پنجوں سے چھڑایا اور مؤمنین صادقین نے اپنے صدق اور صبر و ثبات کے پھل اپنے محبوب نبی کے ساتھ ان خوفناک راتوں میں توڑ لیے، جن میں نگاہیں کج ہوگئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور احزاب کے جیوش مدینہ کا محاصرہ چھوڑنے لگے اور ان کی افواج ناکامی اور نامرادی کے دامن گھسیٹتے ہوئے پشت پھیر گئیں انہوں نے اپنی اس عظیم جنگ سے تھکاوٹ درماندگی کے سوا کچھ حاصل نہ کیا۔

احزاب کی منظم ریٹائرمنٹ

جب احزاب نے ریٹائرمنٹ کرنے اور محاصرے کو چھوڑنے کا عزم کیا تو سالار عام، ابو سفیان نے فیصلہ کیا کہ ریٹائرمنٹ منظم طور پر ہو اور اس میں انتشار و اضطراب نہ ہو اور یہ گروہ منظم اور مسلح افواج کی حفاظت میں ہو اور وہ اس کی نگران ہوں اس لیے ابو سفیان نے قریشی فوج کے سواروں کے قائد (خالد بن ولید اور ان کے مددگار عمرو بن العاص) کو حکم دیا کہ وہ دونوں اس ریٹائرمنٹ کی تنظیم کی نگرانی کریں اور ریٹائرمنٹ کرنے والی افواج کے پچھلے حصے کی حفاظت کریں کہ مسلمان ریٹائرمنٹ کے وقت اسے ضرب نہ لگائیں (حضرت) عمرو بن العاص اور (حضرت) خالد بن ولید سالار عام کا حکم بجا لائے اور جلدی سے دو سو سواروں کو منتخب کیا پھر ان . . . سواروں نے اس علاقہ میں قیام کیا جو احزاب کے پڑاؤ کے پچھلے حصے کے درمیان ہے اور وہ اس علاقے میں اپنے گھوڑوں کو دوڑانے لگے اور ریٹائرمنٹ کرنے

ل: دیکھئے سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۳۲، البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱، سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱ اور اسکے بعد کے صفحات۔

والی فوج کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور وہ اسلامی فوج کے کسی بھی حملہ کو روکنے کے لیے تیار تھے اور قریشی سواروں کا دستہ اسی حالت میں رہا حتیٰ کہ خندق کے آگے سے اپنی اپنی جگہوں سے احزاب کے جیوش کی ریٹائرمنٹ مکمل ہوگئی اور وہ خطرے کے علاقے سے دُور ہوگئے لے

ریٹائرمنٹ کے وقت ابوسفیان کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھنا

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ احزاب کے جیوش کے سالار عام (ابوسفیان) نے اپنی ریٹائرمنٹ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا جس میں آپ کو خندق کی پناہ لینے پر ملامت کی اور اس نے آپ سے کہا خندق کی تدبیر نہ ہوتی تو مسلمانوں کا وجود باقی نہ رہتا اور ابوسفیان نے یہ خط ابو سلمہ الخشنی کے ہاتھ بھیجا اور جب وہ اسے لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ کو بلایا اور وہ آپؐ کے ساتھ ہی آپؐ کے خیمہ میں داخل ہوئے اور آپؐ کو خط سنایا، اس میں لکھا تھا۔ . . . باسمک اللہم، میں لات، عزیٰ، اساف، نائلہ اور ہبل کی قسم کھاتا ہوں، کہ میں اپنی فوج کے ساتھ آپ کے پاس آیا اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم آپؐ کی طرف دوبارہ نہ آئیں حتیٰ کہ آپؐ کی بیخ کنی کر دیں اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے ہم سے مڈبھیڑ کرنا پسند نہیں کیا اور آپؐ نے تنگنائیاں اور خندقیں بنائی ہیں اور آپؐ نے خندق کی پناہ لے لی ہے اور آپؐ نے اس تدبیر کی پناہ لے لی ہے جس سے عرب واقف نہیں ہیں وہ صرف اپنے نیزوں کے سائے اور اپنی

لے ا۔ سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۶۔

لے ۲۔ آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ اُحد میں دیکھئے۔

تلواروں کی دھار کو جانتے ہیں اور آپ نے یہ کام ہماری تلواروں اور ہماری ملاقات سے فرار کے لیے کیا ہے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس نے آپ کو یہ بات سکھائی ہے پس اگر ہم آپ کو چھوڑ دیں تو تم کو احد کے روز کی طرح ہم سے ایک دن ملے گا جس میں ہم . . عورتوں کی مدد کریں گے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے ابوسفیان بن حرب کی طرف

اما بعد ، مجھے آپ کا خط ملا ـــــ اور اے نبی غالب کے احمق اور جاہل ـــــ قدیم سے تجھے اللہ کے متعلق دھوکہ ہوا ہے اور عنقریب اللہ تعالےٰ تیرے اور اس چیز کے درمیان جو تو چاہتا ہے حائل ہو جائے گا اور اللہ تعالےٰ ، انجام کو ہمارے لیے بنائے گا اور یہ جو تو نے بیان کیا ہے کہ تو اپنی افواج کے ساتھ ، ہماری طرف آیا ہے اور تو ہماری بیخ کنی کئے بغیر واپس نہیں جانا چاہتا ، یہ وہ امر ہے کہ اللہ تیرے اور اس کے درمیان حائل ہو جائے گا اور انجام کو ہمارے لیے مقرر کرے گا اور تجھ پر وہ دن آئے گا کہ میں اس میں لات وعُزیٰ اور اساف ، نائلہ اور ہبل کو توڑوں گا ـــــ اور اے بنی غالب کے بے وقوف ـــــ میں تجھے یہ بات یاد کراؤں گا اور تیرا یہ کہنا کہ مجھے کس نے سکھایا ہے یعنی جو خندق ہم نے بنائی ہے بلا شبہ جب اللہ نے تیرے اور تیرے اصحاب کے غیظ کو اپنے ساتھ دیکھا تو اس نے مجھے اس کا الہام کیا۔[1]

اور یوں دسخت محاصرے کے بعد جو تقریباً ایک ماہ تک رہا جس میں مسلمانوں

---

[1] :۔ الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدہ ص۹ اور اس کے بعد کے صفحات
سیرت حلبیہ جلد ۲ ص۱۱۳ اور اس کے بعد کے صفحات ،

کی تنگی، تھکاوٹ اور ظلم کی حالت درماندگی اور خوف تک پہنچ گئی) اللہ تعالے نے احزاب کو شکست دی اور غدار عہد شکن یہود بنی قریظہ کو ذلیل کیا اور مؤمنین صابرین کو فتح دی اور یہ بغیر اس کے کہ مسلمان اس میں جوانوں کا کوئی قابل ذکر نقصان برداشت کریں عظیم تباہ کن فتح تھی اور یہی اللہ کے اس قول کا مفہوم ہے وکفی اللہ المؤمنین القتال کہ اللہ مؤمنین کو قتال سے کافی ہوگیا۔

اور جب جیوش احزاب کی ریٹائرمنٹ کی کاروائی مدینہ کے ارد گرد کی چھاؤنیوں سے مکمل ہوگئی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو مدینہ واپس جانے کا حکم دیا اور یہ فوج اپنی جگہوں کو چھوڑنے لگی اور لمبا سانس لینے کے بعد مدینہ کی جانب چلی گئی اور اس نے اس کرب عظیم سے نجات پائی جس کی مثل اس نے اپنی تاریخ نہیں دیکھی تھی۔

دشمن کی آخری جنگ

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو (جب وہ خندق کے پیچھے اپنی جگہوں کو چھوڑ رہے تھے) خبر دی کہ احزاب کی یہ جنگ اُن کی آخری کاروائی ہوگی جسے دشمن، مسلمانوں کے خلاف بروئے کار لائیں گے اور اسلامی فوج (اس غزوہ کے بعد) ہمیشہ جنگ کرے گی۔

البزار نے حضرت جابر کی حدیث سے اسناد حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے روز فرمایا —— اور انہوں نے آپ کے لیے بہت فوجیں جمع کی تھیں —— اس کے بعد یہ تم سے کبھی جنگ نہیں کریں گے بلکہ تم ان سے جنگ کروگے اور عملاً مسلمانوں نے —— غزوہ احزاب کے بعد —— دشمن کی جانب سے کسی جنگ کا سامنا نہیں کیا بلکہ

وہی دشمنوں سے جنگیں کرتے تھے حتیٰ کہ جزیرہ عرب پہ انہیں مکمل تسلط حاصل ہوگیا اور یوں ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خواہش سے نہیں بولتے بلکہ وحی سے گفتگو کرتے ہیں جو ان پہ ہوتی ہے ، صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم



فصل پنجم



○ ــــــــ معرکہ میں فریقین کے مقتولین کی تعداد،
○ ــــــــ معرکہ کے متعلق قرآن کی گفتگو،

مسلمانوں کو اپنی تاریخ میں جن معرکوں سے واسطہ پڑا اگرچہ احزاب کا یہ غزوہ ان سب سے زیادہ خطرناک معرکہ تھا اور مسلمان اپنی جن حربی کارروائیوں میں شامل ہوئے تھے ان سب سے زیادہ سخت حربی کارروائیوں والا تھا یعنی خوف، قلق درماندگی رعب اور تکلیف کے لحاظ سے، پھر بھی اس میں فریقین کے مقتولین کی تعداد گیارہ جوانوں اور دو زخمیوں سے بڑھ نہیں سکی،

مسلمانوں کے شہدا کی تعداد

اس معرکہ میں مسلمانوں کے شہدا کی تعداد صرف آٹھ تھی جو سب کے سب انصار تھے جب کہ اس معرکہ میں مہاجرین میں سے ایک شخص بھی قتل نہ ہوا اور شہداء یہ تھے۔

I ۔ بنی عبد الاشہل (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) سے تین اشخاص،

ا ۔ اوس کے سردار اور ان کے لیڈر، حضرت سعد بن معاذ[1]

آپ کو ایک تیر لگا جس سے آپ زخمی ہو گئے حتیٰ کہ غزوہ بنی قریظہ کے بعد آپ اسی کے باعث وفات پا گئے۔

---

[1]: آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے۔

۲ - حضرت انس بن اوس بن عتیک [1]

۳ - حضرت عبداللہ بن سہل [2]

(ب) - بنی جشم (جو خزرج کا بطن ہیں) سے دو اشخاص ،

۱ - حضرت الطفیل بن النعمان [3] ، آپ کو حضرت حمزہ کے قاتل نے قتل کیا ان سے خندق کے پار سے آپ کو نیزہ مارا ۔

۲ - حضرت ثعلبہ بن غنمہ [4]

(ج) بنی النجار (جو خزرج کا بطن ہیں) سے ایک شخص ،

---

[1] : - انس بن اوس بن عتیک بن عمرو الانصاری الدوسی ، آپ نے بدر میں شمولیت نہیں کی لیکن آپ احد میں شامل ہوئے ، موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ خندق کے روز ، خالد بن ولید نے آپ کو تیر مار کر قتل کر دیا اور آپ شہید ہو گئے ۔

[2] : - عبداللہ بن سہل بن زید بن عامر الدوسی الانصاری ، ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات الکبریٰ میں بیان کیا ہے کہ آپ حضرت رافع بن سہل کے بھائی ہیں اور یہ دونوں بھائی معرکہ احد کے بعد زخمی ہونے کی حالت میں حمراء الاسد کی طرف گئے ان میں سے ایک ، دوسرے کو اٹھاتا اور ان دونوں کے پاس کوئی سواری نہ تھی ان دونوں جوانوں کا عجیب و غریب واقعہ ہماری کتاب غزوہ احد کے صفحہ ۲۵۱ پر دیکھئے ، حضرت عبداللہ بن سہل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر و احد میں شامل ہوئے ۔

[3] : - آپ کے حالات اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں دیکھئے ۔

[4] : - ثعلبہ بن غنمہ بن عدی بن سنان بن نابی الانصاری الخزرجی ، آپ اس مبارک ہراول میں شامل ہیں جو بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے ، آپ چھوٹی عمر کے جوان ہی تھے کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا ، آپ اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبداللہ بن انیس ، مدینہ میں بنی سلمہ کے اصنام کے پاس جاتے تھے اور انہیں توڑ دیا کرتے تھے ، حضرت ثعلبہ بدر و احد میں شامل ہوئے اور خندق کے روز شہید ہو گئے آپ کو ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی نے قتل کیا ۔

۱ ۔ حضرت کعب بن زید[1]

ان چھ شہداء کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے ، ان کے علاوہ وہاں دو شہید اور بھی تھے جن کا ذکر ابن اسحاق نے نہیں کیا وہ دونوں ، دشمن کی افواج کی حرکات معلوم ، کرنے کے لیے جاسوسی کی کاروائیاں کر رہے تھے کہ احزاب کی افواج کی گشتی پارٹی نے انہیں قتل کر دیا جو مدینہ کے قریب جاسوسانہ کاروائی کر رہی تھی ۔

اور ابن برہان الدین نے بھی اپنی کتاب (سیرت حلبیہ جلد ۲ صـ۱۰۱) میں ان دونوں شہیدوں کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں ۔

۱ ۔ حضرت سلیط ۔ سیرت حلبیہ میں اس سے زیادہ کچھ بیان نہیں ہوا بلکہ صرف سلیط ہی بیان کیا ہے ۔

۲ ۔ حضرت سفیان بن عوف

اور ابن برہان الدین نے اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا کہ کیا یہ دونوں شہید ، مہاجرین میں سے تھے یا انصار سے ، اقرب الی الصواب یہ ہے کہ یہ دونوں انصار میں سے تھے کیونکہ یہ بات نہایت مستبعد ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی

---

[1] : کعب بن زید بن قیس بن مالک بن کعب النجاری الخزرجی ، آپ اسلام کے سابقون میں سے ہیں آپ نے بدر میں شمولیت کی ، ابن اسحاق نے بیان کیا ہے آپ کو ناگہانی ایک تیر آ لگا اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ ضرار بن الخطاب الفہری نے آپ کو قتل کیا ہے اور یہ حضرت کعب وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے (عمرو بن امیۃ الضمری کے ساتھ بئر معونہ کے اس قتل عام سے نجات پائی جس میں بنو عامر نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ کے ساتھ خیانت کر کے انہیں قتل کر دیا (اس خوفناک قتل عام کی تفصیل اس کتاب کے آغاز میں دیکھئے ۔

خبروں کی جاسوسی کے لئے ، علاقے میں اس شخص کو بھیجیں جو وہاں کا باشندہ نہیں ہے اس لیے کہ انصار ، ان علاقوں کو مہاجرین سے زیادہ جانتے تھے۔ پس یہ مستبعد امر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان علاقوں میں جاسوسی کے لیے کسی مہاجر کو بھیجیں۔

اور میں نے ان دونوں شہیدوں کے حالات "الاصابۃ" "الاستیعاب" اور طبقات ابن سعد الکبریٰ میں "تلاش کئے ہیں مگر مجھے ان دونوں کے متعلق کوئی بات معلوم نہیں ہوئی۔

اور ان دونوں کے متعلق مجھے جو کچھ ملا ہے وہ وہی ہے جسے ابن برہان الدین نے اپنی کتاب (سیرت حلبیہ) جلد ۲ صـ۱۱ پہ بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیط اور حضرت سفیان بن عوف کو احزاب کے لیے ہراول کے طور پر بھیجا اور انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور آپ نے ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا، پس یہ دونوں شہید ساتھی ہیں۔

جن مقتولین کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی

مسلمانوں میں سے ان آٹھ شہدا کے علاوہ بھی ، کچھ دوسرے مقتول اور مجروح مسلمان تھے جو خندق کی راتوں میں غلطی سے مارے گئے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کے دو گشتی دستے رات کو خندق کے کناروں کی حفاظت کے لیے نکلے اور دونوں کی مڈبھیڑ ہو گئی اور وہ ایک دوسرے کو نہ جانتے تھے ، ہر گشتی دستے نے دوسرے کو دشمن کا دستہ خیال کیا پس وہ ایک دوسرے کو مارنے لگے اور وہ زخمی اور قتل ہوئے پھر انہوں نے شعار اسلام

(ھُم لَایُنصَرُونَ) کی آواز دی تو وہ ایک دوسرے سے رک گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا، تم میں سے راہ خدا میں زخمی ہونے والا اور قتل ہونے والا شہید ہے۔

ہاں کسی ایک مؤرخ نے بھی اس حادثہ میں مقتول ومجروح ہونے والوں کے نام اور ان کی تعداد بیان نہیں کی، واللہ اعلم،

مشرکین کے مقتولین

اس معرکہ میں مشرکین کے مقتولین صرف چار تھے جو سب کے سب قریش میں سے تھے۔

(ا) بنی عبدالدار سے ایک شخص

۱) منبّہ بن عثمان بن عبید

(ب) بنی مخزوم سے ایک شخص

(۱) نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ، اسے حضرت زبیر بن العوام نے خندق میں اپنے گھوڑے سمیت داخل ہونے کے بعد قتل کیا،

(ج) بنی عامر بن لؤی سے دو اشخاص

(۱) عمرو بن عبدود، اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا،

(۲) حسل بن عمرو بن عبدود، اسے بھی حضرت علی نے ہی قتل کیا جیسا کہ ابن ہشام نے بحوالہ زہری اسے بیان کیا،

معرکہ کے متعلق قرآن کی گفتگو

قرآن کریم نے معرکہ احزاب کے متعلق گفتگو کی ہے اور سورہ احزاب کی متعدد

آیات میں جو سترہ آیات تک پہنچی ہیں اس معرکہ کے مراحل کو سمویا ہے اس کا آغاز سورہ احزاب کی نویں آیت سے ہوتا ہے اور پچیسویں آیت پر ختم ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے سب سے پہلے جس امر پر گفتگو کی ہے وہ احزاب کی افواج کے پہنچنے پر مسلمانوں پر مصیبت کا نازل ہوتا، اور ان افواج کے ہٹانے پر مسلمانوں پر اللہ کے انعام کا نازل ہونا اور طبعی عوامل کا ان پر مسلط کرنا اور اللہ کی فوجوں سے ان کو پریشان کرنا ہے جنہیں کسی نے نہیں دیکھا، اس بات نے اسے مدینہ سے کوچ کرنے اور اس کا محاصرہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا اللہ تعالے فرماتا ہے۔

(یا ایہا الذین اٰمنوا . . . . وکان اللہ بما تعملون بصیرًا)

ترجمہ۔ اے مومنو، اللہ کے اس انعام کو یاد کرو جب تمہارے پاس لشکر آئے تو ہم نے ان پر ہوا اور لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا، اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔

جو لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے تھے ان سے قرآن کریم کی مُراد، قریش، غطفان اور بنی قریظہ ہیں اور جن لشکروں کے متعلق قرآن نے اشارہ کیا ہے کہ اللہ نے انہیں احزاب کو پریشان کرنے کے لئے بھیجا، بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ وہ فرشتے تھے، اور یہ ثابت نہیں کہ فرشتوں نے احزاب سے جنگ کی تھی لیکن انہیں پریشان کرنے اور تنگی کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔

امام شعرانی نے فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ پر بیان کیا ہے کہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالے نے ان پر فرشتوں کو بھیجا تو انہوں نے میخیں اکھاڑ دیں اور خیموں کی طنابیں کاٹ دیں اور آگ بجھا دی اور دیگیں الٹ دیں اور سواروں نے ایک دوسرے پر حملے کیے اور اللہ تعالے نے رعب کو ان پر مسلط،

کر دیا اور فوج کی اطراف میں احزاب کو خوفزدہ کرنے کے لیے فرشتوں کی تکبیر زیادہ ہو گئی حتیٰ کہ ہر قوم کا سردار اپنی قوم سے کہنے لگا اے بنی فلاں میری طرف آجاؤ اور جب وہ اکھٹے ہو جاتے تو وہ انہیں کہتا نجات حاصل کرو نجات حاصل کرو۔

اور جب اللہ نے مؤمنین کو پاک کر لیا اور ان آزمائشوں اور مصائب کی بھٹی میں ان کو پگھلایا جنہوں نے ان کی گردنیں پکڑ لیں اور ہر جانب سے ان کا احاطہ کر لیا تو اس کے بعد، احزاب کو تنگ کرنے کے لیے تائید الٰہی آئی اور وہ ان مصائب کے سامنے ڈٹ گئے اور انہوں نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ اپنے ایمان کے لحاظ سے ان مصائب و تکالیف سے بڑے ہیں سو انہوں نے فتح پاتے یا فنا ہو جانے تک جنگ کی مقاومت کرنے کا فیصلہ کیا اور اس موقع پر ان کے صبر و ثبات اور ایمان و یقین کی جزاء کے طور پر اللہ کے ہاں سے ان کے پاس اچانک مدد آئی۔

حالت کی گراوٹ کے متعلق قرآنی گفتگو

قرآن کریم نے مسلمانوں کی حالت کی گراوٹ، اور ان کی صفوں میں خوف رعب اور گھبراہٹ کے انتشار کے متعلق گفتگو کی ہے جو اس بات کے نتیجے سے پیدا ہوا تھا کہ احزاب کی افواج نے (یہود مدینہ کی مساعدت سے) ہر جانب سے ان کو ڈھانپ لیا تھا اور خوفناک صورت میں ان کے محاصرہ کو مضبوط کر دیا تھا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اذ جاؤکم . . . . وزلزلوا زلزالاً شدیداً

ترجمہ:- جب وہ تمہارے اوپر نیچے سے تمہارے پاس آگئے اور نگاہیں کج ہو گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح

کے گمان کرنے لگے وہاں مؤمنین آزمائے گئے اور انہیں سخت جھٹکے دیئے گئے۔

اس صورت حال نے مدینہ کو خوفزدہ کردیا اور یہ کرب اس پر حاوی ہو گیا اور اس سے اس کا کوئی ایک باشندہ بھی نہ بچا اور قریش غطفان کے مشرکین نے اور بنی قریظہ کے یہود نے اسے ہر جانب سے اُوپر سے بھی اور نیچے سے بھی ڈھانپ لیا اور ایک دل کا شعور کرب وخوف دوسرے سے مختلف نہ تھا، صرف ان دلوں کی قبولیت میں اور اللہ کے بارے میں ان کے ظن میں اور سختی میں ان کے سلوک میں قسم واسباب اور نتائج کے تصورات میں اختلاف پایا جاتا تھا اور پھر وہاں آزمائش وامتحان کامل اور دقیق تھا اور مؤمنین اور منافقین کے درمیان فیصلہ کن امتیاز پایا جاتا تھا، جس میں تردد نہ تھا[1]

منافقین کے متعلق قرآن کی گفتگو

اسی طرح قرآن کریم نے ان منافقین کے مواقف تخریب و ارجاف (تخریب کاری اور افواہ بازی) کے متعلق بھی گفتگو کی ہے جو مدنی فوج میں موجود تھے جس سے انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر نازل ہونے والے کرب و بلا کو دگنا کرنے میں پارٹ ادا کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وإذ يقول المنافقون . . . . إلا غرورا

---

[1] فی ظلال القرآن (تفسیر) سید قطب جلد ۲۱ صفحہ ۱۴۰

ترجمہ: اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جھوٹا وعدہ ہی کیا ہے۔

اور یہ بات یوں ہے کہ ان فیصلہ کن گھڑیوں میں جن میں مسلمانوں پر خوف و رعب چھا گیا تھا بعض منافقین کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر یہ منافقین اللہ اور اس کے رسول کے وعدے سے ٹھٹھا کرنے لگے جو انہوں نے مؤمنین سے مدد کے بارے میں کیا تھا اور کہنے لگے ــــ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانے کھائیں گے اور اب ہم میں سے کوئی خوف کے مارے قضائے حاجت کو بھی نہیں جا سکتا۔ ۔ ۔ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جھوٹا وعدہ ہی کیا ہے۔

اور اسی طرح قرآن کریم نے ان منافقین کے گروہ کے متعلق بھی ــــ جب کرب، شدت اختیار کر گیا اور مصیبت کے حلقے مضبوط ہو گئے ــــ گفتگو کی ہے جو سپاہیوں کے درمیان فرار اور شکست کی روح پھیلانے کے لیے آگئے انہوں نے اسلامی فوج کی صفوں کے اندر کمزوری اور انتشار پیدا کرنے کے جذبے سے یہ کام کیا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے،

واذ قالت طائفة منهم . . . . وكان عهد الله مسؤلا

ترجمہ: جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے اہل یثرب تمہارے لیے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں، واپس چلے جاؤ، اور ان میں سے ایک فریق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنے لگا وہ کہتے تحقیق ہمارے گھر خالی ہیں حالانکہ وہ خالی نہ تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے،

اور اگر انہیں مدینہ کی اطراف سے ان کے پاس لایا جاتا پھر ان سے جنگ کے متعلق دریافت کیا جاتا تو وہ اسے دے دیتے اور وہاں تھوڑا عرصہ ہی

ٹھہرتے اور انہوں نے قبل ازیں اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پشت نہ پھیریں گے اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔

اور قرآن کریم ان منافقین کے عیوب کو مسلسل بیان کرتا ہے جنہوں نے احزاب کے روز بُرا طریق اختیار کیا ــــ فرماتا ہے

قل لن ینفعکم الفرار۔ ۔ ۔ ۔ ولا یجدون لھم من دون اللہ ولیاً ولا نصیراً

ترجمہ:۔کہہ دیجئے اگر تم نے موت یا قتل سے فرار اختیار کیا تو فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہ دے گا اور اس وقت تمہیں تھوڑا فائدہ ہی ہوگا، کہہ دیجئے اگر اللہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے یا تم پر مہربانی کرنا چاہے تو کون تمہیں اللہ سے بچائے گا، اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ پائیں گے۔

اور قرآن کریم منافقین کی خبیث اور تخریب کار فطرت کے متعلق بھی گفتگو کرتا ہے جو جہاد سے پیچھے رہنے اور دوسروں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد سے چلے جانے اور ان روکنے والے منافقین کی صفوں میں منظم ہو جانے کی فطرت ہے اسی طرح وہ ان کی کمزوری اور بزدلی کی حالت کی بھی تصویر کشی کرتا ہے جو جنگ کے وقت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے حالانکہ حالتِ امن میں وہ بڑے منہ پھٹ، زبان دراز اور سخت نقاد ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

قد یعلم اللہ المعوقین منکم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وکان ذالک علی اللہ یسیراً

ترجمہ:۔ اللہ تم میں سے روکنے والوں اور اپنے بھائیوں کو، ہمارے پاس آجاؤ، کہنے والوں کو جانتا ہے اور وہ جنگ میں کم ہی آتے ہیں وہ تمہارے بارے میں بخیل ہیں اور جب خوف آتا ہے تو تُو انہیں دیکھے گا کہ وہ تیری طرف دیکھتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی

ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو اور جب خوف چلا جاتا ہے تو وہ تمہیں تیز زبانوں کے ساتھ ملیں گے اور بھلائی کے بارے میں بخیل ہوں گے ، یہ لوگ ایمان نہیں لائے پس اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا اور یہ بات اللہ پر آسان ہے۔

فی ظلال القرآن میں بیان ہوا ہے کہ —— وہ بلوں سے نکلے اور لرزے کے بعد ان کی آوازیں بلند ہوئیں اور عظمت سے ان کی رگیں پھول گئیں اور بھاگنے کے بعد مغرور ہو گئے اور بے حیائی سے جو چاہا اپنے لیے قتل میں آزمائش کا اور شجاعت و جوانمردی کے کاموں میں فضیلت کا دعویٰ کیا ،

اور لوگوں کا یہ نمونہ کسی قوم اور قبیلے میں مفقود نہیں ہے اور یہ ہمیشہ موجود رہتا ہے اور جہاں امن و فراخی ہو وہاں یہ شجاع اور نمایاں فصیح ہوتا ہے اور جہاں شدت اور خوف ہو وہاں یہ خاموش بزدل اور بھگوڑا ہوتا ہے اور وہ بھلائی کے کاموں میں بخیل ہوتا ہے اور اہل خیر اس کی زبان درازی سے تکلیف پاتے ہیں۔

اور قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ منافقین کے دلوں پر خوف اور گھبراہٹ کیسے مسلط تھا اور ان کے رشد و صواب کو —— احزاب کی افواج کی واپسی کے بعد بھی —— اس درجہ تک زائل کرنے والا تھا کہ وہ یقین رکھتے تھے کہ یہ افواج ہمیشہ ہی مدینہ کے گرد اپنے اپنے پڑاؤ میں رہیں گی حالانکہ بالآخر وہ ریٹائرمنٹ کر گئیں۔

یہ مسلمانوں کی جانچ کرنے والے منافقین کس طرح سختی اور خوف کے وقت فوج کی صفوں سے چپکے سے کھسکتے اور میدان سے بھاگ جاتے اور جنگ کے خطرے سے دور رہنے کے باوجود اپنی شدید بزدلی کے باعث تمنا رکھتے تھے کہ وہ جنگل کے اعراب ہوتے اور کوئی تعلق انہیں مدینہ سے مربوط

نہ کرتا جو جنگ کا ہدف اوّل تھا اور کس طرح وہ گھبراہٹ اور اضطراب میں (جیسے کانپنے والا بزدل جو ہر متحرک چیز کو اپنے خلاف خیال کرتا ہے) مسلمانوں اور احزاب کے درمیان ہونیوالی جنگ کی خبروں کے نتیجہ کے متعلق دریافت کرتے تھے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے،

یحسبون الاحزاب لم یذھبوا . . . . ولو کانوا فیکم ما قاتلوا الا قلیلاً

ترجمہ، احزاب کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ نہیں گئے اور اگر احزاب آتے تو وہ چاہتے کہ کاش وہ جنگل میں اعراب کے درمیان رہتے اور تمہاری خبروں کے متعلق پوچھتے اور اگر وہ تم میں شامل ہوتے تو بالکل جنگ نہ کرتے۔

مسلمانوں کے بلند موقف کے متعلق قرآن کی گفتگو

پھر قرآن کریم اس ردی، بھدی اور مبغوض صورت حال سے جس پر منافقین معرکہ احزاب کے برپا ہونے سے لے کر اس کے اختتام تک قائم تھے اس روشن اور شاندار صورت حال کی طرف بات کو منتقل کرتا ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے مخلص صحابہ نمایاں ہوئے جب کہ آزمائشوں نے ان کا گھیراؤ کیا ہوا تھا اور مصائب نے ان کے خلاف معاہدے کئے ہوئے تھے اور تکالیف ان پر پے در پے برستی تھیں، پس وہ ان کے سامنے ڈٹ گئے اور ان کے دھکوں کے سامنے ٹھوس پہاڑوں کی طرح ثابت قدم رہے اور بجائے اس کے کہ یہ آزمائشیں اور مصائب ان کے لیے اضطراب اور کمزوری کا سرچشمہ ہوتے یہ ان کے لیے اطمینان، اعتماد، ایمان یقین اور اللہ کی مدد کی بشارت حاصل کرنے کا سرچشمہ بن گئے۔

اس نے عبادت کو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے شروع کیا ہے

جو شجاعت و ثبات اور ایمان میں اور احوال کے اضطراب اور مصائب و آزمائش میں فتح و ظفر کے کناروں تک قوموں کی کمان کرنے میں مکمل نمونہ ہیں اللہ تعالٰے فرماتا ہے،

لقد کان لکم . . . . وذکر اللہ کثیراً

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لیے اچھا نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کا خواہاں ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

ولما رأی المؤمنون . . . . وما زادھم الا ایماناً وتسلیماً

ترجمہ:۔ اور جب مؤمنین نے احزاب کو دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہم سے اللہ اور اور اس کے رسول نے وعدہ کیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے اور اس بات نے انہیں ایمان و اطاعت میں زیادہ کر دیا۔

اور اس جگہ پر قرآن کریم نے جوانوں کے اس نمونے کے متعلق بھی گفتگو کی ہے (آسمان سے ان کے مضبوط تعلق کی وجہ سے) کہ غزوہ احزاب میں جو کرب اور خوفناک مصائب انہیں پیش آئے انہوں نے ان کی صلابت ایمانی میں اور انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس پر صدق سے صبر و ثبات کرتے ہیں، اور موت تک اس کی راہ میں قربانی دینے میں اضافہ کر دیا اس کے برعکس منافقین کے بزدل، کاہل، متزلزل اور ڈرپوک گروہ کا نمونہ ہے جو کسی عہد پر قائم نہیں رہتا اور نہ اسے پورا کرتا ہے اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔

من المؤمنین رجال . . . . وما بدلوا تبدیلاً

ترجمہ:۔ مؤمنین میں کچھ ایسے جوان بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا ان میں سے کچھ نے اپنا کام پورا کر دیا ہے، اور کچھ انتظار میں

ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی،

اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت انس بن النضر کے متعلق اور آپ کے ان اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو معرکہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے، امام احمد نے ـــــ اپنے اسناد سے ـــــ بحوالہ حضرت ثابت روایت کی ہے کہ ـــــ میرے چچا انس بن النضر، بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل نہیں ہوئے اور آپ پر یہ بات گراں تھی اور آپ کہنے لگے یہ پہلی جنگ ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہوئے اور میں اس سے غیر حاضر رہا اور اگر اللہ تعالے نے بعد ازاں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے کا موقع دیا تو میں اللہ کو دکھاؤں گا کہ میں کیا کرتا ہوں، راوی کا بیان ہے کہ آپ اس کے سوا کوئی اور بات کہنے سے ڈر گئے

اور جنگ احد میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے، حضرت سعد بن معاذ آپ کے سامنے آئے تو حضرت انس نے انہیں کہا اے ابو عمر جنت کی خوشبو کہاں ہے، میں اسے احد کے ورے پاتا ہوں، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے ان سے جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گئے اور آپ کے جسم پر تیر، تلوار اور نیزے کے اسی زخم تھے۔

آپ کی بہن ـــــ میری پھوپھی دختر نضر ـــــ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو اس کی انگلی سے پہچانا، راوی کا بیان ہے کہ پھر یہ آیت نازل ہوئی "من المؤمنین رجال الایۃ" راوی کا بیان ہے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ آیت آپ کے اور آپ کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے رضی اللہ عنہم۔

خواہ کچھ بھی ہو اس آیت میں جو اوصاف بیان ہوئے ہیں اور اس نوع

کے نیک جوانوں پر منطبق ہوتے ہیں جو تمام مواقف ہیں اپنے نبی کے پہلو میں ثابت قدم رہے اور انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا وہ پورا کیا خواہ وہ انس بن النضر اور آپ کے اصحاب ہوں جو احد کے ہیرو تھے اور خواہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص صحابہ ہوں جو معرکہ احزاب میں آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔

ابتلاء و آزمائش

پھر قرآن کریم ان مشاہد مختلفہ اور صُور متبائنہ کے بعد جو معرکہ احزاب سے کے ساتھ شامل رہیں بیان کرتا ہے کہ لوگوں نے جن کروب و محن کا مشاہدہ کیا ہے وہ صرف ابتلاء و آزمائش کے طور پر تھیں تاکہ وہ صادق کی اصل حقیقت کو واضح کرے اور وہ اللہ سے اپنی اچھی جزا لے اور کاذب منافق بھی نمایاں ہو جائے اور لوگوں کے سامنے اس کی اصلیت کو واضح کرے تاکہ وہ جس عذاب کا مستحق ہے اسے حاصل کرے اللہ تعالےٰ ان واقعات کے ذکر کے بعد فرماتا ہے،

لیجزی اللہ الصادقین . . . . ان اللہ کان غفوراً رحیماً

ترجمہ: تاکہ اللہ راستبازوں کو ان کی راستبازی کی جزا دے اور منافقین کو عذاب دے اگر چاہے تو، یا تو ان کو معاف کر دے بیشک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

پھر اس عظیم خوفناک واقعہ (غزوہ احزاب) کے بارے میں بات کو اس پر ختم کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ راستباز، صابر مومنین کے ساتھ ہے وہ انہیں ان کے دشمن کے مقابلہ میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا اور

اسے (جب تک وہ اللہ سے مضبوط تعلق رکھتے ہیں اور اس کے وعدوں کی سچائی پر یقین رکھتے ہیں) ان پر قابو نہیں دے گا بلکہ وہ انہیں اس دشمن پر فتح دے گا خواہ وہ کس قدر قوت وجبروت کا حامل ہوگا جیسا کہ احزاب کے خوفناک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوا، اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔

وردّ اللّٰہ الذین کفروا . . . . وکان اللّٰہ قویّاً عزیزاً

ترجمہ: اور اللہ نے کافروں کو ان کے غیظ سمیت واپس کردیا اور انہیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی اور اللہ، مؤمنین کو جنگ سے کافی ہوگیا اور اللہ قوی اور عزیز ہے،

اسی طرح قرآن کریم نے خندق کی کھدائی کے دوران، منافقین کی سستی اور ان کے تخریبی اعمال کے متعلق بھی گفتگو کی ہے کہ کس طرح وہ سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کیے بغیر، خندق میں کام کرنا چھوڑ دیتے تھے پس قرآن کریم نے چپکے سے کھسک جانے کی کارروائی کی مذمت کی ہے جسے وہ اس خندق کی کھدائی میں فعال مشارکت کرنے سے فرار اختیار کرنے کے لیے کرتے تھے جس کے متعلق مدینہ کی کمان نے فیصلہ کیا تھا، کہ وہ دار الخلافے کی بڑی دفاعی لائن ہوگی اور اسی طرح اس نے (اسی وقت میں) ان مؤمنین کی تعریف بھی کی ہے جو خندق میں کام کرنا اس وقت چھوڑتے تھے جب انہیں کوئی ضروری حاجت ہوتی تھی اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص اجازت لینے کے بعد کام چھوڑتے تھے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے،

انما المؤمنون الذین . . . . ان اللّٰہ غفورٌ رحیم

ترجمہ: مومن صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب وہ کسی امر جامع میں آپ کے ساتھ ہوتے ہیں تو آپ سے اجازت لیے بغیر نہیں جاتے بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پس جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیں اور اللہ سے ان کے لیے بخشش مانگیں بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے پھر اللہ تعالے نے منافقین کو انتباہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول . . . . عذاب الیم[1]

ترجمہ: تم رسول کی پکار کو اپنے درمیان یوں نہ بناؤ جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم سے چپکے سے آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں پس وہ لوگ جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ڈر جائیں کہ انہیں فتنہ یا عذاب الیم پہنچے،

محمد بن اسحاق نے ان آیات کا سبب نزول یہ بیان کیا ہے کہ جب غزوہ خندق (احزاب) میں قریش اور احزاب کا اکٹھ ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق اور جس امر پر انہوں نے اتفاق کیا تھا اس کے متعلق سنا تو آپ نے مدینہ کے گرد خندق بنائی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو اجر کی ترغیب دینے کے لیے کام کیا اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ اس میں کام کیا آپ نے بھی مسلسل مشقت سے کام کیا اور انہوں نے بھی مسلسل مشقت سے کام کیا۔

---

[1] سورۃ نور آیت ۶۲، ۶۳

اور یہ منافقین اپنے کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مسلمانوں سے پیچھے رہے اور عمل سے کمزور ہونے کا توریہ کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور اجازت کے بغیر چپکے سے کھسک کر اپنے اہل کے پاس جانے لگے اور مسلمانوں میں سے جب کسی جوان کو کوئی ضروری حاجت پیش آجاتی جس سے چارا نہ ہوتا تو وہ اس کا ذکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا اور اپنی حاجت کو پورا کرنے کے لیے آپ سے اجازت مانگتا اور آپ اسے اجازت دے دیتے اور جب وہ اپنی حاجت پوری کر لیتا تو وہ بھلائی کی رغبت اور ثواب کے لیے اپنے کام پر واپس آجاتا تو ان مومنین کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

انما المؤمنون . . . . الایة

ترجمہ:- پھر اللہ تعالےٰ نے کام سے کھسک جانے والے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر چلے جانے والے منافقین کے متعلق فرمایا ہے، لا تجعلوا دعاء الرسول . . . . الآیۃ



فصل ششم

تحلیل وتجزیہ

اس بات میں کوئی نزاع نہیں پایا جاتا کہ معرکہ احزاب —— پورے اسلامی وجود کے لیے —— زندگی اور موت کا معرکہ تھا اسی طرح یہ —— (ان لوگوں کی نسبت سے جنہوں نے اس کی منصوبہ بندی کی اور اس کی ذمہ داری لی) ان کے کھو جانے والے اقتدار اور ضائع شدہ رعب وہیبت کی واپسی کی واحد امید تھا اور یہ بات مسلمانوں کا خاتمہ کرنے اور ان کی ہستی کو وجود سے مٹانے سے ہو سکتی تھی اس لیے غزوہ احزاب سب سے بڑی عسکری کارروائی تھی جو یہودیت اور بت پرستی عہد نبوی میں اسلام کے خلاف بروئے کار لائی۔

معرکہ احزاب (لڑنے والوں کی جانب سے) عظیم تیاریوں اور دقیق تنظیمات میں بازی لے گیا، دشمنان اسلام نے اسلام کے خلاف جو جنگیں اور حملے کیے یہ غزوہ ان سب سے زیادہ منظم اور دقیق ترتیب پر مبنی تھا اور اس جنگ میں دشمن کی افواج سب سے بڑی عسکری قوت تھیں جن کا مسلمانوں نے اپنے گھر کے صحن میں سامنا کیا بلکہ سب سے بڑی جانباز اور جنگجو قوت تھیں جن کے سامنے مسلمان ایک اور دس کی نسبت سے کھڑے ہوئے،

مسلمانوں کے موقف کی کمزوری

ہر مادی چیز (تباہ کن طریق پر) اشارہ کر رہی تھی کہ عنقریب احزاب کو مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو جائے گا اور ان کا انجام (صرف عسکری اندازے کے مطابق)

ایسی بات تھی جس سے فراغت ہو چکی تھی اور اس کے مندرجہ ذیل اسباب تھے

۱۔ دشمن کی فوج ہر مادی چیز میں زبردست برتری کی حامل تھی

عرب قریشیوں اور غطفانیوں کے دس ہزار جانبازوں نے جنہیں نہایت اچھے طریق پر تیار کیا گیا تھا مدینہ کو ڈھانپ لیا اور یہ سب کے سب مسلمانوں پر برافروختہ تھے ان عظیم عسکری قوات کی امداد، سرکش یہودیوں کا راس المال کر رہا تھا۔ اور خبیث فریب کار اسرائیلی سوچ ان کے لیے منصوبہ بندی کر رہی تھی۔

اور ان عظیم افواج کے بالمقابل دوسری جانب فقط ایک ہزار جانباز تھا جو ایمان کے سوا، ہر مادی قوت میں اس فوج سے کم تھا۔

۲۔ یہود کی عہد شکنی

اس تباہ کن خطرے کے علاوہ، جس کے مقابلے کے لیے ساری اسلامی فوج کھڑی تھی اور وہ خوفناک قریشی اور نجدی افواج کی صورت میں متمثل تھا، اس فوج کو ایک خوفناک اور ہلا دینے والا دھکا لگا اور وہ بنی قریظہ کے یہود کا عہد شکنی کرنا اور ان فیصلہ کن اور خوفناک گھڑیوں میں (یہ لوگ اسلامی فوج کی لائنوں کے پیچھے تھے) جنگ کرنے والوں کے ساتھ منظم ہو جانا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں اور بنی قریظہ کے درمیان مشترکہ دفاع کا معاہدہ تھا اور یہ بات طے شدہ تھی کہ یہود (اس معاہدے کے بموجب) مدینہ کا دفاع کرنے والی فوج کا حصہ ہوں گے۔

لیکن یہود نے بجائے اس کے کہ اپنے حلیف مسلمانوں کی پیٹھ ٹھونکیں اور ظالم جنگ بازوں کے خلاف ان کے پہلو میں کھڑے ہوں، وہ ان جنگ بازوں کے

ساتھ مل گئے، اور وہ (تقریباً ایک ہزار جانباز تھے) اسلامی فوج سے دشمنی رکھنے والی فوج بن گئے، جو پیچھے سے اس پر ٹوٹ پڑنے کو تھی۔ اور یہود کا یہ بُرا عمل ایک دردناک چوٹ اور بڑی تہدید تھی، جس کا اثر، بڑی جنگجو افواج کے اثر سے کم نہ تھا، اس لیے کہ کسی بھی فوج کے لیے (جو دشمن سے مقابلہ کی حالت میں ہو) پیچھے سے اچانک تہدید، اس بڑی فوج سے بھی بڑھ کر خطرناک ہوتی ہے، جس کا وہ مقابلہ کر رہی ہوتی ہے

اور عملاً، یہود کی عہد شکنی اور ان کے جانبازوں سے مل جانے کا، مدینہ کی چھوٹی فوج کی صفوں پر بہت بُرا اثر پڑا، اور وہ اس طرح کہ حالت تنگ ہو گئی اور آزمائش سخت ہو گئی، اور مؤقف اس حد تک تنگ ہو گیا کہ سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موجودگی میں غطفان کے قائدین کے ساتھ الگ صلح کرنے کے بارے میں سوچا جس کے بموجب وہ مدینہ سے واپس چلے جائیں اور اس کے بالمقابل انہیں مدینہ کے پھلوں کا تہائی حصہ دیا جائے، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کوشش اس سخت فوجی دباؤ کو کم کرنے کے لیے تھی، جس سے اسلامی فوج دو چار تھی۔

۳ - منافقین اور افواہیں اڑانے والے عنصر کا اسلامی فوج کے اندر اس کے جزا کے طور پر موجود ہونا

یہ عنصر مدینہ کا دفاع کرنے والی اسلامی فوج پر سب سے بڑی مصیبت تھا، اسطرح پر کہ اس خبیث عنصر کی حقیقت اس وقت معلوم ہوتی، جب مسلمان آزمائش کے سخت ترین مراحل میں تھے۔

یہود کے عہد شکنی کرنے اور مسلمانوں کو جنگ کا چیلنج دینے کے بعد رذالت اور کمینگی کے عوامل جو ان منافقین کے دلوں میں، جاگزین تھے، جو اظہارِ اسلام کرتے تھے، اور اخفائے کفر کرتے تھے، وہ ۔ ان خوفناک گھڑیوں میں جن سے اسلامی وجود گذر رہا تھا، ـــــ فوج سے چپکے سے اور (کبھی کبھی) بھونڈے طور پر اجازت طلب کرتے

سے کھسکنے لگے، اس سے انہوں نے مدینہ کا دفاع کرنے والی فوج کے مورال میں بڑے بڑے شگاف کر دیتے۔
اور منافقین نے اسی پر بس نہ کی بلکہ وہ فوج میں شکست کی روح پھیلانے لگے اور (علانیہ) اس کی صفوں میں خوف اور گھبراہٹ کی اشاعت کرنے لگے، حتیٰ کہ اس کی تعداد کم ہونے لگی، یہاں تک کہ معرکہ کی آخری راتوں میں اس کی تعداد فقط تین سو جانبازوں تک رہ گئی[1] اس بات نے مدینہ کی کمان کی پریشانیوں کو اس قدر بڑھا دیا کہ ان پر اضافے کی گنجائش نہ رہی۔

۴۔ موسم کی ٹھنڈک اور ہواؤں کی سختی کے ساتھ فقر و احتیاج

ان اہم اور خوفناک اُمور کے علاوہ جن کا مدینہ کی کمان کو سامنا کرنا پڑا، احزاب کا سال مسلمانوں کے لیے بھوک اور قحط کا سال تھا اور سخت تکلیف دہ سردی اور جو بائی ہواؤں کا موسم تھا اور ثقہ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں پر ایک ایک دو دو دن گزر جاتے اور وہ ان میں کھانا نہ چکھتے، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ـــ بخاری کی روایت کے مطابق ـــ بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے،
جبکہ دوسری جانب احزاب کی افواج کے پاس تمام ضروری غذائی مواد موجود تھا اور ـــ اس کے باوجود ـــ ان کے پیچھے یہود کھڑے تھے (جو مال کے بادشاہ تھے) وہ خوراک میں جو کمی بھی ہوتی اسے پورا کر دیتے۔
اور ہم نے (اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں) لکھا ہے کہ بنی قریظہ، جیوش احزاب

---

[1] ملاحظہ کیجیے اس کتاب میں حضرت حذیفہؓ کی گفتگو اور جنگ کی آخری رات میں احزاب کے پڑاؤ میں آپ کے داخل ہونے کا واقعہ۔

کی طرف کس طرح خوراک کے لدے ہوئے قافلے بھیجتے تھے اور کس طرح ایک قافلہ جیش مدینہ کے ایک گشتی دستے کے ہاتھ آیا اور اس نے اس سے مال برآمد کر لیا اور وہ بیس اونٹ تھے، سو اللہ نے اس کے بوجھوں کے ذریعے مسلمانوں کی تنگی کو کم کر دیا۔

یہ سب اسباب وعوامل (پہلے مرحلہ میں اور ایسی صورت میں جو جھگڑے کو قبول نہیں کرتی) اشارہ کرتے ہیں کہ عنقریب تباہ کن فتح مسلمانوں کے خلاف حلیف ہوگی اور مدینہ لازماً ان جابر اور عظیم افواج کے قبضہ میں آجائے گا،

جس بات نے بنی قریظہ کو دھوکہ دیا اور انہیں اس غداری کے بھیانک جرم پر آمادہ کیا اور وہ عہد توڑ کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے والی فوج کے ساتھ شامل ہو گئے: تاکہ وہ فتح کے پھلوں میں اپنا حصہ لیں، جس کے بارے میں انہیں ادنیٰ شک بھی نہ تھا۔ (سوائے ان کے زعیم اسد بن کعب کے) کہ وہ احزاب کی حلیف ہوگی،

احزاب کی ناکامی کے اسباب

پھر وہ کیا اسباب تھے جو اس فتح کی تکمیل میں حائل ہو گئے، جس کے مادی اسباب وافر طور پر احزاب کے پاس موجود تھے،؟ نیز وہ کیا اسباب تھے جنہوں نے اس متوقع فتح کو بُری شکست میں بدل دیا کہ اس بڑے حملے کو ایسی بُری ناکامی ہوئی کہ جسے (علی الاطلاق) سب سے بڑی ناکامی خیال کیا جاتا ہے، جو اسلام اور اس کے دشمنوں کی حربی تاریخ میں، جزیرۂ عرب میں یہود اور مشرکین کو ہوئی۔

بڑے اسباب

ہم ان بڑے اسباب کی، جو اس فتح کی تکمیل میں حائل ہوئے اور اس بُری ناکامی

ناکامی تک پہنچایا تلخیص کر سکتے ہیں

پہلا سبب...... خندق کی کھدائی

مدنی کمان کا اس خندق کی کھدائی میں کامیاب ہونا (جو مدینہ کی پہلی دفاعی لائن کے طور پر تھی) ایک فوجی تدبیر تھی، جس سے احزاب کی کمان اچانک بوکھلا گئی، بلکہ اس سے بے ہوش ہو گئی، اس لیے جیوش احزاب کے پہنچنے سے قبل مسلمانوں کے خندق کھودنے میں کامیاب ہو جانے نے ان کے منصوبے کو (جو مدینہ پر قبضہ کرنے کے لیے بنایا گیا تھا،) اساس سے تباہ کر دیا۔

احزاب کی کمان (جب اس نے مدینہ پر قبضہ کرنے کو جنگ کے اساسی ہدف کے طور پہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا) ــــ اس ہدف کو پورا کرنے کے لیے ــ ان بڑی افواج پر اعتماد کرتی تھی، جنہیں اس نے جمع کیا تھا۔ اور ان کے سامنے مسلمانوں کی فوج کی نسبت ایک اور دس کی تھی، اور اس بے پناہ تعداد کے پس پردہ اس کا مقصد اس فائق شجاعت پر متغلب ہوتا تھا جس سے مسلمان ممتاز تھے، اور یہ بات ان کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ میں جنگ کے ذریعے ہی ہو سکتی تھی، خواہ اس میں مسلمانوں کی شجاعت کتنی بھی ہو، بلاشبہ عددی برتری کا اس درجہ تک ہونا جب تک احزاب کی افواج پہنچی تھیں، اس کا ایسا اثر ہوتا ہے جسے معرکہ جیتنے میں حقیر نہیں سمجھا جا سکتا، اور قدیم لوگوں کا قول ہے ــ کثرت، شجاعت پر غالب آجاتی ہے ــ

لیکن مسلمانوں کے خندق کھودنے نے احزاب کے منصوبے کو تباہ کر دیا اور اسے بالکل الٹ دیا، اور یہ خندق، احزاب کی متموج افواج کے درمیان اور اسلامی فوج کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ میں جنگ کرنے کے درمیان حائل ہو گئی، جیسا کہ احزاب کی کمان کا منشا تھا، اور جیسا کہ معرکہ کا طے شدہ منصوبہ تھا۔

خندق کے وجود نے جیوش احزاب کے ہزاروں جوانوں کی سرگرمیوں کو منجمد کر دیا۔ اور ان کی حرکتوں کو شل کر دیا کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی طاقت نہ پا سکے۔ ہاں چھپکے سے خودکشی کے طریق پر خندق کے عبور کر لینے کے طریق سے انہوں نے جنگ کی۔ اور یہ عمل (خواہ کتنی بار بھی کیا جاتے) جنگ کے مطلوبہ نتیجے تک نہیں پہنچاتا۔

اور احزاب کی کمان نے ــــ گھوڑوں سے خندق پھلانگنے کی کاروائی کا بھی تجربہ کیا کہ شاید وہ کامیابی کی صورت میں) وسیع پل تعمیر کرنے کی سکت پا سکے جن سے احزاب کے پیادے (قریشی سواروں کی حفاظت میں) مسلمانوں کی جانب چلے جائیں لیکن یہ تجربہ ناکام ہو گیا کیونکہ جن سواروں نے یہ کاروائی کی وہ یا تو قتل ہو گئے یا جہاں سے آئے تھے وہیں بھاگ گئے اور یوں احزاب کی کمان حیران کھڑی رہ گئی اور اسے معلوم نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی اس حربی تدبیر کے بالمقابل کیا کرے پس انہوں نے اس تدبیر سے احزاب کے جیوش کی حرکات کو شل کر دیا اور انہیں اپنی من مرضی کی حرکت کرنے سے بے کار کر دیا۔

احزاب کی صفوں میں برافروختگی

جیوش احزاب کے جمود اور (خندق کے باعث) ان کے فیصلہ کن معرکہ میں کسی فیصلہ کن کام پہ قدرت نہ رکھنے کے نتیجے میں، جیوش احزاب کے اندر برافروختگی پیدا ہو گئی کیونکہ یہ سب جیوش ان بدوؤں کے تھے جو اپنی جنگوں میں (ہمیشہ) چھاپہ مار جنگوں سے مالوف تھے جو ایک دن یا دن کے کچھ حصے سے زیادہ نہ ہوتی تھیں اور وہ خندقوں کے آگے اس تمام مدت تک جو وہ مدینہ کے گرد پڑاؤ کئے رہے پڑاؤ کرنا نہ جانتے تھے۔

اس لیے خندق کے پیچھے کسی جنگ کے بغیر جم کر بیٹھ رہنا ان پہ گراں گزرا

اور وہ بے فائدہ پڑاؤ سے اُکتا گئے اس بات کو احزاب کی کمان نے بھی دیکھا اور وہ تنگی محسوس کرنے لگی اور (اس کے نتیجے میں) وہ ریٹائرمنٹ کے بارے میں سوچنے لگی لیکن اس نے بنی قریظہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کا خاتمہ کیے بغیر مدینہ کا محاصرہ نہ چھوڑے گی اس بات نے اسے دیر کرنے والا بنا دیا اس لیے کہ اسے ملامت کا خدشہ تھا اور اگر اس نے یہود اور مسلمانوں کو اکیلے چھوڑ دیا تو بلاشبہ مسلمان ان کی عہد شکنی اور غداری کا سخت حساب لیں گے۔

اس لیے جب ریٹائرمنٹ کرنے اور یہود کو ان کے حال پر چھوڑنے کا جواز پیدا ہوا تو احزاب کی کمان نے ریٹائرمنٹ کرنے اور یہود کو چھوڑنے میں تردد نہ کیا (خواہ وہ جواز ظاہری طور پر ہی ہوا) اور وہ یہود کا احزاب کے جوانوں کو یرغمال لیے بغیر جو مسلمانوں کے خاتمہ کی تکمیل تک ان کے پاس رہیں گے، مسلمانوں پر حملہ کرنے میں مشارکت کرنے سے رکنا تھا۔

پس مدینہ سے جنگ بازوں کو روکنے کے لیے مسلمانوں کا خندق کو پہلی دفاعی لائن بنانے میں کامیاب ہو جانا سب سے بڑا عامل ہے جس نے جنگ کی ناکامی تک پہنچا دیا بلکہ جب ہم اس بات کو صرف عسکری نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو یہ ان سب عوامل سے بڑا عامل ہے۔

دُوسرا سبب . . . نعیم بن مسعود کا فریب

اس بارے میں کوئی نزاع نہیں پایا جاتا کہ کسی جنگجو فوج کی صفوں میں افتراق و انتشار کا پیدا کر دینا سب سے بڑا ہتھیار ہے جس کے پھل اس فوج کے مخالف کو ملتے ہیں اور افتراق و انشقاق دشمن کے ساتھ وہ کام کرتا ہے جو طاقتور اور جدید ترین اسلحہ سے مسلح جرار لشکر بھی نہیں کرتے اس لیے حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ـــــ آپؐ عسکری سیاست میں وسیع تجربہ اور دسترس رکھتے تھے ـــــ نعیم بن مسعود سے (جو عربوں میں دانشمندی اور فریب کاری میں مشہور تھے) مطالبہ کیا کہ وہ اس ہتھیار (افتراق وانشقاق) سے ان دشمنوں کے خلاف کام لیں جو اس خوفناک جنگ میں ایک دوسرے کے حلیف ہیں، آپ نے اسے فرمایا ـــــ جب اس نے خفیہ طور پر اپنی قوم کے کسی آدمی کے علم کے بغیر اپنے اسلام کا اعلان کیا ـــــ تو ہی ہمارے درمیان ایک آدمی ہے جس قدر ہو سکتا ہے انہیں پسپائی پر آمادہ کرو بلاشبہ جنگ ایک فریب ہے ـــــ

نعیم بن مسعود، دشمن کے خلاف، افتراق وانشقاق کے ہتھیار سے کام لینے میں مکمل طور پر کامیاب ہوئے اور آپ نے اس ہتھیار سے احزاب کی وحدت کو اور یہود کے ساتھ ان کے اتحاد کو اساس سے تباہ و برباد کر دیا جیساکہ اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں مفصل بیان ہو چکا ہے،

اور یہ کامیابی، جلد مدینہ کا محاصرہ چھوڑنے میں اور احزاب کے جرار لشکروں کے اس رسواکن صورت میں ریٹائرمنٹ کرکے اس بڑی جنگ کے ختم کرنے میں ایک اہم عامل تھی۔

نعیم بن مسعود کے یہود کو، یرغمالی حاصل کیے بغیر احزاب سے عدم تعاون پر رضامند کر لینے نے قریش اور غطفان کے سامنے جلد ریٹائرمنٹ کرنے کا راستہ کھول دیا اور ان کی آبرو کو بچا لیا کہ انہوں نے اس عدم تعاون کو اپنی ... ریٹائرمنٹ کا اور یہود کو اکیلے چھوڑنے کا جواز بنا لیا کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچیں یہ وہ بات ہے جس سے احزاب کی کمان، قبل اس سے کہ قریظہ سے تعاون چھوڑیں، حملہ آمد کرنے سے بچتی تھی۔

اور ہم نے اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں پڑھا ہے کہ کس طرح

ابو سفیان (احزاب کی افواج کے سالار عام) نے بنی قریظہ پر اس واقعہ کی ذمہ داری ڈالی اس نے (ریٹائر منٹ کا حکم دیتے ہوئے) کہا،

قسم بخدا تم ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہو اور بنی قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی ہے اور ہمیں ان کے متعلق وہ بات پہنچی ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے،

تیسرا سبب . عقیدہ

جنگ کی ناکامی کے دو فیصلہ کن عاملوں کے علاوہ (صرف عسکری نقطہ نگاہ سے) وہاں ــــ میرا ان کے نقطہ نگاہ سے ــ ایک اہم عامل (جو سب سے اہم عامل بھی بن جاتا ہے) بھی اس خطرناک جنگ کے ناکام کرنے میں شامل تھا، اور وہ عقیدہ تھا،

راستباز مسلمانوں کے ہاں عقیدہ ہی وہ بڑا ہتھیار ہے جس پر وہ تمام معرکوں میں اعتماد کرتے ہیں، اس لحاظ سے عقیدہ کا ان عوامل میں پہلا مقام ہے جو ان کو ثابت قدم بناتے ہیں، جبکہ فرار کرنا یا فرمانبرداری کرنا (عسکری مادی قیاسوں کے حساب سے) ایسا امر ہے جس سے مفر نہیں بلکہ ایسا کرنے والوں پر کوئی ملامت بھی نہیں ہے۔

ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم تفصیل سے عقیدہ اور مسلمانوں کے دلوں سے اس کے اثر اور مسلمانوں کی فتوحات میں (بدرجہ اولیٰ) اس کی حصہ داری کے متعلق گفتگو کریں ہم نے اپنی دونوں کتابوں (غزوۂ بدر اور غزوۂ احد) کے آخر میں تحلیل و تجزیہ کے زیر عنوان اس پر مفصل گفتگو کی ہے، جو شخص چاہے اس کی طرف رجوع کرے۔

ہاں معرکہ احزاب میں (مسلمانوں کی نسبت سے) عقیدہ کا علی الاطلاق اہم کردار نظ

اور بھی بڑا ہتھیار تھا، بلکہ جنگ کے مقابلے میں اور اس کے ناکام کرنے میں واحد ہتھیار تھا۔

اور اس جنگ میں دشمن کا واحد مؤثر ہتھیار بُری افواہیں اُڑاتا، ڈراتا اور خوفزدہ کرنا، غداری کرنا، عہد شکنی کرنا اور ظلم کرنا تھا۔ . . . اور حقیقۃً ایک ہزار جانباز دل کی نسبت جو کم ہوتے جا رہے ہوں، یہ ایک خوفناک ہتھیار ہے، حتیٰ کہ ان میں سے اس خوفناک جنگ کی آخری رات کو صرف تین سو جانباز باقی رہ گئے جنہیں گیارہ ہزار جانباز ہر جانب سے گھیرے ہوئے تھے . . . . بلاشبہ یہ ایک خوفناک ہتھیار ہے، اور اس کے سامنے صرف دلجمعی، اعصابی قوت، عقلی بردباری کی یاد، سکون نفس، قلبی مضبوطی اور اللہ کی مدد پر اعتماد کا ہتھیار ہی ٹھہر سکتا ہے،

اور یہ عوامل، اس خوفناک ہتھیار کے مقابلہ میں جس سے دل اُکھڑ جاتے ہیں، فیصلہ کُن اثر والے ہیں، اور یہ اس شخص کو وافر رنگ میں میسّر آتے ہیں، جو اس قسم کے صاف اور بلند عقیدہ کا حامل ہو، اسلام کا عقیدہ وہ ہے، جس نے اوس کے نوجوان سردار (حضرت سعد بن معاذ) کو ایسا بنا دیا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے — جب آپ نے مدینہ کے تہائی پھلوں کے بالمقابل غطفان سے الگ صلح کرنے کی کوشش (اپنی محصور چھوٹی فوج پر رحم کرتے ہوئے) کہنے لگے، . . . . خدا کی قسم ہم صرف انہیں تلوار دیں گے، حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔

اس نوجوان مومن سردار نے یہ پائیدار بات کہی جس سے غطفان کے ساتھ صلح کو مسترد کر دیا، یہ بات آپ نے اس وقت کہی، جب مسلمان کرب اور تنگی کے اونچے درجے میں تھے، اور آزمائش نے ان کے گریبان پکڑ لیے تھے، اور مصائب و تکالیف نے ہر جانب سے ان کا گھیراؤ کر لیا تھا۔

انصار کے نوجوان سردار نے اس صورت میں غطفان کے ساتھ الگ صلح کے نظریے کو مسترد کر دیا، حالانکہ اس نظریے پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے مشورہ

کر کے موافقت حاصل کر لی تھی اور (عسکری سیاست کی اصطلاح میں) یہ ایک درست نظریہ تھا جس پر کوئی اعتراض نہیں پایا جاتا۔ اور جیسے فوجی قائدین آج تک اپنی افواج سے جنگ کی مشقت کو کم کرنے کے لیے استعمال کرتے رہتے ہیں، اس لیے کہ دشمن کی جمعیت کو پراگندہ کرنا اور اس کی قوت کو کمزور کرنا اور کسی بھی وسیلہ سے اس کے اندر انتشار پیدا کرنا کسی عسکری قائد کے دل سے اوجھل نہیں ہوتا، جو بلا استثناء تمام جنگوں کے بارے میں ذمہ دار ہوتا ہے، لیکن وہ مضبوط اور پائیدار عقیدہ جیسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، اس نے انصار کے قائدین کو (جو مدنی فوج کی ریڑھ کی ہڈی تھے) ایسا بنا دیا کہ وہ اپنے نبی سے صلح کے اس نظریہ کو خیرباد کہنے اور مقابلے پر ڈٹا رہنے کی اجازت مانگنے لگے، خواہ نتائج کچھ بھی ہوں۔

احزاب کے ہاں عقائدی خلاء

حضرت سعد بن معاذ اور انصار کے قائدین کے موقف نے اسلام کی چھوٹی فوج میں عقیدہ کے ہتھیار کی فعالیت کی واضح صورت کو ہمارے سامنے نمایاں کر دیا ہے۔ اور اس عقیدہ کی متانت اور صلابت اس حد تک ہے کہ اس نے مومنین کو اس شاندار موقف میں کھڑا کر دیا، بلاشبہ غطفان کے قائدین (جو جیوش احزاب کی ریڑھ کی ہڈی تھے) کا خفیہ طور پر نبوی ہیڈکوارٹر میں آنا اور — قریش کے پس پشت — مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کے تہائی پھلوں کے مقابل الگ صلح کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھانا، ہمیں اس بات پر قاطع دلیل مہیا کرتا ہے کہ احزاب کی عظیم افواج کے اندر مکمل عقائدی خلاء موجود تھا، اور ان ہزاروں جمع شدہ جوانوں پر آمد کے وقت تفکک (الگ الگ) حاوی تھا، کیونکہ ان کا کوئی واحد نصب العین نہ تھا، جو انہیں راسخ اور سچے عقیدہ پر جمع کرتا جو اُن کا اللہ سے رابطہ کرا دیتا اور وہ اس کی راہ میں موت کو شیریں خیال کرتے جیسا کہ مسلمانوں

کا حال تھا۔

یہ ہزاروں جمع شدہ جوان آتے۔ ان کو تنگ، محدود اور ارزاں مقاصد ہانک رہے تھے، ایسے مقاصد جو کسی جنگ کی اساس و بنیاد نہیں ہو سکتے . . . ان مقاصد کا نفع اور فائدہ، کسی بھی طریقے سے مادی منافع کو حاصل کرنا، پھر جلدی سے اپنے خیموں اور چراگاہوں کی طرف واپس چلا جانا تھا،

احزاب اور مسلمانوں کا موازنہ

ان محدود اور ارزاں مقاصد کے درمیان جنکی خاطر احزاب جنگ کرنے آتے تھے، اور اس بلند عقیدہ کے درمیان جس کی خاطر مسلمان جنگ کرنے آتے تھے، اور جس کے جھنڈے تلے، یہ چھوٹی سی مومن فوج ان خوفناک افواج سے جنگ کرنے کے لیے کھڑی تھی، عظیم فرق واضح ہوتا ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جب عقیدہ صحیح طور پہ تعمیری ہو، تو اس کا ہتھیار کس قدر مؤثر ہوتا ہے۔

اگر ان خوفناک حالات میں مسلمانوں کے پاس عقیدہ کا ہتھیار نہ ہوتا، تو وہ ان خوفناک افواج کے سامنے، جو مسلمانوں سے دس گنا زیادہ تھیں، ثابت قدم رہنے کی طاقت نہ پاتے، یہ ثبات (زمانوں کے پلٹنے کے باوجود) ضرب المثل کے مقام پر ہے۔ (اگر عقائدی خلا نہ ہوتا جو جیوش احزاب پہ مسلط تھا) تو احزاب کے جرار لشکروں کی استطاعت میں تھا، کہ وہ مدینہ کی چھوٹی فوج کے مقابل خندق کی موجودگی کے باوجود فیصلہ کن فتح ریکارڈ کرتے اسلیے کہ خندق کسی بھی صورت میں ان کے درمیان اور مدینہ میں داخل ہونے کے درمیان حائل نہ ہو سکتی تھی، خصوصاً اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں زبردست عددی برتری سے ممتاز تھے۔

حق بات یہ ہے کہ مدینہ پر قبضہ کرنے کے لیے خندق میں داخل ہو جانا، ایسی

قربانیوں کا تقاضا کرتا ہے، جنہیں معمولی خیال نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر احزاب کی افواج کی جنگ کا باعث، اعتقادی باعث کی سطح پہ ہوتا، جس کے سایے میں مسلمان کھڑے ہوکر مدینہ کا شاندار دفاع کر رہے تھے، تو احزاب کی افواج مدینہ میں داخل ہونے کے لیے سینکڑوں مقتولین کی قربانی دینے میں بخل نہ کرتیں۔

چونکہ مدینہ کے گرد ان جیوش کے اکٹھ کا حقیقی باعث، وہی مادی، کمزور اور ارزاں باعث تھا، جو فقط سلب و نہب کی قدرت پانے میں متمثل تھا، تو یہ ایک بدیہی بات ہے کہ یہ جیوش اس قسم کے کام میں دلیری کرنے سے رُک جاتے، جس پر دلیری کرنا بڑی فیاضی سے جانیں قربان کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

اور اگر معاملہ برعکس ہوتا اور مسلمان ان جرار لشکروں کو لے کر آتے جنہیں احزاب لائے تھے، تو خندق ان کے درمیان اور مدینہ پر قبضہ کرنے کے درمیان حائل نہ ہوتی، بلکہ وہ چند لمحوں میں اس میں داخل ہو جاتے، جیسا کہ انہوں نے اور ان کے بیٹوں نے شام و عراق میں کئی بار ایسا کیا ہے، ایرانی اور رومی اپنے ڈر سے خندق کھود لیتے تھے حالانکہ وہ مسلمانوں سے زیادہ طاقتور ہتھیاروں اور زیادہ تعداد والے ہوتے تھے۔

جنگ کا اُلٹ نتیجہ

اس کتاب کے گذشتہ صفحات سے واضح ہو چکا ہے کہ زعمائے یہود، خیبر سے جس منصوبے کو لے کر نکلے، جس کے بموجب قریش اور غطفان کے جرار لشکروں کا اجتماع مکمل ہوا، ان کا پہلا مقصد، مسلمانوں کو مکمل طور پہ تباہ کرنا اور اسلامی وجود کو اساس سے گرانا تھا، اور قریش کے زعماء اور غطفان کے قائدین اس بارے میں ان کے نصف نصف حصے دار تھے۔

لیکن وہ کیا نتائج تھے جنہیں یہود کے قائدین اور قریش اور غطفان نے اس

عظیم، منظم اور خوفناک جنگ کے حاصل کے طور پر، حاصل کیا۔

نتائج یقینی طور پر ۱۰۰ فیصد الٹ تھے، جن کی تلخیص درج ذیل ہے:

(۱) احزاب کے جیوش کو ایسی بڑی شکست سے پالا پڑا کہ اس قسم کی شکست سے قریش، غطفان اور یہود کو اپنی اگلی پچھلی طویل تاریخ میں پالا نہیں پڑا۔

اور احزاب نے مسلمانوں کی طاقت کو توڑنے اور ان کے اقتدار کا خاتمہ کرنے اور ان کے وجود کو ختم کرنے کی بجائے (اس عظیم جنگ کے پھل کے طور پر) اس بُری شکست اور بڑی ناکامی کو حاصل کیا، اور اس شکست سے قریش اور غطفان کی عسکری شہرت اس حد تک گر گئی، کہ اس کی موجودگی میں ان قبائل میں سے کوئی قبیلہ بھی (حالانکہ یہ علی الاطلاق جزیرہ کے قوی ترین قبائل تھے) مسلمانوں سے جنگ کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکا، اور یہ غزوہ احزاب، آخری جنگی کاروائی تھی، جو عرب بُت پرستوں نے جزیرۂ عرب میں اسلام کے خلاف کی۔

غزوۂ احزاب کے بعد مسلمانوں کی شہرت

دوسری جانب ــــــ اس معرکہ کے بعد ــــــ مسلمانوں کی عسکری شہرت بلند ہو کر چوٹی تک پہنچ گئی اس بات نے (جزیرہ عرب میں یہودیت اور بت پرستی کے آخری قلعے کے سقوط تک) انہیں مؤقت کے سردار بنا دیا وہ جنگ کرتے اور کوئی شخص ان سے جنگ کرنے کی سکت نہ پاتا،

(۲) اس جنگ سے جو یہود کی کارروائیوں اور سوچ کا نتیجہ تھی، یہود کو یہ حاصل ہوا کہ انہیں نجد و حجاز کے بت پرستوں سے بھی بڑھ کر زیادہ خطرناک نقصان ہوا۔

بلاشبہ جب یہ قریشی اور نجدی اپنی عسکری ہیبت کو کھو بیٹھے تو انہوں نے سکینت و سکون اختیار کر لیا حتیٰ کہ مسلمان افواج کے مکہ پر قبضہ کرنے کے

بعد یہ عربوں کی طرح حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور یہود کی کوئی عسکری ہیبت باقی نہ رہی کہ وہ اسے کھوئیں لیکن اس جنگ کے پھلوں میں، جس کی آندھیوں کو انہوں نے ہوا دی تھی، ان کا حصہ، مدینہ میں بنی قریظہ کے سب مردوں کو تباہ کر کے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کہ یثرب کو یہودی عنصر سے پاک کرنا تھا اور یہ وہ خوفناک مصیبت ہے جسے یہود نے (احزاب کے ساتھ معاہدہ کر کے) مسلمانوں پہ نازل کرنے کی تیاری کی تھی[1]

اور ان مجرم یہودیوں کی مصیبت نے، یثرب میں ان کے باقیماندہ وجود کے مٹانے پہ ہی توقف نہیں کیا جو ان کے شریر اعمال کا حامل تھا۔

بلکہ یہ مصیبت جرم کے مقام اور آمریت کے اڈے خیبر تک پھیل گئی جس میں اس خوفناک جنگ کا منصوبہ تیار کیا تھا۔

پس احزاب کا خوفناک حملہ ایک سبق تھا جسے مدینہ کی کمان نے یاد رکھا اور اس کے بعد یقین کر لیا کہ ظلم و زیادتی کے خیبر پہ ضرب لگائے بغیر چارا نہیں اور اگر اسے ضرب نہ لگائی اور تباہ نہ کیا گیا تو اسلامی وجود ہر لحظہ آمریت اور ظلم و زیادتی کا تختہ مشق رہے گا، خصوصاً اس لیے کہ یہود کے پاس وافر جمع شدہ مال تھا اور مال زیر دست اقتدار والا ہوتا ہے) جس سے وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی جنگ بھی جیسے وہ چاہتے برپا کر سکتے تھے، اس لیے مدینہ — نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں، خیبر میں یہود کے خلاف وسیع جنگی کاروائی کرنے پہ تیار ہو گیا حتیٰ کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گیا، اور اس کے تمام زعماء اور قائدین معرکہ میں قتل ہو گئے۔

---

[1] اس سلسلہ کی ہماری چوتھی کتاب کا موضوع غزوہ بنی قریظہ ہو گا، انشاء اللہ

اور سقوطِ خیبر سے جزیرۂ عرب میں یہود کے آخری قلعے کا مکمل صفایا ہو گیا، اور اس کے بعد آج تک جزیرۂ عرب میں یہود کو کوئی اقتدار نہیں مِلا اور انشاء اللہ قیامت کے دن تک ہرگز ان کا اقتدار نہ ہو گا۔

اس تحلیل میں ایک موضوع قابلِ توضیح رہ گیا ہے، اور وہ سُستی کا مؤقف ہے، جسے معرکہ غطفان کے نجدی قبائل نے اختیار کیا (حالانکہ وہ اس جنگ کی اکثریت تھے)

معرکہ کے تمام ادوار کے جائزے کے دوران ہم نے اس معرکہ میں غطفان کے کسی جوان کی (خواہ وہ قائد ہو یا سپاہی) مسلمانوں کے خلاف کوئی سرگرمی نہیں دیکھی جن لوگوں نے اپنے گھوڑوں کے ساتھ خندق پھلانگی، وہ سب کے سب قریش تھے اور ان میں ایک بھی غطفانی نہیں تھا، اسی طرح مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے جن لوگوں نے باری باری اپنے دستوں کے ساتھ خندق کے گرد رات دن چکر لگائے وہ بھی قریش میں سے تھے، اور ان میں ایک غطفانی قائد بھی نہ تھا، اسی طرح تاریخ نے یہ بھی ذکر نہیں کیا کہ ان قرشی قائدین کے سپاہیوں میں سے کوئی ایک غطفانی سپاہی بھی نہ تھا۔۔۔ اس سُست رَو موقف کا سبب کیا تھا، جو اس عظیم جنگ میں غطفان کے قبائل نے اختیار کیا۔

بڑا سبب

ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک ہی بڑا سبب تھا، اور وہ یہ کہ غطفان کی کمان (خندق کی کھدائی کے بعد) عظیم و جسیم قربانیوں کے بغیر مدینہ پر قبضہ کرنے سے مایوس ہو چکی تھی ــــــ اور غطفان کسی ایسے صاف عقیدہ کے حامل بھی نہ تھے جو اللہ سے ان کا تعلق کرا دیتا۔ اور وہ اس کی خاطر موت کو شیریں خیال کرتے اور ایمان رکھتے

کہ اس کے جھنڈے تلے قتل ہونا شہادت ہے، جو اپنے مقتولین کو صدیقین اور شہداء کے درجے تک لے جاتی ہے، حتیٰ کہ وہ جرح و قتل کی تکالیف کی پرواہ کیے بغیر اپنی جانوں پر کھیل کر خندق میں داخل ہو جاتے۔

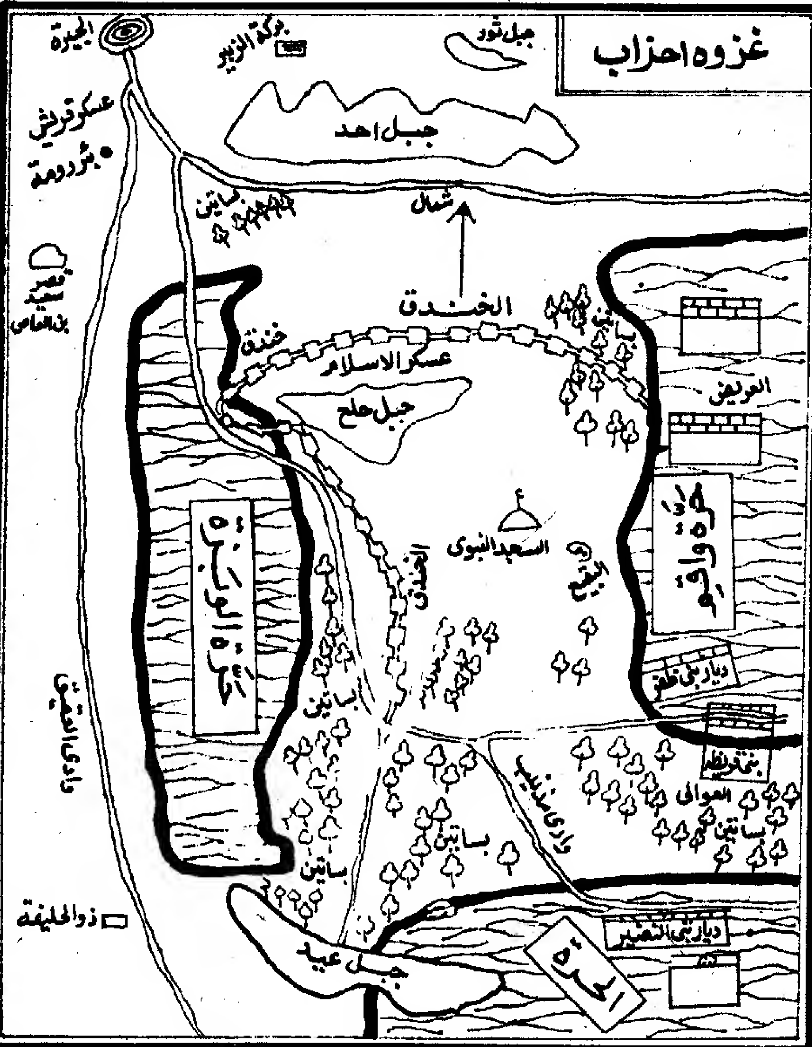
بلکہ غطفان ــــ جیسا کہ معلوم ہوتا ہے ــــ مسلمانوں کے ساتھ اس قدر سخت عقائدی عداوت نہ رکھتے تھے، جتنی یہود اور قریش رکھتے اور غطفان کے سب جوان خالص بدو تھے، جو غزوات و حروب کا یہی مفہوم سمجھتے تھے کہ یہ صرف سلب و نہب اور کم از کم ممکن خسارہ سے مادی غنائم حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں اور جب ان کی عظیم افواج نے صحرائے نجد سے مدینہ کی جنگ میں مشارکت کے لیے اپنے خیموں سے مارچ کیا، تو ان کے دل میں اسی چیز کے حاصل کرنے کی تمنا تھی ــــ اور اس عظیم حربی تدبیر (خندق) نے جو عرب نہیں کیا کرتے تھے ان اعراب کے لیے غنیمت کو اس طریق پر حاصل کرنا محال بنا دیا، جس سے وہ اپنی کھلی چھاپہ مار جنگوں میں مالوف تھے، جن میں چند گھنٹے صرف ہوتے تھے، اور وہ اچانک صورت میں ہوتی تھیں، اور انہوں نے دیکھا کہ مدینہ پر ہرگز قبضہ نہیں ہوگا، جس کی غنائم کا وہ خواب دیکھتے تھے، (اور اگر وہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہوتے بھی تو) وہ قبضہ خطرناک جانبازی کے بعد ہوگا، جس کی دلیری پر انہیں سیکڑوں مقتولین کا مکلف ہونا پڑے گا،

اور اس سے حاصل ہونے والی غنیمت (ان کے مادی حساب کے مطابق) جوانوں کی عظیم قربانیوں کے سامنے ہیچ ہو جاتے گی، جنہیں وہ اس مادی غنیمت تک پہنچنے کے لیے قربان کریں گے۔ سو انہوں نے اس غنیمت پر جو ان عظیم خطرات سے گھری ہوئی تھی، سلامتی کو ترجیح دی۔

اور اسی وجہ سے (واللہ اعلم) وہ کسی ایسی حربی کاروائی کرنے سے رُکے رہے

جو اس عظیم جنگ میں ان کی جانوں کو خطرے میں ڈال دے، جس میں انھوں نے صرف غنائم اور غنائم حاصل کرنے کے لیے مشارکت کی تھی، اور یہ بات خندق کی کھدائی کے بعد محال ہو گئی تھی، پس ایسا کوئی سبب نہ تھا کہ یہ اعراب قتل و جرح کے درپے ہوتے، اور یہ بات مکمل طور پر ان چھوٹے، تنگ اور محدود مقاصد کی منطق سے اتفاق کرتی ہے، جن کی تکمیل کے لیے یہ اعراب آئے تھے۔

کتاب غزوۂ احزاب ختم ہوئی (الحمدللہ)



غزوه احزاب
جبل ثور
بركة الزبير
الجيرة
عسكر قريش
بئر رومة
جبل احد
شمال
قصر سعيد بن العاص
الخندق
خندق
عسكر الاسلام
جبل حلج
العريض
المسجد النبوى
البقيع
الخندق
بساتين
ديار بنى قريظة
وادى مذينيب
العوالى
بساتين
وادى العقيق
ذوالحليفة
جبل عيد
ديار بنى النضير

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ بدر

تالیف

محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتحپوری

ضخامت ۲۴۰ صفحات مجلد اعلیٰ سفید کاغذ

نفیس اکیڈمی

اردو بازار، کراچی